فہرست مضامین

موجودہ جنگ عظیم (جسکے جانسوز شعلے اس وقت براعظم یورپ مین بھڑک رہے
ہین اور جس نے اسوقت خطۂ یورپ کے گلزار پر بہار کو جہنم کا طبقہ بنا رکھا ہی) تاریخ
عالم مین اپنا نظیر نہین رکھتی

یہ جنگ بادشاہون کی جنگ نہین ہی بلکہ قوموں کی ہی اور یہی وجہ ہی کہ
یہ جنگ اسقدر خوفناک اور طویل ہی

اسباب جنگ پر بحث کرنا اور یہ بتلانا کہ کون حق پر ہی یہان خارج از بحث ہی
اس مبحث پر کئی عمدہ تصانیف موجود ہین اور سب سے مستند خود وہ خط وکتابت ہی جو
انگلستان کے وزیر خارجہ سر ایڈورڈ گرے نے شایع کی ہی اور جس پر متعدد ذمہ دار
اصحاب نے بھی جو برٹش پارلیمنٹ کے ممبر ہین روشنی ڈالی ہی۔

اسباب جنگ اور حق وناحق کی بحث پر ملک مین کافی تصنیفات پھیل چکی
ہین اور بچہ بچہ اُن سے واقف ہی لہذا اس پر ہمارا کچھ لکھنا تحصیل حاصل ہی۔ البتہ یہ معلوم
کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ اہل جرمن موجودہ جنگ کو کس نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہین اور
آیا وہ اُن عظیم الشان محاربات کے لیے پہلے سے تیار تھے؟ نیز کیا اس بات کا علم تھا کہ

کرۂ ارض کی کن عظیم الشان طاقتون سے اُن کو برسرپیکار ہونا ہے اور کن طاقتون کی جانب سے اُن کو دوستی اور مدد کا بھروسا ہے؟ اس امر کی بابت ضرورت تھی کہ ہندوستانی پبلک بھی جرمن بیانات سے اچھی طرح واقف ہو جاے اور جان لے کہ اُنکے دماغون کی دیگون مین کن ناپاک خیالات کا اسٹیم تیار ہو رہا ہے جس کے اخراج پر ساری دُنیا مین ایک شور برپا ہے اور آسمان و زمین کے طبقے ہل رہے ہین۔

اِس امر کے لیے ہم نے مشہور جرمن مصنف جنرل فریڈرک فون برن ہارڈی کی شہرۂ آفاق تصنیف "جرمنی اور آیندہ جنگ" کو منتخب کیا جو موجودہ جنگ سے تین برس پہلے جرمنی مین شایع ہوئی تھی اور جس کا پبلک مین بڑا خیر مقدم ہوا، چنانچہ خود انگلستان مین اِس کتاب کا انگریزی مین ترجمہ کیا گیا اور اِس وقت تک بے گنتی ایڈیشن لاکھون کی تعداد مین نکل چکے اور ہاتھون ہاتھ لیے گئے۔ لہذا ہمین بھی اِسکے ترجمہ کا خیال پیدا ہوا اور ہم نے بصرف زرکثیر ایک نہایت لایق اور تجربہ کار گریجویٹ کی بیش قیمت امداد سے اِس کتاب کو اُردو زبان کا جامہ پہنانے کی کوشش کی اور ایک خاص حد تک اِس کا لحاظ رکھا کہ مصنف کی عبارت کا اصل مفہوم اور مطلب بدستور قائم رہے۔

ہمین امید ہے کہ ناظرین ترجمہ کی مشکلات کا اندازہ کرتے ہوے لغزشون کو معاف فرمائینگے۔ نیز چونکہ اِسکے ترجمہ مین نہایت عجلت سے کام لیا گیا ہے۔ اسلیے پورے طور سے نظرثانی اور مقابلہ کی بھی نوبت نہین آئی۔ انشاءاللہ دوسرے ایڈیشن مین (اگر اس کا موقع آیا) اُن مقامات کا جو فی الواقع نہایت سخت ہین از سرِنو مقابلہ کرکے پوری تلافی کی جاے گی۔

اُردو مین اپنی قسم کا یہ پہلا ترجمہ ہے جو ناظرین کے سامنے جرمن خیالی دُنیا کی پوری تصویر پیش کرتا ہے لیکن اِسکے ساتھ یہ بھی بتلا دینا ضروری ہے کہ اِس کتاب کے

بعض ابواب جو یورپ کی جدید ترقی و معرکہ آرائی اور اُسکے اصول سے متعلق ہین- حقیقۃً قابل قدر ہین- اِن اچھوتے خیالات اور علوم کا اُردو مین آجانا نہایت ضروری تھا- اور ہمین قوی امید ہی کہ صحیح مذاق رکھنے والے اُردو دان اصحاب اِسکے مطالعہ سے اپنی معلومات مین بیش قیمت اضافہ فرماینگے- اِس کتاب کو پڑھنے کے بعد پبلک پر یہ اچھی طرح روشن ہوجاے گا کہ روس فرانس و انگلستان کا موجودہ جنگ مین کیا فرض ہے اور ہماری معدلت گستر سرکار دولتمدار اس جنگ مین کیون شامل ہی اور اس کا موجودہ محاربات مین کیا مقدس مشن ہی-

یہان پر یہ بھی عرض کرنا ضروری ہی کہ فون برن ہارڈی جو نہ صرف جرمن نژاد بلکہ بصفت جرمن عصبیت کا دلدادہ اور وطن پرست اہل قلم ہی ہمیشہ اپنے دوسرے ہموطنون کی طرح اِس امر کی کوشش کرتا ہی کہ جرمن تہذیب کو برتری اور بزرگی کی شفاف روشنی مین چمکا کر دنیا کی چکاچوند کا باعث ہو اور دیگر اقوام کی تہذیب کو دفتر پارینہ بنا کر طاق نسیان کے تاریک پردہ ہای گمنامی و بدنامی مین جگہ دے- اِس وجہ سے اکثر مقامات پر واقعات نفس الامر کی حقیقت پوری طرح ظاہر ہونے نہین پائی-

اِن امور کی بنا پر ترجمہ مین اکثر نوٹ و حواشی بڑھانا پڑے تاکہ ہندوستانی پبلک پر اصلیت کا اظہار و انکشاف ہوجاے-

محمد عبدالولی

جرمنی اور آیندہ جنگ

دیباچہ

جرمنی کے کل محبان وطن مین سنہ ۱۹۱۱ء کے موسم گرما وخزان مین بڑا جوش پھیلا ہوا تھا کیونکہ سب لوگون کے دلون مین یہ اعتقاد راسخ تھا کہ نزاع مراکش کے تصفیہ مین محض تجارت یا نوآبادیونکا کوئی معمولی سوال زیر بحث نہین ہی بلکہ وہ جرمن قوم کے اقتدار اور مستقبل کو معرض خطر مین ڈالنے والی چیز ہے - قوم کے جذبات اور گورنمنٹ کے ملکی حکمت عملی مین بڑا اشگاف ہوگیا تھا - عام رائے علانیہ اس بات کی طرفدار تھی کہ ہم اپنے دعاوی پیش کرین - وہ ہماری سیاسی حالت کے خطرات اور ان قربانیون کو جو ایک صاف اور روشن پالسی کا اقتضا تھا سمجھنے سے قاصر تھی - مین یہ نہین کہہ سکتا کہ قوم جو بلاشبہ کثیر تعداد مین خوشی سے ہتھیار اُٹھانے پر رضامند تھی وہ ٹیکسون کا دوامی اور بھاری بوجھ بھی اُٹھانے مین اتنی ہی مستعدی کا اظہار کرتی زمانہ حال کے برلن مین جنگی چندونپر قیل وقال کرنا جرمن ریشتاگ (Reichstag) (جرمن پارلیمنٹ) کی ایسی ہی معروف خصوصیت ہے جیسے کہ وسطی ریخس برگ مین تھی - یہ حالتین اِن صفحات کی اشاعت کے واسطے میرے لیے باعث ترغیب ہوئی ہین - اِن مین سے چند صفحے کچھ عرصے پہلے کے بھی لکھے ہوے تیار تھے -

اِس بات کو ہر شخص سمجھ سکتا ہی کہ ہم اپنی قومی اور سیاسی ترقی مین ایک نازک حالت پر پہونچ گئے ہین ایسے اوقات مین ضروری ہی کہ تین باتون کے متعلق ہمارے خیالات بالکل صاف ہون نمبر ا مقصد

جن پر ہمین پہونچنا ہی دشواریان جن پر ہمین غالب آنا ہی اور قربانیان جو ہمین کرنی ہین - مین نے اپنے ذمہ یہ کام لیا ہی کہ ان معاملات پر جہانتک کہ ممکن ہو صاف اور دلنشین بحث کرون جس مین ملکی حکمت عملی کا پردہ نہ ہو - ظاہر ہی کہ صرف قومی نقطہ خیال کو مدنظر رکھکر یہ ممکن ہی -

ہمارے سائنس، ہمارے، ادب اور ہمارے گزشتہ جنگی تکمیلات نے مجھ مین فخر کیساتھ یہ ادراک پیدا کر دیا ہی کہ مین اُس مہذب قوم کا فرد ہون جس کا مستقبل باوجود ایام ماضیہ کی کمزوری اور غلطیون کے شاندار ہونا چاہیئے اور یقیناً ہوگا اور مین نے اپنے اعتقادات اپنے پرجوش جرمن دل سے قلمبند کیے ہین میرا عقیدہ ہی کہ اس صورت سے اپنے ناظرین کے دلون مین قومی جذبہ کی آگ نہایت کامیابی کے ساتھ بھڑکاؤن گا اور قومی غرض کو تقویت پہونچاؤن گا -

(مصنف)

اکتوبر ۱۹۱۱ء
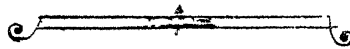
نوع انسان کی سیاسی اور اخلاقی ترقی کے لیے جنگ کی قدر و منزلت پر زمانہ حال کی مہذب دُنیا کے بڑے بڑے فرقون نے اِس عنوان سے نکتہ چینی کی ہو جس سے سلطنتون کی دفاعی قوتون کے کمزور ہو جانے کا اندیشہ ہو کیون کہ اُس سے جنگی اسپرٹ کی بیخ کنی ہوتی ہو۔ اسطرح کے خیالات جرمنی مین دُور دُور پھیلائے گئے ہین اور معلوم ہوتا ہو کہ ہماری قوم کی پوری تہ سے وہ اعلی درجہ کا جوش جاتا رہا ہو جسپر ہماری تاریخ کی عظمت کا پورا دارو مدار ہو۔ دولت کی ترقی کے ساتھ اُنھون نے اپنی زندگی کا حصر وقت موجودہ پر کر دیا ہو اور اُن مین اس ساعت کی تصریح کو عظیم الشان خیالات کی خدمت پر قربان کر دینے کی صلاحیت نہین ہو۔ اُنھون نے خوش آیندگی سے اپنی آنکھین ہمارے مستقبل کے فرائض اور بین الاقوامی زندگی کے ضروری مسائل کی طرف سے جو فی الحال حل طلب ہین بند کر لی ہین ۔ ہم مین بلند پروازی کی کبھی صلاحیت رہی ہو کارہاے عظیم نے جرمنی کو سیاسی شقاق اور کمزوری سے نکالکر یوروپین اقوام کے مقابلہ مین لا کر کھڑا کیا ہو۔ مگر ہم کو اس ورثہ کے لینے اور سیاسات اور کسب کی ترقی کی راہ پر چلنے کی رغبت نہین معلوم ہوتی۔ ہم اپنی عظمت سے لرزتے ہین اور اُن قربانیون سے جن کی وہ ہم سے طلبگار ہو جان چراتے ہین مگر تاہم اس دعوے سے جو ہمین ہمارے شاندار ماضی سے حاصل ہو دستبردار ہونا نہین چاہیئے۔ (Fitchte) فچ نے اپنے ہم وطنون کی جانچ اِس قول سے بہت ٹھیک کی تھی کہ جرمنون کو کبھی کسی چیز کی تہا تمنا نہین ہوتی اُن کو ہمیشہ اُس کے ضد کی بھی آرزو ہونا لازم ہو۔

اگلے زمانہ مین جرمن لوگ بہترین حارب اور یوروپ کی نہایت جنگجو قوم تھی۔ عرصہ دراز تک اُنھون نے بزور شمشیر و علوے خیالات اپنے آپ کو بر اعظم کی حکمران قوم ثابت کیا ہو۔ جرمنون نے دنیا کے ہر حصہ مین خون بہاے ہین اور بیشمار میدانہاے جنگ مین فتوحات حاصل کیے ہین اور سالہاے حال مین اِس بات کا ثبوت

دیا ہی کہ اخلاقت مین اُن کے اسلاف کی جوانمردی اور دلاوری موجود ہی - اس جنگی قابلیت کے مقابلہ مین یہ تقابل قابل توجہ ہی کہ آج وہ امن پسند اور قریب قریب ضرورت سے زیادہ امن پسند قوم بن گئے ہین اُن کے جنگجویانہ ادراکات کو بیدار کرنے کے لیے انھین سختی سے جھنجوڑنے اور اپنی جنگی قوت کا اظہار کرنے کے واسطے مجبور کرنے کی ضرورت ہی -

اس روشن امن پسندی کے متعدد اسباب ہین -

اس کا ماخذ اوّل جرمن لوگون کی نیک خصلتی ہی جس کی وجہ سے اُنھین اُصول سیاسی کے مباحثات اور فرقہ بندی مین ایک حظ حاصل ہوتا ہی - مگر معاملات کو انتہائی درجہ پر پہنچانا ناپسند کرتے ہین - اُس کا تعلق جرمن طبیعت کی ایک دوسری خصوصیت سے ہی - ہماری غرض منصف مزاجی ہی - اور ہمارا یہ عجیب و غریب خیال ہی کہ کُل دیگر اقوام جن سے مُبادلہ تعلقات رہتا ہی ہمارے مقصد مین ہمارے ہم خیال ہین ہم غیر ممالک کی حکمت عملی اور غیر ممالک کے اخبارات کے اطمینان دہ اقوال کو جو امن کے متعلق ہوتے ہین ہمیشہ اپنے ذاتی خیالات امن سے کم صحیح و سچا نہین سمجھتے اور ہم سختی سے اس خیال کی تردید کرتے ہین کہ دُنیا کی انتظامی کُل ذاتی فوائد سے چلتی ہی نہ کہ کریم النفسی کے اعلیٰ اغراض سے گیٹی Goethe نے خوب کہا ہی کہ "انصاف جرمنون کی ایک صفت اور جبلت ہے" ہم ہمیشہ یہ فرض کر لینے پر مائل رہتے ہین کہ سلطنتون کے نزاعات کا پُرامن حل انصاف کی بنا پر ہی بلا اس صاف ادراک کے کہ بین الاقوامی انصاف کیا شے ہی -

علاوہ اُن اسباب کے جو جرمن لوگونکی روح مین سرایت کیے ہوے ہین امن پسندی کی ایک اور وجہ اُن کی یہ خواہش ہی کہ تجارتی معاشرت مین خلل نہ پڑے -

جرمن لوگ دُنیا کی تمام قومون کے مقابلہ مین فطرتاً کاروباری ہین - ابتدائے جنگ سے حالہ سے قبل ہی جرمنی دُنیا مین شاید سب سے بڑی تجارتی طاقت تھی اور پچھلے چالیس سال کے اندر اُسنے اپنی سیاسی قوت کی تازہ توسیع سے تجارت مین حیرت انگیز ترقی کی ہی باوجودیکہ ایک چھوٹا سا ٹکڑا ساحل کا ہمارے پاس ہی ہم نے چند سال مین دوسرے درجہ پر دُنیا مین سب سے بڑا تجارتی بیڑا تیار کر لیا ہے اور ہمارے لوہے کا کارخانے روے زمین کی سلطنتون کے بڑے بڑے کارخانون کا مقابلہ کر سکتے ہین جرمنی کی تجارتی کوٹھیان دُنیا بھر مین قائم ہین - جرمن تجار کرہ ارض کے ہر حصہ مین سیاحت کرتے ہین

درحقیقت ایک حصہ تھوک فروش تجارت کا جرمنون کے ہاتھ مین ہو جن مین بہت سے اپنے ملک کے ہاتھ سے جا چکے ہین - اِس صورت مین ہماری قومی دولت نے سرعت کے ساتھ ترقی کی طرف قدم بڑھائے ہین -

ہمارے تجارتی کارخانون کے مالکون اور ملازمین کو گوارا نہین کہ اس ترقی کا انقطاع ہوجائے ان کا اعتقاد ہو کہ امن تجارت کے لیے ضروری شرط ہو وہ سمجھے ہوے ہین کہ تجارت مین ہم کو آزادانہ مقابلہ کا موقع دیا جائے گا اور اِسپر غور نہین کرتے کہ ہماری فیروزمند جنگین کبھی ہماری کاروباری معاشرت مین مخل نہین ہوئی ہین اور ہماری سیاسی قوت جو جنگ سے از سرِ نو حاصل ہوئی ہے ہماری تجارتی و کاروباری ترقی کو وجود امکان مین لائی ہو -

عام جنگی خدمت بھی امن پسندی کی مدد ہو کیونکہ اس زمانہ مین مثل سابق جنگ کا اثر محض معینہ محدود دائرون مین ہی نہین ہوتا بلکہ کل قوم مساوات کیساتھ مبتلائے مصیبت ہوتی ہو یہ خیال کہ جنگ بذاتہٖ جہالت کی نشانی ہو اور ایک حوصلہ مند قوم کے شایان شان نہین اور یہ کہ کسب کی خوشترین کلیان صرف حالت امن ہی مین کھل سکتی ہین - اُس عالمگیر خیال امن کا اثر ہو جو زمانہ کی خصوصیات مین سے ہو -

اِن آراء و خواہشات کے مختلف النوع اثر سے معلوم ہوتا ہو کہ ہم نے اُس تعلیم کو طاقِ نسیان پر رکھدیا ہو جو کبھی قدیم جرمن سلطنت کو فریڈرک اعظم سے حاصل ہوئی تھی اور جس کا استقبال اُسنے جرائت اور بیباکی سے کیا تھا - وہ تعلیم یہ تھی کہ سلطنتون کے حقوق کا ادعا صرف زندہ قوت کرسکتی ہو یا یہ کہ جو کچھ جنگ سے ہاتھ آیا ہو صرف جنگ ہی مین برقرار رہ سکتا ہو اور یہ کہ ہم جرمنون کو سیاسی اور جغرافیائی حالتون کی زنجیرون مین جکڑ بند ہونے کی وجہ سے اپنے مفتوحات کے قائم رکھنے اور بڑھانے کے لیے بڑی سے بڑی کوششین در کار ہین - ہم اپنی جنگی تیاریون کو قریب قریب ناقابل برداشت بوجھ خیال کرتے ہین اور یہ جرمن ریسچ ٹاگ (پارلیمینٹ) کا خاص فرض ہے کہ اُس کو حتے الامکان ہلکا کرے - معلوم ہوتا ہو کہ ہم اِس بات کو بھولے ہوے ہین کہ ہماری آراستہ فوج کا اور اُس کا اضافہ کوئی ناگزیر مصیبت نہین ہو بلکہ ہماری قومی صحت کے لیے بطور پیش بندی نہایت ضروری شرط ہو اور ہمارے بین الاقوامی اقتدار کی یہی ایک ضمانت ہے - ہم جنگ کو قہر سمجھنے کے عادی ہوگئے ہین اور اُس کو کسب اور

قوت کی ترقی کا ایک جزو اعظم تسلیم کرنے سے احتراز کرتے ہین - علاوہ اسکے امن کی یہ پُرشور ضرورت نیز اسکے مُسلسل جواز کی دیگر تحریکین ، خواہشین اور کوششین جو غیر اظہار پذیر اور بسا اوقات غیر مدرک ہوتی ہین - جرمن لوگون کے دلون ہین گہری جگہ لیے ہوے ہین اہل جرمنی کے مُدۃ العمر کے خواب کی تعبیر جرمن قومون کے بڑے حصہ کے الحاق اور جرمن سلطنت کی بُنیاد پڑنے سے پوری ہوگئی - اُس زمانہ سے لوگون کے دلون ہین (بلا استثنائے مؤیدین فرقہ مخالف قوم) طاقت تازہ اتحاد اور اضافی سیاسی قوت کا ایک مفخرانہ ادراک موجود ہی - اس ادراک کی پشت پناہی کے لیے یہ مصمم ارادہ ہی کہ ان تحصیلات کو کبھی ہاتھ سے نہ دیا جاے عام اعتقاد پھیلا ہوا ہی کہ جو حملہ اُن فتوحات پر ہوگا اُس سے قوم کی قوم پرجوش اتفاق کے ساتھ ہتھیار لیکر اُٹھ کھڑی ہوگی - درحقیقت ہم سب کی یہ تمنا ہی کہ ہم دُنیا مین اپنی موجودہ حالت بغیر لڑائی جھگڑے کے قائم رکھسکین اور ہم اس گمان مین ہین کہ ہماری سلطنت کی قوت بلا اُسکے واسطے لڑے ہوے برابر بڑھتی رہیگی ہم کو دل سے ایسے مقابلہ مین جھجک نہین ہے مگر ہم اُس کو ایک قسم کے ساکت اطمینان سے دیکھتے ہین اور دل مین یہ ٹھانے ہوے ہین کہ بغیر ضرب لگاے اپنا تنزل گوارا نہ کرینگے - فوجی بھرتی کے لیے قوم سے جو اپیل کی جاتی ہی اُسکے جواب مین ہر جانب سے پُرشور صداے لبیک بلند ہوتی ہی - یہ جذبہ بحیثیت ایک غیر ادراکی جوش اور ارادہ کے دلون مین صرف شمالی حصہ مین گہری جگہ لیے ہوے ہی جہان ایک قابل فخر لایق اور جفاکش قوم نے شاندار روایتون کے ساتھ پرشیا کے کامیاب جھنڈے کے نیچے نشو و نما پائی ہی بلکہ جنوب مین بھی (جہان کے لوگون نے چھوٹی چھوٹی قومون مین تقسیم ہونے کی وجہ سے صدیون تک مصیبتین جھیلی ہین) متکبرانہ نخوت اور جرمن نسل کی حوصلہ مندی کے ساتھ لوگون کے دلون مین موجود ہی کہین کہین ایسے جذبات حاسدانہ شخصیت کے سایہ مین جو زیادہ امیرانہ اور کثیر سوشل میل جول سے پیدا ہوگئے ہین خواب غفلت مین نظر آتے ہین مگر با این ہمہ اُن مین خفیہ جوش کی روح پائی جاتی ہی - اِس صورت مین بھی عظیم الشان قومی ادراک کے جراثیم بیداری کے منتظر ہین -

ہماری قوم کی سیاسی قوت اگرچہ تحت سطح مین حیات کلی رکھتی ہی مگر خارجا اس امن پسندی کی زنجیرون مین جکڑی ہوئی ہی - وہ اپنے آپ کو بیکار نوٹون اور سیاسی معاملات کے مباحث مین تباہ کرتی ہی - اب ہمارا کوئی صریح المعرف سیاسی اور قومی مقصد نہین ہی جو تصور کو گرفت مین لاے یا لوگون کے دلون کو جنبش دے اور اُن کو متفقہ عمل پر مجبور کرے - یہ مقصد جرمن اتحاد کی امیدون کی شکل مین اتحاد کے جد و جہد کے زمانہ تک عالم وجود مین تھا -

ہماری قوم کی صحیح اور مسلسل نشو و نما کے لیے بڑا خطرہ میرے نزدیک اُسکے انحطاط مین معلوم ہوتا ہی اور جسقدر ہماری سیاسی حالت کو دُنیا مین خارجی پیچیدگیون سے تہدید ہو گی اُسی قدر یہ خطرہ بڑھے گا -

باوجود اِس وقت کی پُرامن امیدون کے دول عظمیٰ مین بڑی کشیدگی موجود ہی اور یہ مشکل سے سمجھا جاسکتا ہی کہ اُن کی خواہشات جو آپس مین اسقدر متضاد ہین اور جو بسا اوقات وحشیانہ طور پر پیش کیجاتی ہین ہمیشہ صلح جویانہ طریقہ سے فیصل ہو سکین گی -

قوی ترین قومون کی اِس کشمکش مین جو ابتداً صلح جویانہ طریقہ اختیار کرتی ہین حتی کہ اُنکے نزاعات ناقابل صُلح ہو جاتے ہین - ہماری جرمن قوم ہر طرف سے اُلجھی ہوئی ہی یہ نتیجہ سب سے پہلے ہمارے جغرافیائی موقع کا ہی کہ ہم مخالف حریفون کے بیچ مین ہین نیز اِسکی وجہ یہ بھی ہی کہ ہم (چاہے سب سے اخیر مین آنے والے اور حقیقی نوخیز ہون) زبردستی اُن سلطنتون مین گھسے ہوے ہین جو پہلے سے اپنی جگہ لے چکی ہین - اور اب اِس دُنیا کی حکومت مین ہمارے حصہ کی بھی بعد اِسکے کہ صدیون سے ہم ذرہ کا کی سلطنت مین ہم سر آوردہ رہے ہین ، دعویدار ہین - اِس صورت سے ہم نے اُن کے ہزارون فوائد کو مضرت پہنچائی ہی اور سخت خصومتین پیدا کر لی ہین - سیاسی حالت پر اِس کا کیا اثر ہوا ہی اِس کی تفصیل آیندہ باب پر چھوڑ دی جاتی ہی مگر ایک بات بغیر کسی اور لحاظ کے بیان کی جاسکتی ہی اگر سخت حل موجودہ مشکلات کا اختیار کیا جائے - اگر سیاسی نازک موقع بڑھکر جنگی کارروائی کی صورت مین ظاہر ہو تو جرمنی کو اُن کل فوجون کے بیچ مین جو اُنکے مقابل لائی جائین گی خطرہ ہوگا - مگر اِس تنازعہ کا انجام جرمنی کے کل مستقبل کے لیے من حیثیت السلطنت و من حیثیت القوم فیصلہ کُن ہوگا - اِس تنازعہ سے ہم یا تو بہت زیادہ لے لینگے یا بہت زیادہ دے بیٹھینگے - ہم بڑے خطرون سے گھر جائینگے اور اِس جھگڑے سے فتحیابی کے ساتھ اِس صورت سے نکل سکتے ہین اور دُنیا مین حکمران حیثیت قائم رکھنے کے لیے جنگ ہفت سالہ جاری رکھ سکتے ہین تاکہ ہم کو اپنے قیاسی دشمن پر سپاہیون کی حیثیت سے سبقت کا موقع ملجائے اور فوج کی مدد جو نبرد آزما ہوگی قوم کی کل مادی اور روحانی قوتون سے کی جائے اور فتح کا عزم صرف ہماری فوجون ہی مین نہ ہو بلکہ کل متحدہ قوم مین جو اپنے تمام عزیز ترین مقبوضات کی خاطر ان فوجون کو لڑنے کے لیے بھیجتی ہے

یہ وہ باتین نہین جن سے مجھے جنگ پر تہذیب کے نقطہ خیال سے غور کرنے کی ترغیب ہوئی یا باعتبار تاریخ اور سب سے بڑی مہذب قوم ہونے کے یہ جاننے کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اُس کا تعلق اُن موجودہ اور

آیندہ کا راستہ دشوار سے ہو جو خدا نے اہل جرمن کے لیے ودیعت کیے ہین - اِس نقطہ خیال سے اوّل مجھے اُمن کی خواہشات پر اُن کی حقیقی اخلاقی اہمیت کے مطابق نظر ڈالنا ضروری ہی - اِن خواہشات نے معلوم ہوتا ہے ہمارے زمانہ پر تسلط کرلیا ہی اور اہل جرمنی کے دلون مین زہریلا اثر پیدا ہونیکا احتمال ہے مجھے اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ قومون کی زندگی مین جنگ محض ضروری عنصر ہی نہین بلکہ کسب کا ایک ناگزیر جزو ہی جس مین ایک حقیقی مہذب قوم کی قوت اور حیات کا اظہار اعلیٰ پیمانہ پر ہوتا ہی - مجھے جرمنی کے گذشتہ تاریخی واقعات سے جن کا تعلق موجودہ حالات سے ہوسکتا ہی مسئلہ کے ان پہلوؤن کو دیکھنا چاہیے جو ہمین مستقبل کی نامعلوم سرزمین مین لیجاتے ہین -

سلطنتون کا ماضی ہلاک نہین ہوسکتا وہ زندہ رہتا ہی اور مخفی قوانین کے مطابق کام کرتا رہتا ہی اور حال بھی اپنے قوی الاثر فرائض عاید کرتا ہی - کسی شخص کو واقعات و حالات کے دباؤ سے سر تسلیم خم کرنے کی ضرورت نہین ہی حتی کہ سلطنتین مثل فرضی رستون کے اختراق شوارع پر کھڑی ہوجاتی ہین وہ چاہے ترقی چاہے تنزل کی راہ اختیار کرین - دُنیا مین خوش حالی اقوام کی زندگی مین صرف انسانی، دراکی کوشش سے با اثر ہوسکتی ہی لہذا ہماری ترقی کے اس شارع عام پر جہان ہم کھڑے ہین مجھے ضروری اور نفع دہ معلوم ہوا کہ مین اُن مختلف راہوں پر روشنی ڈالون جو ہماری قوم کے لیے کھلی ہوئی ہین - ہر ایک قوم کو اپنے فعل کے قیاسی نتائج کا پورا ادراک ہونا چاہیے اور اُسی صورت مین وہ اپنی آیندہ ترقی کے عظیم الشان فیصلوں پر غور و خوض کی نظر ڈال سکتی ہی اور آگے کی طرف اپنی قسمت کو صاف نگاہ سے دیکھکر ہر قسم کی قربانیون کے لیے جن کا زمانہ حال یا مستقبل متقاضی ہو تیار ہوسکتی ہی - اِن قربانیون کا انحصار جہانتک اِنکا تعلق فوجی اور مالی دائرہ مین اس خیال پر ہو کہ حال اور آیندہ مین جرمنی کو کیا جد و جہد کرنا پڑے گی اور کیا حاصل ہوگا - وہ لوگ جو اہل جرمنی کے فرائض اور ذمہ داریون کے متعلق میرے ہم خیال ہین نیز میرے اس اعتقاد کے کہ ان فرائض اور ذمہ داریون کی تکمیل بلا تلوار اُٹھائے نہین ہوسکتی میرے دلائل و نتائج کا خالص جنگ کی حد کے اندر صحیح اندازہ کرسکتے ہین اور اُن مالی مطالبات کی بھی کافی جانچ کرسکتے ہین جو اُس مین مضمر ہین - پوری جنگی ضروریات کا منشا اور اُن کا جواز اُسی وقت قابل تسلیم ہوسکتا ہے جب کہ وہ مدلل طور پر سلطنت کی پوری سیاسی و اخلاقی ترقی سے وابستہ ہون -

باب اوّل

جنگ کرنے کا حق

۱۷۹۵ء مین جب سے ایمینول کانٹ (Immanuel Kant) نے بڑھاپے مین اپنا رسالہ "دوامی امن" پڑھا لا بہت سے لوگون کا اعتقاد ہوگیا کہ جنگ کل بھلائیون کی بیخ کن اور تمام برائیون کی خلق کن ہو- تاریخی تعلیمات کے باوجود اِس بات پر اعتماد نہین رہتا کہ اقوام کے درمیان جنگ کوئی ناگزیر امر ہے- اِن حضرات کے نزدیک تہذیب کی نشو و نما کا سہرا اسی قوت کے سر ہے جسکے آگے جنگ کو سر تسلیم خم کرنا واجب ہو- مگر انسانی دلیلون اور تغیرات زمانہ کی روک ٹوک سے بغیر جنگ نے ہتھیارون کی جھنکار کے ساتھ ملک بملک کوچ کیا ہو- اور اپنی تباہ کن نیز ایجادی قوت کا ثبوت دیا ہو- نوع انسانی کو یہ بتا نہین کہ اسکی نوعیت کیا ہو، اسے کامیابی نہین ہوئی- جنگ کے طویل زمانون نے انسان کو بجاے جنگ کی ضرورت کا یقین دلانے کے ہمیشہ اس خواہش کو تازہ کیا ہو کہ جہان کہین ممکن ہو جنگ کو اقوام کے سیاسی تعلقات سے خارج کر دیا جائے-

یہ خواہش اور اِس امید کی اشاعت آجکل دور دور کی گئی ہو- قیامِ امن کی تعریف مین کہا گیا ہو کہ سیاست کا منتہاے مقصود سوائے اِسکے کچھ اور نہ ہونا چاہیئے امن کی اِس نامعقول تمنا نے اس زمانہ مین لوگون کے دلون پر عجیب و غریب قابو پا لیا ہو- اِس آرزو کا اظہار پبلک طور پر امن کی لیگون اور امن کی کانگریسون مین کیا جاتا ہو- ہر ملک اور ہر پارٹی کے اخبارون کے کالم اسکے لیے کھُلے رہتے ہین درحقیقت اِس معاملہ مین اسقدر رغاوت سے کام لیا جاتا ہو کہ کثیر التعداد گورنمنٹین گو بظاہر یہ کہتی ہین کہ ہماری پالیسی کا حقیقی منشا قیام امن کی ضرورت ہو اور جب جنگ چھڑ جاتی ہو تو حملہ آور کو سب مین بدنام کیا جاتا ہے اور کل گورنمنٹین کچھ تو سچ مچ اور کچھ جھوٹ موٹ بھڑکتی ہوئی آگ کے بجھانے مین زور لگاتی ہین مگر یہ یقینی امر ہے کہ صُلح جویانہ خیالات اُنکے فعل کا ہرگز منشا نہین ہوتے - وہ اکثر امن کی ضرورت سے کام لیتے ہین مگر اسکے پردہ مین

اپنے سیاسی اغراض کی ترقی مقصود ہوتی ہی۔ ہیگ کانگریسون کی یہی غرض تھی اور نیز ممالک متحدہ امریکہ کا عمل یعنی یہ دول ہی جنھون نے حال ہی میں ل سے یہ کوشش کی ہی کہ ثالثی عدالتین قائم کرنیکے لیے معاہدے کیے جائین سب سے پہلے اور سب سے آگے تو انگلستان سے مگر جاپان فرانس اور جرمنی سے بھی یہ کہا جا سکتا ہی کہ اب تک کوئی اصلی نتائج برآمد نہین ہوے ہین۔

مشکل سے یہ خیال کیا جا سکتا ہی کہ ان کوششون کی محرک حقیقی خواہش امن ہوتی ہی اور یہ اسطرح معلوم ہو جاتا ہی کہ وہی دول جو بوجہ کمزور تر ہونے کے حملہ کی زد مین ہین اور اس لیے بین الاقوامی تحفظ کی سب سے زیادہ ضرورت رکھتی ہین عدالتہاے ثالثی امریکہ کی تجاویز مین نظرانداز کر دی گئی ہین۔ اسلیے یہ سمجھا جا سکتا ہی کہ ذاتی تجارت کی سیاسی غرض اہل امریکہ کے لیے ایسی تدابیر اختیار کرنے مین محرک ہوئی اور دغاباز انگلستان کو ان تجاویز کے منظور کرنے کی ترغیب ہوئی۔ ہمارا خیال ہی کہ انگلستان کا ارادہ جرمنی سے مبتلاے جنگ ہونے کی صورت مین اپنی ساق کے تحفظ کا تھا لیکن امریکہ کی خواہش تھی کہ وہ مطلق العنان رہے تاکہ وسطی امریکہ مین اپنی فرمانروائی کی پالیسی کو بغیر مزاحمت کے جاری رکھ سکے۔ اور پنامہ کے متعلق اپنے منصوبے محض اپنے اغراض کے لیے بلا اشتراک غیرے پورے کر سکے یقیناً دونون ممالک اسی امید مین تھے کہ ایک کو دوسرے فریق معاہدہ نویس کے مقابلہ مین فائدہ پہونچے۔ اور ہر ایک اپنے لیے واسطے شیر کا حصہ لینے کا متوقع تھا اصولی اور پرجوش لوگون کے خیال مین پریسیڈنٹ ٹافٹ کی کوشش ایک بڑا قدم ہی جو دائمی امن کے راستہ پر آگے بڑھا ہی۔ اور لوگ سرگرمی کیساتھ اس سے اتفاق راے کرتے ہین حتی کہ انگلستان کے وزیر خارجہ نے خاص مصنوعی خیالات سے ممالک متحدہ کی کارروائی کو بنی نوع انسان کی تاریخ مین ایک اہم واقعہ سے تعبیر کیا ہی۔ ان کی اس آرزو نے بہت سی قومون مین اختلاط خون پیدا کر دیا ہی اور ان مین جوش اور سیاسی جرات کا وہ تنزل معلوم ہوتا ہی۔ جو ایپی گونی (Epigoni) قوم سے اکثر ظاہر ہوا ہے۔ ایچ فون ٹریٹس چکی (H. von Treits Ghke) کہتے ہین کہ ہمیشہ سے خستہ بجھے ہوے اور فرسودہ زمانون نے دائمی امن کے خواب کی لذت اٹھائی ہی۔ ہر شخص حدود کے اندر اس بات کو تسلیم کرے گا کہ وہ کوششین جو خطرات جنگ کی تخفیف اور جنگی مصائب کے کم کرنے کے واسطے قابل پذیرائی ہین عمل مین لائی جاتی ہین۔ یہ امر محتاج تردید نہین ہی کہ جنگ عارضی طور پر کاروباری زندگی مین ابتری پیدا کرتی ہی۔ خاموش نظام خانہ داری کی ترقی مین مخل ہوتی ہی۔ اپنے ہمراہ وسیع السیر مصیبت لاتی ہی اور انسان کی قدیم شقاوت کو زور کے ساتھ ظاہر

کرتی ہی۔ لہذا یہ تمام بحث نہایت خوشگوار ہو ایسی جنگیں جن کے اسباب تخفیف ہوان ناممکن کردی جائین اور اُن مصیبتوں کے دور کرنے کی کوششین کی جائین جو لا محالہ جنگ کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ مگر کوششین اُسی حد تک ہون جہان تک کہ اصلی جنگ کی نوعیت کے موافق ہوسکتی ہین۔ ہیگ کے صلح کی کانگرس نے جو کچھ اس محدود دائرہ مین کیا ہی جنگ کی ہر ایک جائز ترقی کے لیے عام شکریہ کی مستحق ہو لیکن اگر غرض یہ ہے کہ جنگ بالکل اُڑا دی جاے اور تواریخی ترقی مین اس کی ضروری جگہ سے انکار کیا جائے تو یہ بالکل غیر [illegible] بات ہی۔

یہ خواہش اُن عام قوانین سے صریح منافی ہی جن کے کل ذی روح تابع ہین۔ جنگ سب سے زیادہ اہم حیاتی ضرورت ہی۔ وہ نوع انسان کی زندگی مین ایسا نظامی عنصر ہی جو نظر انداز نہین کیا جا سکتا کیونکہ بغیر اُسکے صحیح افزایش نہین ہوسکتی جس سے نسل کی ہر ایک ترقی اور اسلیے کل حقیقی تہذیب بازرہ سکتی ہو "جنگ ام الاشیا ہی" قدیم دانشمندون نے ڈارون سے بہت زمانہ پہلے اسکو تسلیم کیا ہو موجودات عالم مین تنازع للبقا ہر قسم کی صحیح ترقی کی بنیاد ہی۔ کل چیزین جو کائنات وجود مین ہین بتلا رہی ہین کہ ہم متخاصم قوتون کا نتیجہ ہین۔

علیٰ ہذا القیاس انسان کی زندگی مین مجادلہ محض تباہ کن نہین بلکہ زندگانی بخش اصول ہی گیٹی کا قول ہی کہ "ہٹا دینا یا ہٹا دیا جانا زندگی کا جوہر ہی" اور قوی زندگی کو غلبہ ہوتا ہی۔ قوی تر کا قانون ہر جگہ جاری وساری ہی وہ جانین سلامت رہتی ہین جو اپنے واسطے زندگی کے بہترین مواقع حاصل کرلیتی ہین اور کائنات کی عام نظامی حالت مین اپنے وجود کو جتلاتی ہین۔ کمزور تر فنا ہوجاتی ہین۔ اس مجادلہ کے نظام اور روک کی باگ قوانین حیات ومخالفانہ قوتون کے غیر ادراکی حکومت کے ہاتھ مین ہی۔ نباتاتی وحیواناتی دنیا مین یہ عمل غیر ادراکی ہلاکت کی صورت اختیار کرتا ہو نسل انسانی مین اس کا عمل ادراکی طور پر ہوجاتا ہی اور نظام آئین وتمدن کی متابعت سے قوی الارادہ وقوی الدماغ شخص ہر ذریعہ سے اپنے وجود کے جتلانے کی کوشش کرتا ہی۔ حوصلہ مند لوگ عروج کے لیے جد وجہد کرتے ہین اور اس کوشش مین انسان محض ادراک حق کی رہنمائی سے دور ہوجاتا ہی۔ اس مین شک نہین کہ بہت سے لوگون کے افعال زندگانی ومجادلہ زندگانی کا نصب العین کریم النفسی واعلیٰ اغراض ہوتے ہین مگر اس سے کہین زیادہ کم شریفانہ خیالات مثلاً مقبوضات کی [illegible] تفریح وغراض

جد و تشنگی انتقام انسانون کے افعال کا نصب العین ہوتے ہین - شاید اس سے اور بھی زیادہ زندہ رہنے کی ضرورت ہے جو اعلیٰ ترکیب کی طبیعتون کو زندگانی اور تفریح کے مجادلین ڈال کر دیتی کی طرف مائل کرتی ہی اس بارہ مین کسی شک و شبہ کی گنجایش نہین ہو سکتی - قوم افراد پر مشتمل ہوتی ہی - اور سلطنت جماعتو پر جس غرض کا اثر ہر ممبر پر فرداً فرداً ہوتا ہی وہ کل جماعت مین مجموعی حیثیت سے نمایان ہوتی ہی - وہ چیز جسکے تابع در اصل اقوام کے تعلقات ہین، مقبوضات، قوت اور فرمانروائی کا مستقل مجادلہ ہی - اور حق کا احترام صرف اس حد تک کیا جاتا ہی جہان تک کہ وہ انتفاع کے منافی نہو جب تک کہ ہستی پر انسانی جذبات و خواہشات رکھنے والے نفوس سلامت ہین - جب تک ایسی قوتین عالم وجود مین ہین جو ہستی و بالا کی کے وسیع دائرے کے لیے جد و جہد کرتی ہین - اس وقت تک مخالفانہ و مجادلانہ خیالات ظہور مین آتے رہینگے اور جنگ کے موقع پیدا ہوتے رہینگے -

قدرتی قانون جسکی صورت مین کل کائناتی فطرت کے قوانین آسکتے ہین تعاون مجادلہ ہی - کل تمدنی سوشل صفات، کل خیالات، ایجادات، اور انتظامات اور در حقیقت خود سوشل نظام اندرونی سوشل مجادلہ کا نتیجہ ہین جس مین ایک سلامت رہتا ہی اور دوسرا مردود یا فنا کر دیا جاتا ہی - بیرونی سوشل یا بالاتر از سوشل مجادلہ جو سوسائٹیون، قومون، اور نسلون کی تمدنی ترقیون مین ہمیشہ ہوتا ہی جنگ ہی - اندرونی ترقی یا دوسرے الفاظ مین اندرونی سوشل مجادلہ انسان کا روزانہ کام ہی - جو مجادلہ خیالات جذبات، خواہشات، سائنس اور ہستی و بالائی سے تعبیر کیا جا سکتا ہی - بیرونی ترقی یا بالاتر از سوشل مجادلہ خونی مجادلہ اقوام یعنے جنگ ہی - اس مجادلہ کی ایجادی قوت کل اشیا مین ہی، نشو و نما اور فرسودگی مین ایک جزو کی فتح اور دوسرے کی شکست مین - یہ مجادلہ خلق کرنے والا ہی کیونکہ وہ باعث استخراج ہوتا ہی

اس سوشل نظام کے جہان سب سے زیادہ قابل لوگ سب سے بڑا اثر رکھتے ہین اندرونی مجادلہ مین سب سے زیادہ حیات کا ثبوت ملیگا - بیرونی سوشل مجادلہ یعنی جنگ مین اس قوم کو فتح نصیب ہو گی جس کا پلہ میزان سب سے زیادہ جسمانی، دماغی، اخلاقی، مادی اور سیاسی قوت سے بھاری ہوگا اور جو بہترین سے بہتر طریقہ پر اپنا تحفظ کر سکے گی - ایسی قوم کے لیے جنگ موافق حیاتی صورتین، وسعت کیلیے بڑے امکانات اور وسیع اثرات فراہم کرے گی اور اسطرح سے نوع انسان کی ترقی مین مدد دے گی کیونکہ یہ کھلی ہوئی بات ہی کہ وہ دماغی و اخلاقی اجزا جن سے جنگ مین فضیلت یقینی ہو جائے وہی اجزا

ہین جو ترقی پذیر اور افزائش کے دائرہ کار کو ان مین پیدا کرتی ہین وہ فتح کا تسلسل ہوتا ہے کیونکہ ان مین ترقی کے عنصر موجود ہوتے ہین عام طور پر ریاست کی جو قوتین بلحاظ دلی اور ترقی پذیر قوتون کے مقابلہ جو پیچھے رہنے والی قومون کے نشوو نما کا گلا گھونٹ دیتی ہین اور عالم تنزل کا نتیجہ ہوتی ہین Shlegel کا قول ہے کہ جنگ اتنی ہی ضروری ہے جتنی کہ فطرت مین عناصر کا مجادلہ۔ یہ بدیہی امر ہے کہ قومون اور سلطنتون مین امن کی رقابت جیسی کہ سوسائٹی کے کل معاشرتی طبقون مین ہوتی ہے ممکن ہے۔ اور یہ بالکل ایسا مجادلہ ہے جو ضروری نہین کہ بڑھکر جنگ کی صورت اختیار کرلے۔ مجادلہ اور جنگ دونون ایک چیز نہین ہین۔ مگر رقابت اُن حالتون کی وجہ سے وقوع مین نہین آتی جو اندرونی مجادلہ کا باعث ہوتی ہین اور اسلیے اسکے وہی نتائج نہین ہو سکتے۔ افراد اور گروہون کی رقابت کے اوپر جو حدود سلطنت مین ہین وہ قانون ہے جو ظلم کو حدود معینہ کے اندر رکھتا ہے اور جس کا منشا یہ ہے کہ حق غالب رہے۔ قانون کے پیچھے قوت سے مسلح سلطنت ہوتی ہے۔ اُس قوت سے وہ جائز طور پر صرف تحفظ ہی کا کام نہین لیتی بلکہ سوسائٹی کے اخلاقی اور روحانی فوائد کو بھی سرگرمی سے مدد پہونچاتی ہے۔ مگر کوئی عادل قوت ایسی نہین ہے جو ظلم کی روک کیلیے سلطنتون کی رقابت پر تلی ہو اور اُس رقابت اور اسکی ہمت کے ساتھ نوع انسان کے اعلی ترین مقاصد کو فائدہ پہونچائے۔ سلطنتون کے درمیان حماقت ہی ظلم کی روک ہے گو تقاضاے اخلاق و تہذیب ہی ایک حد تک اپنا کام کرتی ہین۔ ہر ایک قوم کیلیے اپنا فرض ادا کرنا اور اپنے مقاصد و خیالات کو مدد پہونچانا لازم ہے۔ اگر ایسا کرنے سے دوسری سلطنتون کے خیالات و آرا اور اسکے خیالات و آرا مین تصادم واقع ہوجائے تو اس کیلیے یا تو مزاحمت ختم کرنا لازم ہے یا رقیب قوم یا سلطنت کی فوقیت کو تسلیم کرنا یا سختی سے کام لینا اور حقیقی مجادلہ یعنی جنگ کے مقابلہ مین آنا ضروری ہے تاکہ اسکی زمین غالب رہے کوئی قوت ایسی نہین ہے جو سلطنتون کے درمیان فیصلہ کرسکے اور اپنے فیصلہ کو منوا دے۔ درحقیقت خرابی و فرسودگی کی اور ارواح خبیثہ پر حقیقی عناصر ترقی کا غلبہ حاصل کرنے کے لیے سوا جنگ کے کوئی دوسری تدبیر کارگر نہین۔

یہ ممکن ہے کہ کئی کمزور قومین کسی کمزور تر قوم کو شکست دینے کیلیے ملجائین اور مجموعی حیثیت سے اُسکے مقابلہ مین برتر ثابت ہون اس کوشش مین کچھ عرصہ تک کامیابی ہو سکتی ہے مگر آخر مین کثیر تر زندہ دلی کو غلبہ ہوگا متحدہ مخاصمین مین خرابی کے تخم موجود ہوتے ہین اور قوی قوم مین عارضی شکست سے تازہ قوت آجاتی ہے جس سے

اُس کو اپنی مادی فضیلت پر آخر میں فتح ہوتی ہی۔ جرمنی کی تواریخ اس صداقت کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ لہذا یہ قانون فطرت کا ایک عام قانون ہی۔ ذاتی حفاظت کا خیال جو ہر جاندار ہوتا ہی زندگی کی قدرتی شرط تسلیم کیا گیا ہی۔ انسان جنگجو ہی۔ نفس کشی ہیان کو ہاتھ سے دینا ہی خواہ شخصی سلطنتیں ہوں خواہ سلطنتوں کی صورت میں جو افراد کا مجموعہ ہیں۔ سب سے پہلا اور افضل قانون اپنی خود مختار زندگی کا تیار رکھنا ہی۔ صرف خود شناسی سے سلطنت اپنے شہروں کے لیے زندگی قائم رکھ سکتی ہی اور اُس قانون حفاظت کا اطمینان دلا سکتی ہی جسکے مانگنے کا ہر شخص کو مجاز حاصل ہی۔ خود شناسی کا یہ فرض محض مخاصمانہ حملوں کے پسپا کر دینے سے پورا نہیں ہوتا اُسکے ساتھ یہ فرض بھی لگا ہوا ہی کہ کل قوم کو جو سلطنت کے دائرہ حکومت میں ہی زندگانی اور ترقی کے امکان کا اطمینان دلا یا جائے۔

مضبوط تندرست اور اقبالمند قوموں کے افراد کی تعداد بڑھتی ہی۔ کسی خاص قطعہ کے اندر اپنی حدود کی مسلسل توسیع چاہتی ہیں۔ اِن کو اپنی فاضل آبادی کے رہنے کیلیے نئے ملک کی ضرورت ہوتی ہی۔ چونکہ کرۂ ارض کا تقریبًا ہر ایک حصہ آباد ہی نیا ملک قاعدۃً مالکان کو نقصان پہونچا کر ہاتھ آتا ہی۔ یعنے بذریعہ تسخیر جو اس صورت سے قانون ضرورت ہو جاتا ہی تسخیر کا حق عام طور پر تسلیم کیا گیا ہی۔ اور استعمار کا عملدرآمد ہوتا ہی۔ وہ ممالک جنکی آبادی کثرت سے بڑھ جاتی ہی تارک الوطنوں کی کھیپیں کی کھیپیں دیگر سلطنتوں اور سرزمینوں میں بھیجتے ہیں۔ یہ نئے ملک کے واضعان قوانین کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ مگر اصل باشندوں کی نقصان رسانی سے اپنے لیے موافق شرائط زندگی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ فعل تسخیر کے مساوی ہی۔

نوآبادیوں کا حق بھی مسلمہ ہی۔ وسیع اراضیات جو ادنی طبقہ کے غیر مہذب لوگوں سے آباد تھیں اب نہایت مہذب سلطنتوں کے قبضہ میں ہیں اور اُنکے زیر حکومت کر دی گئی ہیں اعلی تہذیب اور اُسی کے موافق اعلی قوت الحاق کی بنیادیں ہیں۔ یہ حق اس میں شک نہیں نہایت ہی مبہم ہی اور اس کا تعین ناممکن ہی کہ کس مقدار کی تہذیب سے الحاق اور قبضہ جائز ہو سکتے ہیں۔ اسلیے کوئی معقول حد ان بین الاقوامی تعلقات کی معلوم کرنا ناممکن ہی۔ اسی سبب سے بہت سی جنگیں ظہور میں آئی ہیں۔ مسخر قوم تسخیر کے اس حق کو نہیں مانتی اور قوی تر مہذب قوم مسخر قوم کی خود مختاری کے دعوے کو تسلیم کرنے سے انکار کرتی ہی۔ یہ معاملہ نہایت ہی نازک ہو جاتا ہی درآن حالیکہ مرور زمانہ سے تہذیب کی حالتیں بدل جاتی ہیں۔ محکوم قوم شاید زندگانی

کے اصلی طریقے اور خیالات اختیار کر لیتی ہی اور تہذیب کا فرق بدین وجہ گھٹ جاتا ہی۔ معاملات کی یہ صورت برطانوی ہندوستان مین پختہ ہو رہی ہی۔

آخرالامر حق تسخیر بذریعہ جنگ مانی ہوئی بات ہی۔ یہ ہو سکتا کہ کوئی پھیلنے والی قوم غیر مہذب قومون سے بھی آبادیان نہ لے سکے اور با ایں ہمہ فاضل آبادی جنھین ان کا اصلی ملک آگے کو کھلانے کی استطاعت نہین رکھتا برقرار رکھی جائے اُس صورت مین صرف یہی طریقہ ہو کہ ضروری آراضی کو بذریعہ جنگ حاصل کیا جائے۔ اسی طرح سے اپنی حفاظت کی تمیز ناگزیر طور پر جنگ اور غیر ملکی زمین کی تسخیر کا باعث ہوتی ہی اُس حالت مین حق فاتح کی طرف ہو نہ بجانب مالک۔ شاذ و نادر لوگ گیٹی کے مصرعون کا منشا سمجھ سکتے ہین "وہ جو تمھین اپنے بزرگون سے قابض و مالک ہونیکے لیے پہونچا ہو اسے لینا چاہیے" طرابلس مین اٹلی کا طرز عمل اسی قسم کا تھا اور جرمنی مراکش کے معاملہ مین اسی قسم کے ارادہ پر اٹھ نہ سکا۔ ان حالتون مین طاقت سے حق قبضہ یا تسخیر حاصل ہوتی ہی۔ طاقت ہی افضل ترین حق ہی اور اس مباحثہ کا فیصلہ کہ حق کیا چیز ہی ثالثی جنگ سے ہوتا ہی۔ جنگ از روے علم حیات منصفانہ فیصلہ دیتی ہی کیونکہ اسکے فیصلون کی بنا خود فطرت پر ہوتی ہی جس طرح کہ خاص خاص حالتون مین آبادی کی زیادتی جنگ کے لیے قابل اطمینان دلیل ہوتی ہی اسیطرح صنعت و حرفتی حالتین خواہی نخواہی یہی نتیجہ پیدا کرتی ہین۔

امریکہ انگلستان جرمنی مین جو خاص تجارتی ملک ہین کثیر التعداد کاریگرون اور عوام الناس کیلیے کارخانون مین اُجرت کا کام ملتا ہی۔ وہان کے باشندے کارخانون کی بنائی ہوئی کل چیزین صرف نہین کر سکتے لہذا کارخانون کا انحصار زیادہ تر برآمد مال پر ہوتا ہی۔ اُس وقت تک کاروبار اور نوکریان مل جاتی ہین جبوقت تک ایسے گاہک ہاتھ آتے ہین جو خوشی سے انکی تیار کردہ چیزین لیلین کیونکہ انکے مصارف غیر ملک ادا کرتا ہی گر اس غیر ملک کو اس خراج سے آزاد ہونے اور اپنی کل ضروریات کی چیزین تیار کرنے کا بیحد خیال ہوتا ہی۔ اسلیے ملکی حرفتین قائم کرنے اور اُن کو محصولات سے بچانے کے لیے عام کوشش کی جاتی ہی۔ لیکن غیر ملک اسکے برخلاف بازار اپنے ہاتھ مین رکھنے مقابلہ کرنے والی حرفتون کے پامال یا کمزور کرنے کی کوشش کرتا ہی اور اس طور پر نئے گاہک کو اپنے ہاتھ مین رکھنے یا نئے گاہک پیدا کرنے کی سعی ہوتی ہی۔ یہ ایک تلخ مجادلہ ہی جو دنیا کے بازارون مین پھیلا ہوا ہی۔ محصولات کی جنگون مین اُسنے اکثر حالتون مین مخاصمانہ صورتین بھی اختیار کر لی ہین اور آیندہ زمانہ مین یہ مجادلہ یقینی سخت ہو جائے گا۔ بڑے تجارتی ملک ایک طرف باہر والون

پر اپنے دروازے بند کردینگے اور دوسری طرف ان ممالک مین جو ابھی تک پستی کے درجہ مین ہین ترقیین بڑھینگی اور اسطرح یہ ممالک پستی محنت اور کثرت ساخت کی وجہ سے مقابلہ پر سے حریف ممالک کے دل ستا بیچ سکینگے - یہ آخر الذکر سلطنتین تجارتی دنیا مین اپنے آپ کو معرض خطر مین پائینگی اور برآمدی ممالک کے کاریگرون کے حالات معاشرت قابل اطمینان نہ رہینگے ایسی سلطنت کو (لوگون کے دوسرے ملکون کو چلے جانے کی وجہ سے) نہ صرف اپنی آبادی کے ایک قیمتی حصہ سے محروم ہونے کا اندیشہ ہے بلکہ بوجہ کمی مال ومنافعات مہذب وسیاسی دنیا مین اپنے اقتدار سے گرجانے کا بھی خطرہ ہے اس حالت مین ہم آجکل ترقی کی شاہراہ پر کھڑے ہین - ہم اس امکان کو رد نہین کرسکتے کہ کوئی سلطنت اپنی آبادی کے لیے ابھرتی کام فراہم کرنے کی ضرورت سے جنگ کرنے پر مجبور ہوسکتی ہے - اگر مراکش مین بہ نسبت آج کے زیادہ قیمتی فوائد معرض خطر مین ہوتے اور ہماری تجارت کو واقعی اندیشہ ہوتا تو جرمنی مراکش سے یا از این بغیر مبادلہ کے بدقت فرانس کو نہایت عمدہ موقع دینے پر رضامند ہوتا - اگر انگلستان کی ہندوستانی تجارت کو جس کا قبضہ مین رکھنا اسکی عالمگیر سلطنت کی بنا ہے کسی حملہ کا ڈر ہوتا تو وہ بھی اسمین شک نہین کہ جنگ سے نہ جھجکتا جس طرح وہ جنوبی افریقہ مین سونے اور ہیرے کی کانون کے مالکانہ حق پر لڑا تھا - لہٰذا یہ عالم کہ جنگ کا انحصار حیاتی قوانین پر ہے اس نتیجہ کو پہونچاتا ہے کہ جو کوشش اس کو بین الاقوامی تعلقات سے خارج کرنے کی کی جاسے گی بدلائل غیر استوار ہوگی لیکن وہ صرف حیاتی قانون نہین ہے بلکہ اخلاقی فرض ہے اور اس حیثیت سے تہذیب کا جزو لاینفک ہے -

جو رائے کا پہلو اس خیال کے بارے مین اختیار کیا گیا ہے اسکا قریبی تعلق اس رائے سے ہے جو زندگانی کے متعلق عام طور پر ہے - اگر ہم کسی شخص یا قوم کی زندگی کو کوئی محض مادی چیز یا ایسا وقوعہ جس کا انجام موت یا جسمانی انحطاط ہو خیال کرلین تو ہم کو از روے منطق سمجھنا پڑے گا کہ انسان کا انتہاے مقصود ایک نہایت خوش وخرم زندگی کا لطف اور حتی الامکان تکالیف جسمانی کا دفاع ہوتا ہے - ایسی صورت مین سلطنت ایک قسم کی اطمینان دلانے والی کمپنی سمجھی جاے گی - اور وہ اس بات کی ضمانت ہوگی کہ ہم زندگی کا لطف بلا اسکے کہ کوئی ہمین ستاے اعلیٰ پیمانہ پر اٹھائین سلطنت کے جبریہ فرایض اطمینان مال وجان تک محدود ہونا چاہئین سلطنت ایک قسم کی قانونی عدالت سمجھی جاے گی اور شخص مخصوص جنگ کو بڑی سے بڑی ممکن التصور برائی خیال کرنے پر مائل ہوگا - برخلاف ازین اگر ہم

انسانون اور سلطنتون کی زندگی کو مجموعی وجود کا محض ایک جزو خیال کرین جسکے انتہائی تصور کی بنا صرف سلطنت زندگی پر نہین اور کل سلطنت کو بوقلمون حالات زندگی کے ضروریات سے سمجھین تو سلطنت کا اہم کام نہایت مختلف صورت مین ظاہر ہوگا سلطنت ہمارے لیے محض ایک قانونی اور [illegible] نہ ہوگا - سیاسی اتحاد کی ہمارے نزدیک صرف یہی غرض نہ ہوگی کہ فوائد تہذیب شخص واحد کو حاصل ہوجائین بلکہ اس سے زیادہ شاندار کام اسکا یہ ہوگا کہ اقوام کے قوائے دماغی و اخلاقی کو ترقی کے اعلےٰ ارتفاع پر پہونچاے اور اُنکے لیے دُنیا پر وہ اثر حاصل کرے جس کا میدان انسانیت کی متحدہ ترقی کا [illegible] ہے - ہم سلطنت مین جیسا کہ فچ (Fitchte) نے بتلایا ہی ایک علامت آزادی کی نسل انسانی کے لیے دیکھینگے جس کا کام دنیا مین اخلاقی فرض کو عملی صورت مین لانا ہی - ٹریٹس چکی (Triets-
-chke) کا قول ہی کہ سلطنت ایک اخلاقی جماعت ہی اس کا فرض ہی کہ نسل انسانی اپنے کسب کردہ علوم سے تعلیم دے - اور اسکی انتہائی غرض یہ ہی کہ قوم اسمین ترقی اور اسکے ذریعہ سے حقیقی خصائل پیدا کرے - یہ قوم اور افراد دونون کے لیے یکسان اعلی اخلاقی کام ہی -

یہ اعلی وسعت ترقی کبھی محض شخصیت کے اندر وقوع مین نہین آسکتی - انسان اپنی اعلی قابلیتون کو صرف جماعت یا سوشل نظام کے ساتھ جس کی خاطر وہ زندہ ہی اور کام کرتا ہی شریک ہوکر بڑھا سکتا ہی اس کو خاندان مین سوسائٹی مین سلطنت مین رہنا چاہیے جو شخص واحد کو ان تنگ دائرے سے جن مین وہ اپنی زندگی گذارتا ہی نکال کر عظیم الشان مشترکہ انسانی فوائد کے لیے کام کرنے والا بناتی ہی - صرف سلطنت ہی Schkier macher کی تعلیم ہی جو شخص واحد کو اعلی درجہ کی زندگی بخشتی ہی -

اس نقطہ خیال سے جنگ ایک اخلاقی ضرورت سمجھی جاے گی بشرطیکہ وہ قوم کے نہایت بیش قیمت فوائد کے تحفظ کیلئے کی جاتی ہی لیکن معتقدین مادہ کم از کم اصولاً اُس سے محترز ہین -

اگر ہم سلطنت کا تصور ان اعلی پہلو سے جانین تو ہم کو جلد معلوم ہوجاے گا کہ وہ اپنے شاندار اخلاقی مقاصد تک نہین پہونچسکتی تا وقتیکہ اسکی سیاسی قوت نہ بڑھے - وہ اعلی مقصد جو اسکا نصب العین ہی خود اسکی مادی ترقی سے وابستہ ہی صرف سلطنت ہی اثر کے وسیع دائرہ کے لیے جد و جہد کرتی ہی اُس اثر سے وہ کیفیات پیدا ہوتی ہین جن سے نوع انسان نہایت شاندار کمال پر ترقی کرتی ہی - کل بہترین انسانی قابلیتون اور اوصاف کی ترقی کو صرف عمل کے بڑے اسٹیج پر جو سلطنت کی طرف سے مہیا کیا جاتا ہی جولانگاہ

ملسکتی ہی۔ مگر جب سلطنت اپنی توسیع قوت سے دست بردار ہوجاتی ہی اور ہر جنگ سے جو انکی توسیع کے لیے ضروری ہی بچنے لگتی ہی۔ جب وہ قیام زندگی پہ قانع ہو کر زیادہ بڑھنا نہیں چاہتی جیسا امن و چین سے کاہل الوجود شخص کی سعی ترقی پست ہوجاتی ہی تو اُسکے شہریوں کی نشو و نما رک جاتی ہی۔ ہر فرد کی کوششیں رک جاتی ہیں اور معاملات کی اولوالعزمی نظر سے غائب ہوجاتی ہی تمثیل کے لیے کل قابل رحم چھوٹی چھوٹی سلطنتیں موجود ہیں اور ہر ایک بڑی سلطنت جسے اپنے اوپر اعتماد نہ ہوگا اس بلا کا شکار ہوجائے گی۔

ہر قسم کے ذلیل اور ذاتی اغراض امن کے طویل زمانہ میں خروج کرتے ہیں خود غرضی اور سازش کا شور ہوتا ہی اور آرام مجلسی اولوالعزمی کو محو کر دیتا ہے۔ روپیہ کو کثیر اور ناجائز قوت حاصل ہوجاتی ہی اور خصائل حمیدہ کا کما حقہ احترام نہیں ہوتا شلر Schiller کا قول ہی۔

"پرامن ایام سے آدمی کی ترقی رک جاتی ہی۔ اُسکی جرأت کاہلی اور تن آسانی سے فرد ہوجاتی ہے۔ قانون کمزور کا شکار ہی۔ قانون دنیا کو ایک ہی حالت میں رکھتا ہی۔ لیکن جنگ میں انسانکی قوت ظاہر ہوتی ہی جنگ ہر ذلیل چیز کو شریف بنا دیتی ہے حتّٰی کہ بزدل بھی اپنے نام کو جھٹلا دیتا ہے۔

جنگیں گو خوفناک چیزیں ہیں لیکن ضروری ہیں۔ کیونکہ وہ سلطنت کو سوسائٹی میں ایک جگہ ٹھہرے رہنے سے بچاتی ہیں۔ کیا اچھا ہی کہ اسطرح سامان دنیا کی ناپائداری کا صرف اعلان ہی نہیں ہوجاتا بلکہ لوگوں کو اس کا ذاتی تجربہ ہوجاتا ہی۔ یہ سبق صرف جنگ ہی دے سکتی ہی جنگ بمقابلہ امن قومی زندگی کی تحریک اور قومی قوت کی توسیع میں بہ نسبت کسی اور ذریعہ کے جو تاریخکو معلوم ہی زیادہ مدد دیتی ہی۔ یقیناً وہ اپنے پیچھے بہت سی مادی و دماغی مصیبت لاتی ہی۔ مگر اسکے ساتھ انسانی خصلت کی نہایت شریفانہ قوتوں کو جگاتی ہی آجکل کی حالت کے ساتھ یہ بات مخصوص ہی کیونکہ اس زمانہ کی جنگ کو محض شاہنشاہوں اور گورنمنٹوں کا معاملہ نہ سمجھنا چاہیئے بلکہ وہ کل قوم کے متحد ارادہ کا اظہار ہی۔

تمام چھوٹے چھوٹے ذاتی فوائد اغراض جنگ کے سنگین فیصلہ کے سامنے کچھ بھی نہیں رہتے مشترک خطرہ سب کو مشترک کوشش میں متحد کر دیتا ہی اور جو شخص قوم کے اس فرض سے جی چراتا ہی ٹھکرایا جاتا ہی

اس اتحاد مین ایک نجات بخش قوت شامل ہوتی ہو جو قومی زندگی مین دائمی مسرت افزا نتائج پیدا کرتی ہو۔ ہمین فرانسیسی جرمن جنگ کی اتحادی قوت اور اُنکے تواریخی نتائج یاد دلانیکی ضرورت ہو وحشیانہ واقعات جو ہر جنگ کا جزو لاینفک ہین اصلی نتیجہ کے خیال کے سامنے دور بھاگ جاتے ہین۔ کل جعلی شہرتون کی نقاب جو اُن کے طویل جادو کی آغوش مین زیادہ سنگین ہوتی جاتی ہو اُٹھ جاتی ہے۔ بڑے بڑے لوگ اپنی موزون جگہ لے لیتے ہین، طاقت، صداقت، اور عزت پھر عود کر آتی ہو اور اُن سے کام لیا جاتا ہو۔

"ہزارون موثر خصوصیات اس مقدس قوت کی جو ایک سچی جنگ شریف قومون مین پیدا کرتی ہو شہادت دیتی ہین، فریڈرک اعظم نے جنگ کے اثر کو تسلیم کیا ہو۔ اُس کا قول تھا۔ کہ "جنگ سے تمام خوبیون کو نہایت زرخیز مقام مل جاتا ہو۔ ثابت قدمی، رحم، بلند ہمتی، دلاوری اور ترس ہر لحظہ اُن کے اندر چمکتے ہین۔ ہر لحظہ ان مین سے کسی نہ کسی خوبی کے کام مین لانے کا موقع ملتا ہو۔"

جس وقت کہ سلطنت پکار کر کہے کہ میری جان تک معرض خطر مین ہو، سوشل خود غرضی اور فرقہ بندی کی دشمنی دب جانی چاہیئے۔ ہر شخص خودی کو بھول جاے اور یہ سمجھے کہ مین پوری جماعت کا ایک فرد ہون۔ اس کو جاننا چاہیے کہ میری اپنی جان کل جماعت کی بہبودی کے مقابلہ مین کچھ حقیقت نہین رکھتی۔ جنگ سرفراز کرنے والی چیز ہو کیونکہ سلطنت کے بڑے قبائل کے سامنے شخصیت معدوم ہو جاتی ہو۔ جماعت کے ممبرون مین ایک دوسرے سے محبت ایسی شان کیساتھ کہین نمایان نہین ہوتی ہو جیسی جنگ مین۔ یہ خواہش کہ انسانون مین دلاوری متروک ہو جاے اخلاق کی بڑی برگشتگی ہو۔"

حتی کہ شکست کا نتیجہ بھی اچھا ہو سکتا ہو۔ وہ اکثر کمزوری اور مصیبت پر قضا و قدر کا حکم لگا دیتی ہو۔ لیکن وہ اکثر صحیح تازہ زندگی کا بھی باعث ہوتی ہو اور نئے اور قوی انتظام کی بنیاد ڈالتی ہو Wilhem von Humbolt کا قول ہو "جو اثر جنگ کا قومی خصائل پر ہوتا ہو اُس مین مین ایک نہایت صحت بخش عنصر دیکھتا ہون جس سے نسل انسانی بنتی ہو۔"

ایک فرد واحد کا کوئی فعل اس سے زیادہ شریفانہ نہین ہو سکتا کہ کارہاے زندگی کی بنا اپنے اصلی اور سچے خیالات پر رکھے اور اپنی زندگی اُس کام کے لیے وقف کر دے جو وہ کر رہا ہے

یہ ذاتی اخلاق کے نصب العین پر فدا کردے علیٰ ہذا القیاس قوموں اور سلطنتوں کا اعلیٰ کمال یہ ہے کہ اپنی خود مختاری اور اپنی ناموس کے قائم رکھنے میں اپنی پوری قوت کی بازی لگا دیں۔

مگر ایسے خیالات جنگ ہی میں عمل پذیر ہو سکتے ہیں۔ قومی خصائل ہیں وہ تحریک جو ان خیالات کا ماخذ ہو پیدا کرنے کے لئے جنگ کا امکان درکار ہے۔ اور صرف اسیطرح اخلاقی قوات کی پوری ترقی سے قومیں تہذیب کے اعلیٰ فرائض کا حق ادا کر سکتی ہیں۔ ایک دماغی اور مضبوط قوم کا اس سے بڑا انجام نہیں ہو سکتا کہ وہ امن کے اطمینان وہ لطف سے کاہل الوجودانہ زندگی کی میٹھی نیند سو جائے۔

اس نقطہ خیال سے امن کی کوششیں جونہی کہ ان کا اثر سیاسات پر پڑنے لگے قومی صحت کیلئے بیحد مضر ہیں۔ وہ سلطنتیں جو مختلف لحاظوں سے اس بارہ میں ہمیشہ اظہار مستعدی کرتی ہیں۔ اپنی طاقت کو جڑ سے کھو رہی ہیں۔ مثلاً ممالک متحدہ امریکہ نے جون سنہ ۱۹۱۱ء میں امن عالم کے خیالات کو اُٹھایا تھا تاکہ اطمینان سے اپنی توجہ روپیہ پیدا کرنے اور دولت کے لطف میں صرف کر سکیں اور تین سو ملین ڈالر جو ان کو بری وبحری فوج پر خرچ کرنے پڑتے ہیں پس انداز ہو جائیں اس سے وہ بڑے خطرے میں پڑ گئے ہیں اور یہ فی الحقیقت انگلستان یا جاپان کے ساتھ جنگ کے امکان سے نہیں ہے بلکہ محض اس وجہ سے کہ وہ نہیں چاہتے کہ اپنے برابر کے قوت والے دشمنوں سے لڑنے کا موقع آئے اور اس طرح اُن سیاسی جذبات سے دور رہنا چاہتے ہیں جن کے بغیر قومی خصائل کی اخلاقی ترقی ناممکن ہے اگر اس راستہ پر اُنھوں نے اور آگے قدم بڑھائے تو اُن کو اس پالسی سے بہت نقصان اُٹھانا پڑے گا۔

علاوہ بریں عیسائیانہ نقطہ خیال سے بھی ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں۔ عیسائیت کی بناء درحقیقت قانون محبت پر ہے "سب چیزوں سے زیادہ خدا سے محبت کرو اور اپنے پڑوسی سے مثل اپنی ذات کے" باعتبار تعلقات مابین الدول اس قانون کے کوئی معنے نہیں ہو سکتے کیونکہ سیاسات میں اس کا نفاذ تصادم فرائض کا باعث ہوگا۔ اس محبت کے معنی جس کا اظہار کسی شخص کی طرف سے غیر ملک کے لیے ہو یہ ہوں گے کہ اس شخص کو اپنے ہم وطنوں سے محبت نہیں ایسا نظام سیاسی لامحالہ انسانوں کو گمراہ کر دے گا۔ عیسائی اخلاق ذاتی اور سوشل ہے اور اپنی نوعیت کے

اعتبار سے سیاسی نہین ہو سکتا اُس کی غرض فرد کی اخلاقی ترقی ہو تاکہ جماعت کے فائدے کیلئے کریم النفسی کے ساتھ کام کرنے کی قوت پیدا ہو - اُس مین تاکید ہو کہ اپنے دشمنون سے محبت کرو - مگر دشمنی کا کا خیال دور نہین کیا گیا ہو - خود عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہو "مین دنیا مین امن کی رسالت نہین لایا ہون بلکہ تلوار کی" اُن کی تعلیم عام قانون تبادلہ کے خلاف دلیل ہین ہرگز پیش نہین کی جا سکتی - عیسائی مذہب سے زیادہ لڑنے والا کوئی مذہب نہین تھا - لڑائی یعنی اخلاقی لڑائی عین اُس کا جوہر ہے - اگر ہم عیسائی مذہب کے خیالات سیاست کی طرف منتقل کر دین تو ہم سلطنت کی قوت کا پایہ انسانی اخلاقی ترقی کی غرض سے منتہائے بلندی پر پہونچا سکتے ہین اور مخصوص حالتون مین وہ قربانی ہو سکتی ہو جس کی جنگ مقتضی ہے لہذا عیسائی مذہب کی رو سے ہم جنگ کو بذاتہٖ نامقبول نہین سمجھ سکتے بلکہ ہم کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ اخلاقاً وتاریخاً جائز ہے - ماسوا اسکے مخالف یعنی خاص مادی نقطۂ خیال سے ہم کو یہ فرض کرنے کا حق نہین ہو کہ جنگ بالکل ممنوعہ شے ہو - اِس رائے کا ہر ایک متنفس یقیناً بنظر خوشی کی نظر سے دیکھے گا کیونکہ اس کی جان اور عافیت ہاتھ سے جاتی ہو مگر سلطنت بہ حیثیت سلطنت مادی نقطہ خیال سے جنگ کرنے کا فیصلہ کر سکتی ہے بشرطیکہ اُس کو اس بات کا یقین ہو کہ انسان یا کسی متنفس کی قربانی سے جماعت کے حالات زندگی مین بہتری پیدا ہو جائے گی -

نقصان مقابلتہً چند افراد تک محدود رہتا ہو اور چونکہ اصلی خیال کل مادی فلسفہ کا خود غرضی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اسلیے کوئی وجہ نہین ہو کہ لوگون کی کثرت تعداد قلت رائے کو اپنے فوائد پر قربان نہ کر دے - اِسلیے وہ لوگ جو مادی نقطہ خیال سے جنگ کی ضرورت سے منکر ہین اسکی مصلحت کو ذاتی فائدے کے خیال سے تسلیم کرنے کیلیے مجبور ہو سکتے ہین - چنانچہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہو کہ جنگ صرف صریحی ضرورت ہی نہین بلکہ وہ ہر نقطۂ خیال سے جائز ہو - عملی قاعدے جو حامیان امن نے جنگ کے روکنے کے لیے پیش کیے ہین قطعی بے اثر ثابت ہوے ہین بعض اوقات یہ خیال کیا جاتا ہو کہ ہر جنگ سے حقوق کی پامالی ہوتی ہو اور نہ صرف اعلیٰ اظہار تہذیب بلکہ حقیقی بہبودی بھی ہر ایک قوم کی اُن حقوق کی پورے طور پر چلانے مین ہوتی ہو اور اس بنا پر وقتاً فوقتاً یہ تجاویز پیش کی جاتی ہین کہ وہ تنازعات جو مختلف ممالک کے درمیان پیدا ہون پنچایتی عدالت سے فیصل ہون اور اسطرح سے جنگ کو ناممکن کر دیا جائے وہ سیاست دان جو بغیر طرفداری کسی فریق کے اِن تجاویز کے امکان پر سچے دل سے یقین کرلے حیرت انگیز

طور پر کوتاہ نظر ہی - اس ضمن مین یہ سوالات پیدا ہوتے ہین کہ اس پنچایتی عدالت کے فیصلہ کی بناء کس استحقاق پر ہی اور کونسی منظوریان اس بات کی ضمانت ہین کہ فریقین اِس فیصلہ کو مان لینگے؟

پہلے سوال کا جواب یہ ہی کہ ایسا استحقاق نہ ہی نہ ہوسکتا ہی - استحقاق کا خیال دو پہلو لیے ہوے ہی - اول اِس مین استحقاق کا ادراک مضمر ہی یعنے اصلی احساس بُرے اور بھلے کا - دوسرا وہ استحقاق جو سوسائٹی اور سلطنت کا مقرر کردہ ہے خواہ وہ تحریری یا قدیمی روایات سے جو زبان زد خلایق ہون ثابت ہوتا ہی - پہلے تو وہ غیر معین محض ذاتی تصور ہی - دوسرے معنی مین وہ تغیر پذیر اور قابل ترقی ہی یا استحقاق مجوزہ قانون نہ ایتہ استحقاق حاصل کرنے کی کوشش ہی - اس معنی مین استحقاق سوشل مقاصد کا نظام ہی جو جبریہ حاصل ہوتا ہی - لہذا یہ ناممکن ہی کہ تحریر مین کل مخاص باتین کسی خاص حالت کی آجائین اور اجرلے استحقاق قانونی مین ہمیشہ ترمیم ہونی لازم ہی تاکہ کم وبیش انصاف سے تطابق ہوجاے - کسی خاص معاملہ کے تصفیہ مین ایک طرح کی آزادی معدلت گستری کو ملنا چاہیے - رائج الوقت قانون خیالات کے مقررہ اور محدود دائرے مین بہت کم قطعی طور پر مبنی بہ انصاف ہوتا ہی - اِس استحقاق کا تصور بھلائی اور بُرائی کے ادراک کی پیچیدہ نوعیت سے اور بھی زیادہ دھندلا ہوجاتا ہی - بھلائی اور برائی کا بالکل ادہی دوسرا ادراک متنفسون مین خواہ لوگ ہون یا قومین بڑھ جاتا ہی اور یہ ادراک بہت سی مختلف صورتون مین ظاہر ہوتا ہی اور لوگون کے دلون مین قانون رائج الوقت کے ساتھ اور بسا اوقات اُن کے خلاف رہتا ہی عیسائی ممالک مین قتل ایک سنگین جرم ہی - ایسے لوگون مین جہان انتقام خون ایک مقدس فرض ہی وہ اخلاقی فعل سمجھا جاسکتا ہی اور اِس سے غفلت جرم خیال کی جاتی ہے - بھلائی کے ان مختلف خیالات کا تطابق ایک ناممکن بات ہی -

ابہام کا سبب ایک اور بھی ہی - ایک قوم کا اخلاقی ادراک مختلف فرقہاے فلسفہ کے تغیر پذیر خیالات کے ساتھ ساتھ بدلتا رہتا ہی - رائج الوقت قانون اس اندرونی ترقی اور اس اخلاقی ادراک کے نمونہ کے ساتھ کبھی نہین چلسکتا - وہ پیچھے رہجاتا ہی اور ایسی صورتین پیدا ہوجاتی ہین کہ لوگون کا اصلی اخلاق ادراک مقرر کردہ قانون سے ٹکراجاتا ہی - قانونی مراسم پُرانے ہوجاتے ہین

مگر معدوم نہین ہوتے Mephistopheles (میفس ٹافیلز) کے تمسخرانہ الفاظ سچے ہوتے جاتے ہین۔

" قوانین جیسا ہر شخص کو معلوم ہے بالکل مثل موروثی بیماری کے بھیجے جاتے ہین۔ وہ نسلاً بعد نسلاً منتقل ہوتے ہین اور دبے پانون ایک مقام سے دوسرے مقام پر جاتے ہین عقل کو وہ خبط کر دیتے ہین۔ اس سے بھی زیادہ بُری بات یہ ہے کہ وہ بھلائی کو برائی بنا دیتے ہین "

چنانچہ کوئی قطعی حقوق اُن لوگون کے لیے بھی نہین قائم کیے جا سکتے جن کے خیالات خانگی اور سوشل میل جول مین متحد ہین۔ قانون سلطنت کا تصور بالکل ٹھیک معنون مین ناممکنات سے ہے اور وہ ناقابل برداشت صورتین پیدا کرنے کا باعث ہو سکتا ہے سخت اور کڑے اصول کی اصلاح قانون مقررہ کی مجریہ ترقی اور رحم و اعانت (جن کو خود قوم نے جائز رکھا ہے) ہونی چاہیئے۔ اگر صرف کشتی (duel) ہی دو شخصون مین انصاف کے مفہوم کا فیصلہ کرے تو قومون اور سلطنتون کے پیچیدہ تعلقات مین بین الاقوامی قانون کس قدر زیادہ ناممکن العمل ہو جائیگا ہر ایک قوم اپنے اپنے حق کے خیال کو ظاہر کرتی ہے۔ ہر ایک اپنے اپنے معیار اور مقاصد رکھتی ہے جو یقینی ناگزیر ہوتے ہین اور اُسکے خصائل قومی زندگی سے نکلتے ہین۔ یہ مختلف خیالات معقولیت کی شان لیے ہوئے ہوتے ہین۔ اور دوسری قومون کے خیالات مخالف ہو سکتے ہین اور اسلیے کوئی نہین کہہ سکتا کہ ایک کے حق کو دوسرے کے حق پر ترجیح ہے۔ انسان کے حقوق عالمگیر نہ کبھی ہوئے ہین نہ ہون گے۔ البتہ کہین کہین خاص تعلقات بین الاقوامی قوانین کے تابع کیے جا سکتے ہین۔ مگر قومی زندگی کا بہت بڑا حصہ قانون کی زنجیرون سے آزاد ہے۔ اگر کوئی ایسی کوشش کی بھی جائے۔ اگر کوئی بسیط بین الاقوامی دستور العمل مرتب بھی کیا جائے۔ تو کوئی خوددار قوم اپنے ذاتی خیال حق کو اُسپر قربان نہ کرے گی۔ ایسا کرنے سے وہ اپنے اعلیٰ معیارون سے ہاتھ دھو بیٹھے گی اور اپنے ادراک انصاف کو ناانصافی سے پامال کرانا گوارا اور گویا اپنے آپ کو ذلیل کرنا پسند کرے گی۔

پنچائتی معاہدات ایسی حوصلہ مند قوم کے لیے نہایت ہی مضر ہونے چاہئین جو ابھی اپنے

سیاسی وقومی منتہا پر نہین پہونچی ہو اور اپنی قوت کے بڑھانے کی طرف کوشان ہے تاکہ عزت سے
دُنیا مین اپنا فرض ادا کرے ہر ایک ثالثی عدالت کی کوئی خاص سیاسی حیثیت ہونا لازم ہے جسکو
اُسے قانون کی عطا کی ہوئی حیثیت سمجھنا چاہیے اور ہر قسم کے تغیرات ضروری سے ضروری جن پر
کل معاہدہ کرنے والے فریق متفق نہین ہین مداخلت بیجا سمجھے جانے چاہئین - اس طریقہ سے
ہر ترقی پذیر تبدیلی رک جاتی ہو اور ایک قانونی حالت پیدا ہو جاتی ہو - جو بآسانی اصلی صورت
معاملات سے ٹکرا سکتی اور نوجوان وقومی سلطنت کی توسیع مین روڑا اٹکا سکتی ہو - جس سے ایسی
سلطنت کو فائدہ پہونچے جو تمدن کی پستی مین ہو - یہ باتین دوسرے فیصلہ کن سوال کا جواب ہین
ثالثی فیصلہ کی تعمیل اس صورت مین کہ کوئی سلطنت اُسکے ماننے سے انکار کرے کیونکر کرائی جاسکتی
ہے؟ وہ قوت کہان ہو جو اس بات کی ضمانت ہو کہ مجوزہ فیصلہ کی تعمیل اسکے سنانے کے بعد
ہو جائے گی - امریکہ مین الیہو (Elihu Root) روٹ سابق وزیر سلطنت نے ۱۹۰۷ء مین
اعلان کیا تھا کہ عدالت عالیہ عدل بین الاقوامی مجوزہ ہیگ کانفرنس دوم عام رائے کے اصرار
سے صریح وواجب العمل فیصلے دے گی - موجودہ لیڈران تحریک امریکائی امن اس خیال سے
متفق معلوم ہوتے ہین بیچون کی سی سمجھ سے اِن کو اس بات کا یقین معلوم ہوتا کہ عام رائے اِس
خیال کی ضامن ہو جس کو امریکہ کے سرمایہ دار اپنی ذات کے لیے نہایت نفع بخش سمجھتے ہین - انکو اسکی
مطلق حس نہین ہو کہ نوع انسان کی ترقی کے مشاغل مادی بہبودی تجارت وکسب زر کے علاوہ
اور بھی کچھ ہین - واقعی امر یہ ہو کہ عام رائے کا متفق ہونا بعید بات ہو اور حقیقی جبر صرف بذریعہ جنگ
کام مین لایا جاسکتا ہو - مگر بہمات جنگ ہی وہ چیز ہے جس سے احتراز کیا جاتا ہو - فرض کرو کہ
ایک ثالثی عدالت جدا جدا ملک کے تنازعات کے بیچ مین پڑتی جب کہ روما کی سلطنت عالم وجود مین
تھی - ایسی سلطنت نہ پیدا ہو سکتی ہو نہ ہوگی - اگر پیدا ہو بھی تو وہ مثل ایک عام لیگ امن کے
انسان کی اُس کل ترقی کے لیے بلائے بے درمان ہوگی جس کا انحصار مختلف گروہون کے اغراض مخالفانہ
وازادانہ رقابت پر ہی - جب تک کہ ہم موجودہ نظام سلطنت کے اندر رہتے ہین - جرمن شاہی یونین
صدر نے تیس مارچ سنہ ۱۹۱۱ء کو ریشٹاگ کی مجلس مین اثنائے تقریر مین یہ کہکر پردہ
فاش کر دیا کہ ثالثی معاہدات مابین الاقوام ایسے قانونی نتائج تک محدود ہونا چاہئین جو صاف

اور محقق ہون اور یہ کہ عام ثالثی معاہدہ مابین الممالک دائمی امن کیلیے ضمانت نہین ہوسکتا۔ ایسے معاہدہ سے البتہ صرف یہ ثابت ہوسکتا ہو کہ دو معاہدہ کرنے والی سلطنتون مین کوئی بڑی ترغیب امن شکنی کی تصور مین نہین آسکتی اسلیے صرف اُس سے پرانے تعلقات مستحکم ہوگئے۔ اگر یہ تعلقات بدل گئے۔ اگر اُن دونون قومون کے درمیان جھگڑے جن کا اثر اُن کی قومی زندگی پر پڑتا ہو بڑھ گئے اور جنھون نے اُنھین تلملادیا تو ہر ثالثی معاہدہ مثل آتشگیر چیز کے جل جائے گا اور سوائے دھوئین کے کچھ باقی نہ رہے گا۔"

یہ یاد رکھنے کی بات ہو کہ ثالثی عدالت کا اُسی فیصلہ اپنے اثرات نتائج مین جنگی فیصلہ کو پھر کبھی نہین لاسکتا جسے کہ اُس سلطنت کے متعلق بھی جس کی طرفداری مین وہ فیصلہ ہو۔ تمثیلاً ہم فرض کرتے ہین کہ سلیسیا (Silesia) ثالثی عدالت کے فیصلہ سے نہ کہ لاثانی جوانمردی کی جنگ سے فریڈرک اعظم کو ملتا تو کیا اِس صوبہ کا ملنا پرُشیا اور جرمنی کے لیے اتنا ہی اہم ہوتا جتنا کہ جنگ کی حالت مین کوئی شخص اُس کو نہین مانیگا۔

قوت کا مادی اضافہ جو فریڈرک کے ملک کو سلیسیا کے ملنے سے حاصل ہوا ہو کم قدری کی نگاہ سے دیکھے جانے کے قابل نہین ہو۔ مگر کہین زیادہ اہم یہ بات تھی کہ اُس ملک کو قوی ترین یوروپین متفقہ قومین فتح کرنے سے عاجز رہین اور اُس نے اپنے اقتدار سے ظاہر کردیا کہ اُسکا گھر آزاد دماغی و مذہبی ترقی کا مسکن ہو جنگ ہی نے پرُشیا کی قوت کی بنیاد ڈالی اور اِس قوت سے شکوہ و اعزاز کی وہ میراث پائی جس کی بابت اب پھر کوئی بحث نہین ہوسکتی جنگ نے اس پرُشیا کو سخت مثل فولاد بنادیا جس کی وجہ سے نیا جرمنی یورپ کی قوی سلطنت اور آیندہ کی دولت عالم بنگیا۔ یہان جنگ نے ایک بار پھر اپنی خلق کرنے والی قوت کا ثبوت دیا اور تواریخ کے سبق پڑھنے سے ہم کو یہی نتیجہ متواتر ملے گا۔

اُن کل دلائل سے ہم کو معلوم ہوجائے گا کہ نہایت متضاد صورتون سے جو کوششین جنگ کی منسوخی کیلیے کی گئی ہین احمقانہ ہی نہین بلکہ کلیتہً خلاف اخلاق ہین اور نسل انسانی کے واسطے کلنک ٹیکے سے زیادہ وقیع نہین۔ اِس کل مباحثہ کا خلاصہ کیا ہو؟ یہ انسان کو حق اور اپنے اعلیٰ مادی مقبوضات اور اپنی جسمانی زندگی کو اعلیٰ معیار و نپر قربان کرنے اور بذریعہ اُن کی اعلیٰ کریم النفسی حاصل کرنے کے امکان سے محروم کرنے کے لیے پیش کیا گیا ہو یہ اسلیے پیش کیا گیا ہے کہ

قومون اور سلطنتون کے بڑے تنازعات عدالتہائے ثالثی سے دور ہوجائین یعنی انتظامات سے ایک یکطرفہ محدود دہبی قانون بجائے تواریخ کے فیصلون کے قائم کرنے کی تجویز ہے - اس کل خیالکین قدرتی قوانین ترقی پر گستاخانہ مداخلت ہی جو بالعموم انسانیت کیلیے نہایت مصیبت انگیز نتائج پیدا کرسکتی ہی - غیر محدود مقابلہ کی بندش سے جس کی آخری اپیل ہتھیار اُٹھاتا ہی کل حقیقی ترقی کے لیے جلد رُک جانے کا اور ایک اخلاقی و دماغی سکون واقع ہونے کا جس کا انجام ترقی معکوس ہے یقین ہی علیٰ ہذالقیاس جب لوگون مین اعلیٰ معیار و نیز اقومی خصائل و سیاسی خودمختاری کے قیام پر اقومی بہبود کیے خیال سے فرمانروائی و ملکی توسیع پر اقوامی اتحاد مین علے قدر مراتب تہذیب اقوام کسی معین اثر پر تحکمانہ و سیاسی جبر سے دماغی آزادی پر جھگڑے کی عزت پر اجب خوشی کیساتھ اعلیٰ مادی نعمتین جان ، تندرستی ، جائداد و آسایش نثار کرنے کی صلاحیت جاتی رہتی ہی تو جاری ترقی کا سلسلہ منقطع اور تنزل مرلابدی ہوجاتا ہی اور داخلی وخارجی بربادی کچھ دنون کی بات رہجاتی ہی - تواریخ اس بارہ مین غیر متیقین آواز سے گویا نہین ہی - وہ تبلاتی ہی کہ جوانمردی ترقی کی ضروری شرط ہے - جہان اُبھرتی ہوئی تہذیب اور بڑھتی ہوئی مادی خوشحالی کے ساتھ جنگ بند ہوجاتی ہے - فوجی قابلیت مین انحطاط آجاتا ہی اور کل حالتون مین خودمختاری قائم رکھنے کا عزم بالجزم چھوڑ دیا جاتا ہی وہان قومین اپنے تنزل سے قریب ہو رہی ہین اور اپنی حیثیت کو سیاسی یا قومی اعتبار سے برقرار نہین رکھ سکتین اہر کوئی قوم صرف اس حالت مین اپنی مضبوط جگہ سیاسی دنیا مین قائم رکھنے کی توقع کرسکتی ہی جب قومی خصائل و جنگی روایات ہر ایک پر بار بار عمل کرتے ہین"۔ یہ الفاظ (کلازوٹز بڑے فلسفی جنگ کے ہین اور ان کا قول بلاخوف تردید درست ہے)

امن کی یہ کوششین اگر اپنے منزل مقصود پر پہونچ جائین تو عام تنزل ہی کا باعث نہ ہونگی، جیسا ہر جگہ فطرت مین ہوتا ہی جہان قیام بقا کے مجادلہ سے بحث نہین ہوتی بلکہ ان مین بلاواسطہ مضرت رسانی و کمزوری کا اثر ہوتا ہی - پیغمبران امن قوم کے بڑے بڑے فرقون کو کوششونکے جادو مین پھانستے ہین اور اس صورت سے کمزوری کا عنصر قومی زندگی کے اندر پہونچاتے ہین وہ خودمختاری کے جائز قومی فخر کو بیکار کرتے ہین اور ایک کمزور بالوقت پالسی کی پرورش اُس کو اعلے انسانیت کی چکا چوند سے گھیر کر اور اُسکی کمزوری کے چھپانیکے لیے بظاہر شاندار وجوہ لاکر کرتے ہین

وہ اِنکے غیر محتاط دوستون کا کام اسطرح انجام دیتے ہین جسطرح پرُشیا کی پالسی نے جو عام امن کے خیالات مین ڈوبی ہوئی تھی ۱۸۰۵ء و ۱۸۰۶ء مین دیا تھا اور جس سے سلطنت تباہی کے کنارہ آلگی تھی -

حقیقی انسانیت کے مقاصد دو پہلو رکھتے ہین - ترقی خصائل کی یقینی ضمانت کے لیے ایک طرف تو دماغی، اخلاقی، فوجی قوتون نیز سیاسی قوت کی ترقی ہی - دوسری طرف اُن اعلیٰ خیالون کی تکمیل ہی جو قانون محبت کے موافق افرادی و مجموعی زندگی مین ہوتی ہین - میرے نزدیک بات قرین عقل معلوم ہوتی ہی کہ ان کوششون کا جو جنگ کے دبانے کے لیے کی جاتی ہین مقابلہ سوشل جمہوری مزدوری پیشہ جماعت کی کوششون سے کرون جو موخر الذکر کوششون کے ساتھ ساتھ ہے - دونون جماعتون کے مقاصد یوٹوپین (خیالی) ہین منتظم مزدوری پیشہ جماعت ایسے معیار کیلیے جد و جہد کرتی ہی جس کا پورا ہونا صرف تصور پر مبنی ہے - دران حالیکہ مزدوری کی شرح اور کام کے اوقات کل حرفتی دنیا کے واسطے بین الاقوامی طور پر طے ہوگئے ہین! و دراںحالیکہ معاشرت کا صرفہ ہر جگہ مساوی طریقہ پر قاعدے کی زنجیرون مین جکڑ دیا گیا ہی جب تک حالت رہیگی معیار مزدوری کا تعین بین الاقوامی بازار کی قیمتون سے ہوگا جو قوم ہشیار خیال کریگی ور مزدوری اور کام کے اوقات بلا اس لحاظ کے مقرر کریگی کہ اسکو اُن قومون کے بین الاقوامی تجارتی مقابلہ میں جو زیادہ دیر اور کم شرح سے کام کرتی ہین اپنی حیثیت کھو بیٹھنے کا اندیشہ ہی مزدوری پیشہ حرفتون مین کام کا انحطاط اور انتہائی مصیبت اُسکا لابدی نتیجہ ہوگا - برخلاف اِن حرفتون کی بین الاقوامی لحاظ مقابلہ کا اخراج اور روک سے بُری اشیا کے بن سنے کا اور مزدوری پیشہ لوگون کے اخلاقی حیثیت سے گرجانے کا باعث ہوگی عام اور دوامی امن کی اسکیم کی بھی یہی حالت ہی اسکے عمل کا امکان جیسا ہمین معلوم ہو چکا صرف ایسی سلطنت مین ممکن ہی جو تمام عالم پر چھائی ہوئی ہو اور یہ اسیقدر ناممکن ہی جس قدر کہ مساوی انتظام دُنیا بھر کی حرفتون کا ناممکن ہی وہ سلطنت جو ہمسایہ ممالک کے مختلف الصور خیالات کا پاس نہ کرے گی اور عام امن کے خیال کو اپنی پالسی کا دستور العمل بنانا چاہے گی ضرور اپنے آپ کو مہلک ضرر پہونچائے گی اور اپنے زیادہ مستعد او جنگجو پڑوسیون کا شکار ہو جائے گی - خوش قسمتی سے ہم کہ سکتے ہین کہ امن کی یہ کوششین شمشیر بکف دنیا مین جہان صحیح خودمختاری اب بھی بہت سے ممالک کی راہبر ہے اپنے آخری درجہ پر نہین پہونچ سکتین (Treitschke) ٹریٹس چکی کا قول ہی کہ خدا اُسکی

نگہبانی کرے گا کہ جنگ ہمیشہ نسل آدم کیلیے ایک قوی دوا رہے گی۔

تاہم جرمنی مین ہم لوگون کے لیے یہ خواہشات کوئی بڑا خطرہ نہین ہین ہم جرمن لوگون کا رجحان ہر قسم کے غیر عملی خوابون کے لطف کی طرف ہی۔ قومی فطری جذبہ کی صحت جو فرانس مین ہی اب ہمارا عام وصف نہین رہا ہی ہم مین سیاسی ضرورتون کے حقیقی احساس کی کمی ہی۔ ایک گہرا سوشل اور مذہبی خلیج جرمن لوگون کو مختلف سیاسی گروہون مین متفرق کیے ہوے ہی آپس مین جو ایک دوسرے کے سخت مخالف ہین۔

سیاسی دُنیا مین سینہ بسینہ چلے آنے والے جھگڑے ابھی تک جاری ہین اُمن کی کھل بی نے کمزوری، قضیہ، و نامستعدی کا ایک نیا عنصر ہماری قومی اور فریقانہ زندگی کے منقسمہ گروہون مین پیدا کر دیا ہے۔

یہ امر بحث طلب نہین ہی کہ اِن خیالات کے بہت سے حامیون کو اُن کے پورا ہونے کے امکان کا سچے دل سے گمان ہی۔ اور وہ یقین رکھتے ہین کہ اُن سے عام نفع پہونچ رہا ہے۔ مگر یہ بھی اتنی ہی سچی بات ہی کہ اُمن کی اُس تحریک سے بسا اوقات نہایت ہی خود غرضانہ سیاسی تدابیر پر پردہ ڈالنے کے سوا کوئی اور کام نہین لیا جاتا اُس کے ظاہری نبی آدم کے فائدے کے اعلیٰ خیال مین اُس کا خطرہ ہے۔ لہٰذا اِن خیالی تجاویز کی مخالفت مین ہر ذریعہ سے کام لینا چاہیے۔ عام جلسون مین اُن کی قلعی کھولی جاے اور بتانا چاہیے کہ وہ سیاسی سازشون کے لیے پردہ ہین۔ ہمارے ہم وطنون کو یہ جاننا چاہیے کہ قیام امن کی پالسی کا مقصود نہ ہو سکتا ہی۔ نہ اسکے ہونیکا امکان ہی بڑی سلطنت کے مقاصد صاف اور صریح ہوتے ہین۔ اُس کو وہ صُلح جویانہ تدابیر سے حاصل کرتی ہی۔ تا وقتیکہ یہ ممکن اور نفع بخش ہو۔ اُس کو صرف اسی بات کا ادراک نہ ہونا چاہیے کہ اہم معاملات مین جن کا یقینی اثر قوم کی پوری ترقی پر پڑتا ہی۔ ہتھیار اُٹھانا سلطنت کا مقدس حق ہی بلکہ اس اعتقاد کو قومی ادراک مین تازہ رکھنا بھی لازم ہی۔ تا گزیری اعلیٰ خیالات و برکت جنگ پر اس کو لڑائی اور محرک قانون ترقی سمجھ کر زور دینا چاہیے بخیال جنگ کا مقابلہ (Goethe) کے مردانہ الفاظ سے کیا جا

”پرامن کے خواب؟ جو دیکھنا چاہے دیکھے۔ جنگ ہمارا نعرۂ اجتماع فوج ہے۔ فتح کی طرف آگے بڑھو!“

پرنس بسمارک نے جرمن پارلیمنٹ مین بار بار کہا ہی کہ کسی شخص کو عمداً جنگ کو وقوع مین لانیکی اہم ذمہ داری اپنے اوپر نہ لینا چاہیئے - اُن کا قول تھا کہ وہ واقعات پہلے سے پیش نظر نہین ہوسکتے جو کل صورتِ معاملہ کو بدل دیتے ہین ، اور جنگ اور اُسکے متعلقہ خطرات اور ہیبتناک کارروائیون کو فضول ثابت کر دیتے ہین ، اور اُنھون نے اپنی کتاب " خیالات و یادداشت " مین اپنا منشا ان الفاظ مین ظاہر کیا ہی " فاتحانہ جنگین بھی اُس حالت مین جواز کا فتوے حاصل کرسکتی ہین ، جب وہ کسی قوم پر آپڑین - اور ہماری نظر تاش کے اُن پتون پر جو مشیت ایزدی کے ہاتھ مین ہین ایسی گہری نہین ہوسکتی کہ ذاتی اندازہ سے آیندہ تاریخی ترقی کی بابت حکم لگا سکین " ہمین اس بات پر بحث کرنے کی ضرورت نہین ہی کہ آیا پرنس بسمارک کا یہ مقصود تھا کہ اُن کا قول کلیہ اصول سمجھا جائے - یا اُنھون نے اِس کو امن کی پالسی کا تتمہ سمجھ کر زبان سے نکالا تھا جس پالسی پر وہ اتنے عرصہ تک عامل رہے - اسکی اصلی منشا کا اندازہ مشکل ہی کسی قوم پر جنگ وار د کرنے کی مختلف توضیحین ہوسکتی ہین - ہمارے خیال مین محض خارجی دشمن ہی ہمین نبرد آزما ہونے پر مجبور نہین کرتے - بلکہ ملکی اندرونی معاملات اور مجموعی سیاسی حالت کے دباؤ سے بھی کسی مدبّر پر جنگ نازل ہوسکتی ہی -

پرنس بسمارک کا عمل ہمیشہ ٹھیک اپنی تقریر کے الفاظ کے موافق نہ تھا - یہ بات اُنکی عظمت کے خاص دعوے مین پیش کی جاتی ہی کہ فیصلہ کُن موقع پر اُن مین اپنی ہی تجویز سے جنگ شروع کرنیکی جرائت موجود تھی - وہ خیال جو اُنھون نے اُس سے بعد کی تقریرون مین ظاہر کیا ہے - میری رائے مین سیاسی عمل کا عام عائد ہونے والا اصول ثابت نہین کیا جاسکتا - اگر ہم اُس کو ایسا خیال کرین تو ہم نہ صرف

اپنے بڑے جرمن شہزادے کے خلاف جائینگے، بلکہ سیاسیات سے خود مختاری کے اُس عنصل کو خارج کردینگے جو تحریک کا حقیقی سبب ہے۔

سیاسی تدبّر کی حقیقی عظمت قوانین فطرت کے اصول کے مطابق معاملات کی پیش بینی و نیز ان قوتون کے احساس پر جن کو مدبر اپنے فائدے کے لیے کام مین لاتا ہی بنی ہی۔ حقیقی مُدبّر اُن جنگون سے جو خاص حالتون مین ناگزیر ہوتی ہین، نہین جھجکتا۔ بلکہ مناسب موقع سے اگر کامیاب نتیجہ کی امید ہوتی ہی تو اُنکا فیصلہ قوی ارادہ کیساتھ جنگ سے چُکا دیتا ہی۔ اس صورت سے تدبر مشیت ایزدی کا آلہ ہو جاتا ہی جو انسانی ارادے کو اُسکے مقاصد تک پہونچانے کیلیے کام مین لاتی ہی۔" انسان تواریخی واقعات کے بانی ہوتے ہین" جیسا پرنس بسمارک کے کارنامون سے صاف ظاہر ہوتا ہی۔

اس مین شک نہین کہ نہایت خراب سیاسی حالت کی گتھی امن سے سُلجھ سکتی ہی اور ممکن ہی کسی ایک شخص کی موت یا کسی بڑے حوصلہ کا خیال کسی کامل الارادہ شخص کی علیحدگی اس کی اصلیت کو بدل دے لیکن قومی زندگی کے بڑے جھگڑون کا فیصلہ ایسی آسانی سے نہین ہو سکتا۔ وہ شخص جو معاملہ کو آخری نتیجہ پر لانا چاہتا ہے، پردہ اخفا مین چلا جائے۔ اور سیاسی نازک موقع اُس وقت ٹلجائے۔ مگر متنازعہ فیہ امور پھر بھی باقی رہین گے، اور پھر جھگڑون کا باعث ہونگے۔ اور بالآخر جنگ کا بشرطیکہ اُن کا سبب واقعی بڑے اور نہ طے پانے والے معاملات ہون۔ شاہ انگلستان ایڈورڈ ہفتم کی علیحدگی کی پالسی جس کو انھون نے اعلیٰ تدبر سے جرمنی کے خلاف جاری کیا تھا۔ بیٹھ گئی۔ مگر جرمنی اور انگلستان کی مخاصمت جس کی بنا دونون قومون کے مخالفانہ فوائد و دعاوی پر ہے۔ اب بھی موجود ہی۔ اگرچہ ملکی حکمت عملی جو جھگڑے کے کل اسباب پر روغن قاز ملتی ہی، کچھ عرصہ کے لیے کشیدگی کے کم کرنے مین کامیاب ہوئی ہی۔ جس سے جرمنی کو معتدبہ نقصان اُٹھانا پڑے ہین۔

یہ ایک ناپائدار تجویز ہی۔ کہ سیاسی عمل کا انحصار غیر مقررہ امکانات پر ہونا چاہیئے اس صورت سے ایک نہایت مبہم جزو بے قاعدہ طور پر سیاسیات مین داخل ہو جائے گا۔ جو پہلے سے اور بہت سے جھگڑون مین اُلجھی ہوئی ہے، اور اس طرح سے اس کا انحصار کم و بیش اتفاقات پر ہو گا۔

اس سے ظاہر ہی کہ اُس بڑے عملی سیاست دان بسمارک کا منشا یہ نہ تھا کہ اُس کے الفاظ

متعلق بہ عمل جنگ سیاسی کی توجیہ اُس معنی مین کی جاے جو آجکل اکثر ان کی طرف منسوب کیے جاتے ہین
تاکہ ایک کمزور غرض کے لیے بڑے آدمی کی سند ملجاے۔ صرف وہ شرائط جو محقق ہین اور جن کا اندازہ
کیا جاسکتا ہی۔ سیاسی عمل کے لیے قول فیصل ہوسکتے ہین۔ سیاسی فیصلہ کے جواز کے لیے ہم کو اُس کے
امکانی نتایج پر خیال نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ اس کی غایت وغرض محرک کے فرض کردہ مقاصد اور اُن
لحاظات کی سچائی وقار اور عزت پر جو کہ محرک فعل ہوے ہین۔ نظر کرنا چاہیئے۔ اُس کی علمی منزلت کا
اندازہ۔ کل حالت کو صحیح صحیح سمجھنے اور ہر دو فریق کی قوت کا پورا تخمینہ کرنے اور ممکن الوقوع نتایج کی
پیش بینی۔ اور مدبرانہ بصیرت وجیتی فیصلہ سے ممکن ہی۔

اگر مدبر کا عمل اس اسپرٹ سے ہوگا، تو اس کو خاص حالتوں مین نہایت عمدہ موقع پر جنگ شروع کرنے
کا مسلمہ حق حاصل ہو جائے گا۔ اور اپنے ملک کے لیے آغاز کا قابل افتخار استحقاق فراہم کرنے کا موقع
ملجاے گا۔ اگر کوئی جنگ جس پر کوئی وزیر رضامندی سے مستعد نہین ہوتا کچھ عرصہ بعد زیادہ نامواقف
حالتون مین لابدی طور سے وقوع مین آنیوالی ہی۔ تو اُن وسیع قربانیون کی ذمہ داری جو اُس وقت کرنا پڑینگی،
اُن لوگون پر ہے جن کی فیصلہ کن علمی سیاسی قوت ذہنت نے مناسب وقت پر جواب دے دیا تھا۔ اُن
لحاظون کے مقابلہ مین یہ خیال کہ جنگ کبھی وقوع مین نہ آنی چاہیئے قائم نہین رہتا۔ مگر باین ہمہ ہمارے ملک
مین اس خیال کے بہت سے حامی ہوگئے ہین۔ بالخصوص جرمنی مین۔

حتی کہ وہ مدبرین سلطنت جن کا خیال ہی کہ جنگ کو بالکل نظرانداز کردینا ناممکن ہی اور جو یہ
یقین نہین رکھتے کہ اقوامی زندگی سے اعتدال خارج کیا جاسکتا ہی۔ یہ راے دیتے ہین کہ اُسکے نزول
اجلال کو حتی المقدور معرض التوا مین رکھنا چاہیے وہ لوگ جو اس خیال سے متفق ہین قریب
قریب وہی راے رکھتے ہین جو حامیان خیال امن کی ہی۔ یہان تک کہ وہ جنگ کو بالکل ایک مصیبت
سمجھتے ہین اور اُسکی ایجادی یا اصلاحی اہمیت سے چشم پوشی کرتے یا اُس کو حقیر جانتے ہین۔ اس
خیال کے موافق اس جنگ کو جو ناگزیر تسلیم کرلی گئی ہی جتنے عرصہ تک ممکن ہو معرض التوا مین رہنا چاہیئے
اور کسی مدبر کو ضروری وجائز خواہشات کو بزور شمشیر پورا کرنے کے لیے مستثنےٰ طور پر اچھے موقعون سے کام
لینے کا حق حاصل نہین ہی۔ ایسے اصول نہایت آسانی سے اس چھوٹے اور تباہ کن خیال کو پھیلاتے ہین

کہ قیام امن ہر پالسی کا آخری مقصد یا کم از کم خاص فرض ہو۔

ایسے خیالات کا جواب جو دغاباز انسانون کے دماغ سے نکلتے ہین صاف اور ٹھیک یہ ہو کہ خاص حالتون مین جنگ کو وقوع مین لانا مدبر کا حق ہی نہین بلکہ اخلاقی و سیاسی فرض ہو جہان کہین ہم تاریخ کے صفحے اوٹ کر دیکھینگے، ہم کو اس بات کے ثبوت ملینگے کہ اُن جنگون کے نتائج جو ٹھیک وقت پر دلیرانہ عزم سے شروع کی گئی ہین، نہایت اچھے نکلے ہین، کیا سیاسی حیثیت، کیا تمدنی حیثیت سے کمزور پالسی ہمیشہ باعث ضرر ہوتی ہو۔ کیونکہ مدبر ضروری جنگ کا خطرہ مول لینے کے لیے مطلوبہ مضبوطی سے عاری تھا کیونکہ اُسنے سیاسی حکمت عملی سے ناقابل صُلح دشمنون کے جھگڑے طی کر دینے کی کوششین کین، اور موقع کی سنگینیت اور معاملہ کی حقیقی اہمیت کے بارے مین اپنے آپ کو دھوکے مین رکھا۔ ہمارے تازہ تاریخی انقلابات اسکی بیّن مثالین ہین۔

الیکٹر اعظم نے پرشیا کی قوت کی بنا کامیاب اور دیدہ و دانستہ مول لی ہوئی جنگون سے ڈالی فریڈرک اعظم اپنے جلیل القدر مورث کے قدم بقدم چلا۔ اُس نے دیکھا کہ چھوٹی چھوٹی سلطنتون اور دول عظمی کے بیچ مین میری سلطنت کی درمیانی حیثیت ہے۔ اور عزم کیا کہ اس بے قاعدہ دولت کو معین شکل مین لائے سرزمین سلطنت کی توسیع پرشیا کے لیے خود مختار رہنے اور عزت کیساتھ "بادشاہت" کا بڑا نام رکھنے کے واسطے یہ ضروری ہوگیا تھا کہ اُس کی توسیع ہو اور وہ نئے سانچہ مین ڈھالی جاے۔ بادشاہ نے اس سیاسی ضرورت کیلیے صاف کی منظوری دی، اور آسٹریا کو دعوت جنگ دینے کا دلیرانہ ارادہ کیا۔ جتنی جنگین وہ لڑا، اُن مین سے ایک بھی اُسپر جبراً عائد نہین کی گئی۔ اور نہ کسی کو اُس نے ممکن عرصہ تک معرض التوا مین ڈالا۔ اُسنے ہمیشہ حملہ آور ہونے، اپنے دشمنو نپر پیشقدمی کرنے، اور اپنے لیے کامیابی کے عمدہ مواقع حاصل کرنے کی دل مین ٹھان رکھی تھی۔ ہم سب جانتے ہین کہ اُسنے کیا کچھ حاصل کیا۔ یورپین اقوام اور بالعموم نوع انسان کے نشو و نما کی کل تاریخ بدلجاتی۔ اگر بادشاہ اس دلیرانہ قوت فیصلہ سے جو اُس سے ظاہر ہوئی عاری ہوتا۔

فریڈرک ولیم سوم کے عہد سلطنت مین جو ترقی ہوئی وہ بالکل ورہی قسم کی تھی اُسکی ابتدا ۱۸۰۵ء کے سال کمزوری سے ہوئی جس کی بار بار یاددہانی قوم کیلیے تکلیف دہ ہو۔

یہ بدیہی امر تھا کہ نپولین سے جنگ ہمیشہ کیلیے نہین ٹل سکتی تھی۔ بااین ہمہ باوجود اسکے کہ فرانس

نے اپنی غیر جانبداری توڑ ڈالی تھی پرُوشیا کی گورنمنٹ نے متحدہ رُوسی و آسٹروی فوج کی مدد مین سُستی کی، اور امن قائم رکھنے کی کوشش مین بڑا اخلاقی نقصان اُٹھایا - کل قیاسی اندازہ کے مطابق ۱۸۰۵ء کی جنگ مین پرُشیا کی شرکت سے اتحادیون کو یقینی فضیلت حاصل ہوتا - غیر جانبداری پر قائم رہنا ۱۸۰۶ء کے پر شور نزاع کا سبب ہوا، اور یہ بحیثیت سلطنت پرشیا کے آخری تنزل کا باعث ہوتا اگر اسکے رگ و ریشہ مین وہ اخلاقی اوصاف موجود نہ ہوتے جو فریڈرک کی جنگون نے اُن مین بھر دیے تھے - شکست کے تاریک ترین موقع پر اُن مین نہایت چمک تھی - باوجود سیاسی تنزل کے فریڈرک کی فتوحات کے اثرات نے اُس جوش کو قائم رکھا تھا جو شاہ ممدوح نے اپنی سلطنت اور رعایا مین پیدا کیا تھا - یہ بات صاف طور سے رعایاے پرُشیا و دیگر جرمنون کے مختلف پہلو سے نپولین کے مقابلہ کی استعداد مین نمایان ہی - وہ قوت جو اہل پرُشیا نے دراز و جلیل القدر جنگون مین حاصل کی تھی وہ بمقابلہ امن کی مادی برکات کے زیادہ قیمتی ثابت ہوئی - وہ ۱۸۰۶ء کی شکست سے شکستہ نہ ہوئی اور اُس نے ۱۸۱۳ء کی شجاعانہ بحالی کو ممکن کیا - اور جرمن کی اتحادی جنگین بھی اسی قسم کی جنگین ہین - جو باوجود ہزارون قربانیون کے اچھا نتیجہ پیدا کرتی ہین - عدم استقلال و سیاسی کمزوری سے جو پروشیا کی گورنمنٹ نے ۱۸۴۸ء مین دکھائی اور جس کی انتہا ۱۸۵۰ء مین آلموتز کی ذلت سے ہوئی پروشیا کی سیاسی و قومی اقتدار کو بڑی لغزش ہوگئی تھی، برخلاف ازین خاموش ادراکی قوت جس سے کہ وہ پھر بحیثیت قوم ولیم اول و بسمارک کی سرکردگی مین اپنے فرائض سے دوبدو ہوئی - جلد کثیر مقدار مین ظاہر ہوئی - ایک غیر مستحکم حیثیت کو اصلی حالت ترقی پر لانے کی غرض سے اور جرمنون کے واسطے صحیح کیفیات زندگی حاصل کرنے کے لیے اتحادی جنگین وقوع مین لاکر بسمارک نے اہل جرمن کی زمانہ دراز کی تمنا کو پورا کیا! اور جرمنی کو اول درجہ کی دولت کے مرتبہ پر پہونچا دیا - فوجی کامیابیون اور سیاسی حیثیت نے جو بزور شمشیر حاصل ہوئین لاثانی مادی بہبودی کی بنا ڈالی، یہ مشکل سے خیال مین آسکتا ہی کہ اہل جرمنی کی ترقی کس قدر قابل رحم ہوتی اگر یہ جنگین غور کردہ پالسی سے وقوع مین نہ لائی جاتین

تاریخ تازہ ترین واقعات بھی یہی بتلاتے ہین - اگر ہم جاپانی نقطہ خیال کو منصفانہ نظر سے دیکھین تو ہم کو معلوم ہوگا کہ روس سے جنگ کرنے کا عزم محض دلیرانہ ہی نہ تھا - بلکہ سیاستاً عاقلانہ اور اخلاقاً جائز تھا روسی دیو کو دعوت جنگ دینا بڑی دلاوری تھی - گر محض فوجی حالتین موافق تھین اور جاپانی قوم کو

جو تیزی سے تہذیب کے بلند رتبے پر پہونچگئی تھی، اپنی تکمیل ترقی اور اپنی کثیر مستعدی کے واسطے نئے راستے نکالنے کے لیے وسیع دائرہ اثر درکار رکھتا تھا۔ جاپان اپنے نقطۂ خیال سے مشرقی ایشیا مین فائق مہذب قوت ہونیکے ادّعا کا، اور روس کی قرابت کی تردید کا، مجاز تھا۔

جاپانی مدبّرین کو نتیجہ نے حق بجانب ثابت کیا۔ فاتحانہ جنگ نے جاپانی رعایا اور سلطنت کے لیے وسیع مواقعات زندگی پیدا کر دیے، اور ایک ضرب نے اُس کو اس پایہ پر پہونچا دیا کہ بین الاقوامی سیاسات مین وہ فیصلہ کن جزو بنگیا۔ اور وہ سیاسی ہمیت پیدی جو یقیناً بڑی مادی ترقی کا باعث ہوگی۔ اگر یہ جنگ کمزوری یا دستی خلائق کے فریب وہ خیالات کی وجہ سے ٹال دی جاتی تو یہ فرض کرنا قرین عقل ہے۔ کہ معاملات کی صورت بالکل دگرگون ہو جاتی، ضلع آمور اور کوریا مین روس کی بڑھنے والی قوت جاپانی رقیب کو ہٹا دیتی۔ یا کم از کم قوت کی اُس بلندی پر پہونچنے سے روکدیتی جو اس جنگ کے ذریعہ سے حاصل ہوئی، جو فوجی شجاعت اور سیاسی پیشبندی دونون لحاظ سے شاندار ہی۔

جنگ کا موزون وقت اور اسکی استعمال بہ حیثیت آلہ سیاسی ہمیشہ خوشگوار نتائج پیدا کرتا ہے حتّی کہ بعض اوقات غیر مستعدی کی مول لی ہوئی لڑائی قوم کیلیے زیادہ مفید ہی۔ بمقابلہ اسکے کہ بلا لڑے ہوے اہم فائدے کو حوالہ کر دیا جاے۔ اِس کی مثال حال کی سلطنت برطانیہ کے مقابلہ مین چھوٹی ریاستہاے بوئر کی جنگ ہے۔ اس لڑائی مین ریاستون کو لابدی شکست ہوئی۔ یہ پہلے سے معلوم تھا، کہ ایک مسلح کسانون کی جماعت انگلستان اور اسکی نوآبادیون کی متحدہ فوج کا استقلال کیساتھ مقابلہ نہین کر سکتی تھی اور یہ کسانون کی توجین بالعموم بھاری نقصانات کی متحمل نہین ہو سکتی تھین مگر تاہم اگر کل علامات گمراہ کن نہین ہین۔ تو بوئرون کا خون آزادی و بہبودی کا پیش خیمہ ہوگا۔ باوجود زیادہ کمزوری کے انھون نے دلیرانہ مقابلہ کیا۔ پریسیڈنٹ اسٹین بو تھا۔ اور ڈیوٹ جیسے لوگون سے مع اپنے جوانمرد ساتھیون کے بہت سے عظیم الشان جنگی کارہاے نمایان سرزد ہوے۔ کل قوم متحدہ ہو کر بالاتفاق لڑنے کے لیے اُس آزادی کے واسطے اُٹھ کھڑی ہوئی جس کی تعریف مین بائرن نے کہا ہی "آزادی کی جنگ جب ایک دفعہ شروع ہو جاتی ہی۔ اور وراثت مین خون آلودہ باپ سے بیٹے کو پہونچتی ہی۔ چاہے کئی بار اُس مین شکست ہو جاے ہمیشہ کامیاب ہوتی ہی۔"

قابل قدر اخلاقی فوائد جو ترقیات مابعد مین معدوم نہین ہو سکتے۔ اِس جنگ سے حاصل ہوے ہین

بوئرون نے بہ حیثیت قوم اپنی جگہ قائم رکھی ہی۔ ایک اعتبار سے اُنھون نے اپنے آپ کو انگریزون سے افضل ثابت کیا ہی کیونکہ بہت سی شاندار فتوحات کے بعد اُنھون نے ایک بیس لڑنے والی برتر فوج کی اطاعت قبول کی۔ اُنھون نے شہرت، قومی احساس کا ایک ذخیرہ فراہم کیا ہی جس نے باوجود مغلوب ہوجانے کے اُن کو ایسی قوت بنا دیا ہی جو قابل بھروسہ ہی۔ اِس ترقی کا نتیجہ یہ ہی کہ بوئر جنوبی افریقہ مین سب سے بڑھی ہوئی قوم ہی اور یہ کہ انگلستان نے اُن کو خود اختیاری گورنمنٹ دینا بہ مقابلہ اسکے کہ اُن سے ہمیشہ برسرِ جنگ رہے زیادہ پسند کیا۔ اِس سے متحدہ آزاد ریاستہاے جنوبی افریقہ کی بنیاد پڑگئی باوجود افسوسناک اختتام جنگ کے پریسیڈنٹ کروگر جس نے اِس جنگ کے جواز کا فتویٰ دیا تھا سیسل روڈس کے برخلاف کل زمانون مین ایسا عظیم الشان، دور اندیش مدبر جنوبی افریقہ کا مشہور رہے گا جو باوجود ناموافق مادی مواقع کے جانتا تھا کہ بیش بہا اخلاقی اوصاف کی باعتبار اہمیت کس طرح قدر کی جاتی ہے۔

تاریخی تعلیمات نے اس خیال کو پختہ کر دیا ہی کہ ان جنگون کے نتائج جن کی آگ دور اندیش مدبرون نے مشتعل کی ہے ہمیشہ نہایت خوشگوار ہوے ہین۔ مگر جنگ ہمیشہ ایک شدید صورت سیاسی تحریک کی ہوتی ہی۔ جس کی ذات مین صرف شکست کا ہی خطرہ نہین ہوتا، بلکہ ہر صورت مین اُسکے لیے بڑی قربانیان کرنی پڑتی ہین۔ اور اُس سے بے اندازہ مصیبت نازل ہوتی ہی۔ وہ شخص جو جنگ کا بانی ہوتا ہی۔ اپنے اوپر بڑی ذمہ داری لیتا ہی۔

لہذا یہ ظاہر ہے کہ کوئی شخص بغیر نہایت وزنی اسباب کے ایسے فیصلہ پر نہین آسکتا۔ بالخصوص آجکل کے زمانہ مین جب کہ قومی فوجین موجود ہین پوری صفائی نظر اس فیصلہ کے لیے ضروری ہی کہ کیونکر اور کب اِس ارادے کو اختیار کیا جائے اور کونسی سیاسی اغراض مسلح فوج کے استعمال کو جواز کے دائرے مین لاسکتے ہین۔

پس اس سوال پر خوب غور کرنے کی ضرورت ہی، اور اِس کا قابل اطمینان جواب سلطنت کے لازمی فرض منصبی کے جانچنے سے ملسکتا ہی۔ اگر یہ فرض منصبی اِس مین ہی کہ شہریون کی اخلاقی و ذہنی اعلیٰ ترقی کو میدان اور نسل انسانی کی اخلاقی تعلیم مین مدد ملے تو اس صورت مین ضروری ہے کہ سلطنت کے افعال اخلاقی قوانین کے مطابق ہون۔ مگر سلطنت کے افعال کی جانچ کسی شخصی اخلاق

کے معیار سے نہین ہو سکتی - اگر سلطنت اس معیار کے مطابق چلنا چاہے تو اکثر اوقات اُس کو اپنے
ذاتی خاص فرائض کے خلاف جانا پڑے گا سلطنت کے اخلاق کو اُسکے مخصوص جوہر سے بالکل
اسیطور پر بڑھنا چاہیے اسیطرح کہ شخصی اخلاق شخص مخصوص کی ذات اور اُسکے فرائض سوسائٹی مین
جڑ پکڑتے ہین۔ سلطنت کے اخلاق کی جانچ سلطنت کی نوعیت اور خود اسکے وجود سے ہوتی ہے
نہ کسی فرد واحد سے - مگر سلطنت کا لب لباب قوت ہی اور اُس شخص کو جس مین اتنی جرأت نہ ہو کہ
اِس سچی بات کے مقابلہ مین آ سکے سیاسات مین دخل دینا لازم نہین ہی"

(میکے لے ویلی) Macki avelli پہلا شخص تھا جس نے یہ کہا کہ ہر ریاست
کا کام قوت کا بڑھانا ہی - مگر اس لفظ کے جرمنی کی اصلاح کے زمانہ سے اور معنی ہو گئے ہین جو اُس معنے
سے مختلف ہین جس مین اُس کو فلارنس کے چالاک باشندہ نے لیا ہی - اُسکے نزدیک قوت خود بذاتہ
قابل آرزو چیز تھی - ہمارے نزدیک سلطنت کا مقصد بالذات جسمانی قوت نہین ہی - بلکہ وہ اعلی
فوائد کے تحفظ اور ترقی کیلیے قوت ہی - قوت کا جواز اس طرح ہونا چاہیے کہ اُس کا استعمال بنی نوع
کے اسے اعلے فائدے کیلیے کیا جائے کسی فرد واحد کے ذاتی اخلاق کے مقیاس کا انحصار اس سوال
پر ہے کہ آیا اُس نے اپنی فطرت کو پہچان کر کمال کے اعلی سے اعلی ممکن الحصول درجہ پر پہونچا دیا ہے یا
نہین - اگر یہی معیار سلطنت پر عاید کیا جائے تو اُن کا اعلی سے اعلی اخلاقی فرض اپنی قوت کا
بڑھانا ہوگا شخص واحد کو اعلی جماعت پر جس کا وہ ایک فرد ہے اپنے آپ کو قربان کر دینا چاہیے
مگر انسان کی وسیع تر جماعت مین سلطنت بذاتہ سب سے اعلے تصور ہی اسلیے نفس کشی کو اِس معاملہ
سے کوئی دخل نہین ہی - عیسائیت کا فرض قربانی کسی اعلی چیز کے لیے سلطنت کے واسطے نہین ہے
کیونکہ اُس سے اعلی تر دنیا کی تاریخ مین کوئی چیز نہین ہی - لہذا وہ اپنے آپ کو کسی اعلی تر چیز پر قربان نہین
کر سکتی - جب سلطنت دیکھتی ہی کہ اُس کا تنزل آنکھین پھاڑے سامنے کھڑا ہی ہم واہ واہ کرتے ہین
یہ دیکھنے کے لیے وہ گرتی ہی - اور تلوار اُسکے ہاتھ مین ہی غیر قوم کے لیے قربانی صرف اخلاق ہی نہین
بلکہ اُس سے ذاتی حفاظت کے خیال کی تردید ہوتی ہی جو سلطنت کا سب سے اعلی مقصود ہی" سیاسی
اخلاق کی بُنیاد و نکے بیان کا طریقہ مین نے اس سے بہتر ناممکن سمجھا ہی کہ اپنے بڑے قومی مورخ کے
الفاظ مین بیان کر دیا جائے، مگر ان نتایج پر ہم دوسرے راستہ سے بھی پہونچ سکتے ہین شخص واحد صرف

جو بذاتہ اخلاقی ہین ایسے ذرائع جو انفرادی زندگی مین قابل الزام ہوسکتے ہین استعمال ہین لائے
جاسکتے ہین - جہان تک مجھے علم ہی کوئی قابل اطمینان حل دستیاب نہین ہوا ہی اور مین اس موقعپر مجبور
نہین ہون کہ کسی حل کی کوشش کرون جنگ جسسے اِسوقت مجھے سروکار ہی بذاتہ قابل الزام ذریعہ نہین ہے
مگر وہ قابل الزام ہوسکتا ہی اگر خلاف اخلاق یا پراغراض اختیار کرے جن کو کوئی نسبت جنگی تدابیر کی منتہات
سے نہ ہو - اس موقعپر مجھے اپنے خاص مضمون سے ذرا انحراف کرنے کی اور مختصراً چند باتونپر بحث کرنے کی
ضرورت ہی جو سیاسی اخلاق کے سوال سے متعلق ہین ، اخلاق سیاسی و اخلاق شخصی کے بیچ مین خلیج
اسقدر وسیع نہین ہی جسقدر عام طور پر فرض کرلیا گیا ہی سلطنت کی قوت بالکل اُن اجزا پر نہین ہے
جن سے مادی قوت مرکب ہی ، وہ زمین ، آبادی ، دولت ، اور زبردست بحری و برّی فوج پر نہین ہے
اُس کا قیام زیادہ تر اخلاقی عناصر پر ہی جو باہمدگر مادی عناصر سے تعلق رکھتے ہین - وہ قوت جس سے
کوئی سلطنت اپنے اغراض کو ترقی دیتی اور غیر سلطنتون مین اپنے شہریون کے حقوق کی وکالت کرتی ہی ، اور
اُن کی حمایت مین موقع بہ موقع شمشیر بکف ہوجانے سے نہین جھجکتی - اُسکی قوت کا اصلی جزو ہین بمقابلہ
کل ایسے ممالک کے جو ایسی حالت مین معاملات کو نازک موقع تک نہین پہونچنے دیتے - علی ہذا القیاس ایک
قابل اعتبار و قابل احترام پالسی اتحادیون و نیز دشمنون سے معاملات کرنے مین طاقت کا عنصر ہی - اس
صورت مین عہد او دھوکا دینا مدبر کا فرض نہین ہی - سیاسی نقطۂ خیال سے وہ کل ایسے عہد و پیمان سے
بچ سکتا ہی جس کا حصر اُسکی ایمانداری پر کردیا جاے اور ایسا کرنے سے وہ اپنے ملک کی شہرت اور
قوت کی اُتنی ہی خدمت کرے گا جتنی سیاسی دھمکیون سے علٰحدہ رہنے اور کل سیاسی اصول و
قواعد کے چھوڑ دینے سے ممکن ہی -

پُرانے زمانہ مین ظالم حاکم کا قتل اخلاقی فعل سمجھا جاتا تھا - اور جیزوٹ فرقے نے قتل شاہ
کے جواز کی کوشش کی ہی - اِس زمانہ مین سیاسی اخلاق کے نقطۂ خیال سے سیاسی قتل پر سب جگہ نفرین
کی جاتی ہی - یہی حالت پہلے سے سوچے ہوے سیاسی دھوکے کی ہی - وہ سلطنت جو فریب کے قاعدونکو
کام مین لاے گی جلد بدنامی کی پستی مین گرجاے گی وہ شخص جو اخلاقی اغراض کے لیے خلاف اخلاق
ذرائع اختیار کرتا ہی اضدادی خواہشات مین پھنسا ہوا ہے اور اس غرض کو جس کا حصول مقصود ہے
رد کرتا ہی - کیونکہ عملاً وہ اُس کا منکر ہے - یہ ضروری نہین کہ کوئی شخص اپنے کل ارادے اور آخری مقاصد

سے حریف کو مطلع کرے کہ اُس معاملہ مین وہ اپنی ذاتی راے قائم کرنے سے باز نہ رہے - مگر یہ ضرور نہین کہ عمداً جھوٹ بولے یا چالاکی سے دھوکے دے - ایک لطیف صفائی قلب ہر جگہ بڑے مدبر کی خصوصیت رہی ہے - چال بازیان اور دورنگی حکمت عملی کی حقیقی اسپرٹ ہے المختصر دو سلطنتون کے تعلقات کو اکثر حالتون مین جنگ مخفی کہنا چاہیے جو امن رقابت مین ہو رہی ہے - ایسی حالت مخاصمانہ تدابیر اور مکر و فریب کے بھی کام مین لانے کو جائز کر دیتی ہے - چنانچہ خود جنگ کے یہی معنی ہین - کیونکہ ایسی صورت مین ہر دو فریق ان قبیح ذرائع کو کام مین لانے کے لیے تلے ہوتے ہین - باوجود ان تمام باتون کے میرا گمان ہے کہ عاقلانہ و دانشمندانہ حکمت عملی سے تصادم مابین ذاتی و سیاسی اخلاق دفع ہو سکتا ہے - بشرطیکہ مدعاے مطلوبہ مین کوئی اخفا نہ کیا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ کام مین آنے والے ذرائع اور اصل مقصود کی آخری اخلاقی نوعیت مین ربط اور مطابقت سمجھی جائے -

مُسلّم حقوق سے اکثر سیاسی عمل مین خلاف ورزی کی جاتی ہے - مگر جیسا ہم ثابت کر چکے ہین یہ ہرگز آزاد حقوق نہین - یہ انسان کی ایجاد ہین - لہذا ناقص اور تغیر پذیر ہوتے ہین بعض مواقع پر ان مین اور حالات واقعی مین تطابق نہین ہوتا - اِس صورت مین "جتنا زیادہ قانون اُتنی ہی زیادہ خرابی" کا اصول صادق آتا ہے - اور حق کی خلاف ورزی اخلاقاً جائز معلوم ہوتی ہے - یارک کا فیصلہ عہد نامہ روکین کے متعلق صریحاً خلاف ورزی تھا - مگر وہ اخلاقی فعل تھا کیونکہ اتحاد فرانس و پروشیا جبریہ صورت سے عمل مین آیا تھا اور سلطنت پروشیا کے کل اہم اغراض کے خلاف تھا - وہ حقیقتاً غیر صادق و مخرب اخلاق تھا - ان باتون سے معلوم ہوا کہ بداخلاق حالت کے روک دینے کا ہمیشہ مجاز حاصل ہے -

جنگ کو سیاسیات کا ایک ذریعہ بنانے کی بابت ہماری دلیل سے ثابت ہوتا ہے کہ اس آخری ذریعہ کا استعمال صرف اِس صورت ہی مین سلطنت کا فرض نہین ہو جاتا کہ اُس پر حملہ ہو بلکہ اُس صورت مین بھی کہ دوسری سلطنتون کی پالسی سے کسی خاص سلطنت کی قوت کو دھکی دی جاے اور امن کا طرز عمل اُسکے اقتدار کی حفاظت کیلیے ناکافی ہو اِس قوت کی بنا جیسا ہم کو معلوم ہو چکا ہے مادی بنیاد پر ہے - مگر اس کا اظہار اخلاقی حیثیتون مین ہوتا ہے اسلیے کہ جنگ اِس حالت مین جبکہ سلطنت کے اخلاقی اثر کی جانب سے تعصب پیدا ہوتا ہوا معلوم ہو، گو قوت کی مادی بنیاد معرض تہدید مین نہ آئی ہو حکمی چیز معلوم ہوتی ہے - اِس صورت سے بظاہر خفیف اسباب خاص حالتون مین نہایت جائز اسباب

ہو سکتے ہین ۔ اگر سلطنت کی عزت اور اسلیے اُسکا اخلاقی اقتدار معرض خطر مین ہو ۔ یہ اقتدار اسکی قوت کا لازمی جزو ہی ۔ حریف کو کبھی اس گمان کا کبھی موقع نہ دینا چاہیے ۔ کہ اِس اقتدار کے جتانے مین ارادے کی کمی ہے ۔ چاہے اِسکے محسوس کرانے مین تلوار ہی اُٹھانی پڑے ۔

جنگ یا امن کا فیصلہ کرنے مین دوسری قابل لحاظ بات یہ ہو کہ آیا امر متنازعہ فیہ سلطنت کی قوت کے لیے اِسدرجہ اہم ہو کہ لڑنے کا عزم اُس سے جواز کا فتوے حاصل کر سکتا ہو ۔ آیا تا گزیر خطرات و مصائب جنگ سے سلطنت کے اغراض کو زیادہ مضرت پہونچنے کا اندیشہ نہین ہو ۔ یہ مقابلہ اُن نقصانات کے جو اعلان جنگ کرنے کی صورت مین انسانی اندازہ کے موافق پیدا ہونا ضروری ہین ۔ ایک اور امر قابل لحاظ یہ ہو کہ آیا معاملات کی عام حالت سے کوئی معقول توقع فوجی کامیابی کی پائی جاتی ہے ۔ مصلحت کے اِن لحاظون کے ساتھ معاملہ کے چند اور اہم پہلوؤن پر بھی غور کرنا لازم ہو ۔

یہ ہمیشہ یاد رکھنے کی بات ہو کہ سلطنت کے لیے جائز نہین کہ اُسکی نظر صرف زمانہ حال پر ہے اور وہ موجودہ کونسل کے محض موجودہ فائدے پر لحاظ رکھے ۔ ایسی پالسی ضروری نوعیت سلطنت کے اجزاے ترکیبی کے خلاف ہو گی ۔ اُسکے طرز عمل کی باگ اُن اخلاقی فرائض کے ہاتھ مین ہونا چاہیے جو اسپر واجب ہین جو ایک درجہ طے کرنے کے بعد دوسرے اعلیٰ تر درجہ کا پتہ دین ۔ اور حال کو استقبال کے واسطے تیار کرین ۔ "سلطنت کی سچی عظمت یہ ہو کہ وہ ماضی کا سلسلہ حال و استقبال سے ملاے لہذا کسی شخص واحد کو کوئی حق حاصل نہین ہو کہ وہ سلطنت کو اپنے حوصلہ مندانہ خواہشات کے حاصل کرنے کا آلہ سمجھے ۔"

اِس صورت سے قانون ترقی سیاسیات مین جزو خاص ہو جاتا ہو ۔ اور جنگ کے فیصلہ مین اس لحاظ کا وزن بمقابلہ اُن قربانیون کے جو لازمی طور پر زمانہ حال مین گوارا کرنی پڑین گی ۔ زیادہ ہونا چاہیئے ۔ زیلٹر نے کبھی گیتی کو لکھا تھا کہ "میرے تصور مین یہ بات نہین آتی کہ کوئی فعل نیک بلا قربانیو کے ہو سکتا ہو کل حقیر افعال کا نتیجہ مدعا کے برعکس ہوگا ۔"

دوسرا قابل لحاظ نقطہ خیال بالکل وہی ہو جسپر زیلٹر نے زور دیا ہو عظیم الشان مُدعا بلا بڑے دماغی و مادی وسائل کو خطرے مین ڈالے حاصل نہین ہو سکتا اور کسی کامیابی کے یقین کی پوری امید نہین ہو سکتی ہر ہم کا مفہوم زیادہ یا کم ہمت مردانہ ہوتا ہو شہری زندگی کے روزانہ تعلقات باہمی سے یہ بات معلوم

ہوتی ہی اور سیاسیات مین اسکے خلاف نہین ہوسکتا کیونکہ اُن مین ہم کو اُن قوی ترین دشمنون کا خیال کرنا چاہئیے جن کی قوت کا اندازہ مبہم طور پر ہوتا ہو۔ نسبتؔ خفیف معاملات مین معاہدات اور آپس کی رضامندی سے بہت کچھ ہوسکتا ہو اور مراعات باہم دگر قابل اطمینان حیثیت پیدا کرسکتی ہین۔ ایسے مسئلون کا حل ملکی حکمت عملی کے دائرے سے تعلق ہو۔ مگر جب اہم مسائل زیر بحث ہوتے ہین تو صورت معاملات بالکل اور ہوتی ہی یا جب مد مقابل رعایت کا طلبگار ہوتا ہی۔ مگر خود کسی رعایت کی ذمہ داری نہین کرتا اور کھلم کھلا فریق ثانی کو نیچا دکھانے پر تُلا ہوتا ہی اُس صورت مین عمال حکمت عملی کے لیے خاموش رہنے کا وقت۔ اور جلیل القدر مدبرین کے لیے عمل کا موقع ہی۔ مردون کو ہر چیز کی بازی لگا دینے کی ٹھان لینا چاہیے۔ اور وہ جنگ کے سخت فیصلہ سے جان نہین چرا سکتے۔ ایسے معاملات مین اگر دشمن کے مقابلہ مین کسی جھجھک سے کام لیا جائے گا یا کوئی اہم اغراض ترک کیے جائینگے، یا عارضی تصفیہ کی کوشش کی جائے گی تو اس سے نہ صرف سیاسی اقتدار اور عارضی اور حقیقی قوت کو نقصان پہونچے گا۔ بلکہ یہ اغراض سلطنت کے لیے دائمی مضرت کا باعث ہونگے جس کی شدت کا احساس صرف آیندہ نسلونکو ہوسکتا ہی صلح جو یا نہ تعلقات کی شکست ہمیشہ یہ حالت پیدا نہیں کرتی بلکہ اکثر ہوتا ہی کہ محض جنگ کی دھمکی اور حسب ضرورت صاف اعلان نیت جنگ سے دشمن دب جاتا ہی۔ بلکہ یہ نیت بالکل صاف ہونا چاہیے۔ کیونکہ "مراسلات جنگ بغیر اسلحہ ایسے ہی ہین جیسی کتاب موسیقی بغیر ساز" جیسا کہ فریڈرک اعظم کا قول ہے"۔ وہ چیز جسکے سامنے دشمن کے ارادے کو جھکنا پڑتا ہی۔ آخر کار قوم کی اصلی طاقت ہے۔ لہذا جب اپنے دعاوی کی طرف توجہ دلانے مین جنگ کی دھمکی سے کام نہ چلے تو جنگ شروع کردی جائے۔ یہ فرض غیر مشروط ہی اور لڑنے کا حق جنگ کرنے کا فرض ہوجاتا ہی جو قوم اور مدبر دونو پر یکسان واجب ہے۔

سب سے آخر مین ایک تیسری بات قابل غور ہی ایسے مواقع بھی ہوسکتے ہین کہ جن مین جنگ پاس غیرت کے لیے ہونا چاہئیے۔ خواہ اُس مین کامیابی کی توقع نہ ہو۔ اس کی ذمہ داری بھی لینا پڑتی ہی کم از کم یہ خیال فریڈرک اعظم کا تھا۔ اسکے بھائی ہنری نے جنگ کولن کے بعد فرانس کو روپیہ دے کر صلح کی غرض سے اُسکو مادام پامپدور کے آگے سرنگون ہونے کا مشورہ دیا۔ بعد ازان جنگ ٹرس ڈارف کے بعد اُسکی حالت بالکل مایوسانہ ہوگئی۔ مگر بادشاہ نے جنگ سے دست بردار ہونا گوارا نہ کیا۔ وہ

بہتر جانتا تھا کہ ملکی عزت و اخلاقی منزلت کے لیے کیا مناسب ہی اور اُس نے شمشیر کفت مرنے کو بہ نسبت آئینِ صلح کہنے پر ترجیح دی۔ پریسیڈنٹ روزویلٹ نے جو پیام بنام کانگرس ممالک متحدہ امریکہ ۴ر دسمبر ۱۹۰۶ء کو بھیجا تھا۔ اُس مین بھی اِسی قسم کے خیال کا اظہار ہی۔ مردانہ وار رگون مین جوش پیدا کرنے والے یہ الفاظ تھے کہ "جنگ باغیرت لوگ اور باغیرت قوم کے لیے صرف جائز ہی نہین، بلکہ اِس وقت فرض ہی جب کہ حصول امن بغیر ایمان چھوٹے یا قومی بہبودی کی قربانی کیے ممکن نہ ہو۔ جنگ برحق انجام کار قوم کی روح کیلیے بہتر ہی۔ بہ مقابلہ نہایت کامیاب صلح کے جو ظلم یا نا انصافی پر مُہر قبولیت لگانے سے حاصل ہوئی ہو .... یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جنگ مین شکست کھانا بھی بالکل ہی نہ لڑنے سے بہتر ہے۔"

اِن مختلف آرا کو یکجا کر کے ہم کہہ سکتے ہین۔ کہ اعلی معنی مین مصلحت کا نتیجہ اِس فیصلہ مین ہونا چاہیے۔ کہ آیا ایسی جنگ اختیار کی جاسے جو بذاتہ اخلاقاً جائز ہی۔ یہ فیصلہ اس بات سے سہل تر ہوجاتا ہی، کہ توقعات کامیابی ہمیشہ سب سے زیادہ ہوتی ہین۔ جب کہ اعلان جنگ کا وقت سیاسی و جنگی حالت کے مناسب رکھا جا سکے۔

اور یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہی کہ خارجی پالسی کی ہر کامیابی بالخصوص جب فوجی قوت کے مظاہرے سے حاصل ہوئی ہو۔ خارجی معاملات مین سلطنت کی قوت کو مرتفع ہی نہین کردیتی بلکہ داخلی گورنمنٹ کی ناموری کو بڑھا دیتی ہی، اور اِس طرح سے بہتر طریقہ پر اپنے اخلاقی مقاصد اور مہذب فرایض کے پورا کرنے کی اُس مین صلاحیت پیدا کردیتی ہی۔

اِس صورت مین کسی شخص کو اِس مسئلہ پر کاوش نہ ہوگی۔ کہ بعض حالتون مین جنگ سے سیاسی آلہ کا کام لینا سلطنت کا اخلاقی و سیاسی فرض ہی جب تک کل انسانی ترقی و کل قدرتی افزایش کی بنا قانون جدال پر ہے۔ نہایت اچھے موقعو پر ایسے جدال مین پانون اڑانا ضروری ہی۔

جب کسی سلطنت کو یہ وقت پیش آئے، کہ وہ اپنی جنگی تیاریان جو دشمنون کی قوت نے مجبوری سے کرائی ہین۔ زیادہ جاری نہ رکھ سکے۔ جب یہ معلوم ہوجاے کہ رقیب سلطنتین قدرتی اسباب سے اِتنی آگے بڑھ جائین گی کہ کمزور کے لیے پیچھے ہٹنا ممکن نہ ہوگا۔ جب اِس بات کے علامات سامنے ہون کہ ایک حملہ آور اتحاد قوی تر دشمنون کا عمل مین آئے گا جو حملہ کرنے کے لیے مناسب وقت کے منتظر ہین۔ تو اِن

صورتون مین سلطنت کا اخلاقی فرض منجانب رعایا یہ ہی کہ مجادلہ شروع کردیا جاے - درانحالیکہ توقعات کامیابی پریشان نہ ہون - مگر سلطنت کی جنگ جو یا نہ قوت مین فضیلت کے عناصر پاے جائین تو اپنے سیاسی اغراض کی ترقی کیلیے عمدہ موقعون سے کام لینا ضروری ہی - اگر اس بات کی توقع ہو کہ نسبتاً خفیف قربانی سے عظیم الشان فوائد حاصل ہون گے تو خطرہ جنگ کا مقابلہ اور بھی مستعدی سے کیا جاسکتا ہی -

اِن فرائض پر صرف ایک زبردست ثابت قدم اور مُستعد پالسی کاربند ہوسکتی ہے - وہ پالسی جسکے خیالات غیر مبہم ہون جو سلطنت کی کل زندہ قوتون مین جوش پیدا کرسکے اور انکو ایک مرکز پر لاسکے اور شلر کے مصرعون کی صداقت کا احساس رکھتی ہو -

"جس موقع کو تم نے ایکدفعہ ہاتھ سے نکالدیا پھر صدیون تک وہ ہاتھ نہین آئیگا"

تاریخ کا فیصلہ اُس مدبر کو ملزم ٹھیراے گا جسنے مردانہ فیصلہ کی ذمہ داری نہین کی، اور آیندہ کی امیدون کو حال کی ضرورت اُن پر قربان کردیا!

یہ ظاہر ہی کہ اِن صورتون مین اِس سوال کا جواب نہایت مشکل ہی کہ آیا کسی خاص سلطنت کے معاملہ مین ایسی صورتین ہین، جن سے جنگ کرنے کا عزم جواز کا فتویٰ حاصل کرسکے، یہ وقت اور بھی زیادہ ہوجاتی ہی کیونکہ اس فعل کی تواریخی اہمیت پر بھی لحاظ کرنا لازم ہی اور فوری نتیجہ ہی اُسکے جواز کی آخری جانچ ہے - جنگ ہمیشہ آخری فیصلہ آسمانی نہین ہوتا - بعض ایسی کامیابیان ہین جو چند روزہ ہوتی ہین اور قومی زندگی کا اندازہ صدیون مین ہوتا ہی - اخیر فیصلہ صرف زمانہ ہای دراز کی جانچ سے ہوتا ہی -

اُس شخص مین جس کی بلند ذمہ دار قسمت نے اُس کو عظیم الشان سلطنت کی تقدیر کا ناخدا بنایا ہے - اپنے ہم عصرون کے فیصلہ کو نظرانداز کرنے کی صلاحیت ہونی چاہیے - مگر اپنی پالسی کے مقاصد کے متعلق اُسکی رائین اُن کی رایون سے صاف ہون - اور پورے زور کے ساتھ اس کو کانٹ کی یہ تعلیم پیش نظر رکھنا لازم ہی "اِس طرح عمل کر کہ تیرے ارادے کا اصول ایک عام قانون دستور العمل کا بھی کام دے"

اُس کو سلطنت کی نوعیت و مقصد کا صاف تصور ہونا چاہیئے - جس کو اعلیٰ سے اعلےٰ اخلاقی نقطہ خیال سے دماغ مین رکھنا اُس کا فرض ہے - وہ اور کسی طریقے سے اپنی پالسی کے قواعد قائم نہین کرسکتا - اور قوانین اخلاق سیاسی سے مانوس نہین ہوسکتا - نیز اس قوم کے خاص فرائض کا جسکی

قسمت کی باگ اُسکے ہاتھ مین ہی۔ صاف تصور ہونا لازم ہی تدبر کا انتہائی مقررہ مقصود مجھکر ان فرائض کو صاف اور معین صورت مین باقاعدہ کرنا چاہیئے۔ جب اِس نکتہ پر اُسکے خیالات بالکل صاف ہوجائین تو اُسوقت ہر مخصوص حالت مین وہ اِس بات کا اندازہ کرسکتا ہی کہ کیا باتین سلطنت کے حقیقی اغراض کے مُطابق ہین۔ سیاسیات کا راستہ صاف کرنے اور ناگزیر جنگ کے لیے موافق مواقع حاصل کرنے کی اُمید سے وہ صرف اُسی وقت باقاعدہ طور سے کام کرسکتا ہی۔ اور اُسیوقت وہ دل سے اُس نقطۂ خیال پر پہونچ سکتا ہے جس کو لوتھر نے خشن و جری الفاظ مین بیان کیا ہی۔ جب جنگ کا گھنٹہ بج جاتا ہی اور زور آزمائی کا فیصلہ اُسکے مقابل ہوتا ہے۔ لوگ اکثر تحریر و تقریر مین ظاہر کرتے ہین۔ کہ جنگ بڑی مصیبت ہے مگر ان کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ وہ چیز جس کا دفاع جنگ سے ہوتا ہی کس قدر بزرگ تر مصیبت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جنگ کے معاملہ مین لوگون کو قتال۔ آتشزدگیون۔ لڑائیون اور دھاوون وغیرہ کا خیال نہ کرنا چاہیئے یہ تو حقیر اور احمق لوگون کا فعل ہی جو محض بچون کی آنکھون سے جراح کو دیکھتے ہین جو ہاتھ کاٹتا، ٹانگ پر آری چلاتا ہی مگر اسپر غور نہین کرتے کہ وہ کل جسم کے تحفظ کیلیے ایسا کرتا ہی۔ اسیلیے جنگ یا تلوار کے معاملہ کو مردون کی آنکھون سے دیکھنا لازم ہی اور یہ سوال پوچھنا ضروری ہی کہ اِس قتال و ہیبت ناک واقعات کی وجہ کیا ہے۔ تو یہ ثابت ہوجاے گا کہ یہ معاملہ بالذات خدا کی طرف سے برگزیدہ معاملہ ہی اور دُنیا اُس کی اتنی ہی احتیاج و ضرورت رکھتی ہی جتنی کھانے یا پینے یا کسی اور کام کی"

لہذا اس فیصلہ کے لیے کہ جرمن پالیسی کو کونسی راہین حالیان جرمنی کی ترقی اغراض کیلیے اختیار کرنا چاہئین اور اُنکے کیا امکانات ہین۔ ہم کو سب سے پہلے حل طلب مسائل سلطنت و تہذیب کے اندازہ کی کوشش کرنا چاہیئے، اور یہ معلوم کرنا چاہیے کہ کونسے سیاسی اغراض ان مسائل سے مطابقت رکھتے ہین

جرمنی کی تواریخی ترقی پر ایک سرسری نظر

کسی متنفس شہری کی زندگی صرف اُس صورت مین قابل قدر ہے کہ وہ اُس سے عظیم الشان مقاصد کے حصول مین ادراکی طور پر اور مستعدی سے کام لے - یہی اصول قومون اور سلطنتون پر عاید ہوتے ہین - گویا قومین اور سلطنتین مجموعہ انسانی کے افراد ہین جن کی قابلیتین اور اوصاف مخصوصہ ایک دوسرے سے بیحد مختلف ہین جن مین مختلف تحصیلات کی صلاحیت ہی اور جس سے کہ انسانی زندگی کی بڑی ترقی مین گوناگون کام نکلتے ہین - آجکل ہماری قوم کے وسیع دائرون مین مادی فلسفہ کا سکہ جاری ہی - اِسکے نقطہ خیال سے مندرجہ بالا اصول قابل قبول نہین ہین - اِس کی رو سے دنیا کے کل واقعات مقررہ قاعدون کا ضروری نتیجہ ہین - آزاد ارادہ محض ضرورت کا نام ہی جسنے ادراکی صورت اختیار کر لی ہی - اِس کو نئے مشاہدے اور دماغی ادراک کے فرق سے انکار ہی اور اخلاقی آزادی کے تصور کی بنا ادراک پر ہے -

سائنس کے اعتراض کے سامنے یہ فیصلہ نہین ٹھہر سکتا - وہ ہر جگہ بلا پابندی قاعدہ انسانکے ناکافی ذہنی ادراک کے تنگ حدود کے اندر مفید معلوم ہوتا ہی - وجود عالم قانون سبب کے خلاف ہے بے پایانی و مداومت ہمارے دائرہ تصور سے خارج ہین - کیونکہ تصورات کا حصر جگہ اور وقت پر ہے قوت محرکہ و قوت ارادیہ کی نوعیت ضبط بیان مین نہین آسکتی -

قوائے محرکہ اور اشیا کی حقیقی نوعیت ہمارے سمجھ سے علیحدہ ہو جاتی ہی - انسانی نقطہ خیال سے عالم کی باقاعدہ تشریح ناممکن ہی - اگرچہ کوئی قابل ثبوت یقین اس اصول کا نہین ہی مگر اتنی بات صاف

معلوم ہوتی ہے کہ ایک ادراکی انتظام ترقی کے موافق جو دائمی تبدیلی کے گھومنے والے چکروں سے ہو رہی ہی دُنیا کی کل روحانی قوانین سے چل رہی ہی مگر یہ قوانین خارج از فہم انسانی ہین جیسے کہ انسان کی تدریجی ترقی بھی ایک مخفی اخلاقی قاعدہ کی پابند ہی - بہرحال تہذیب اور عام اخلاقی خیالات کی اشاعت سے ہم کو پاک اور اعلیٰ زندگی کی ترقی کا احساس معلوم ہوتا ہی -

درحقیقت ہر جدا افرادی حالت مین تدبیر اور ارادے کا ثبوت ناممکن ہی کیونکہ ہمارا "کل" کا خیال نہایت محدود اور بے قاعدہ ہوتا ہی - مگر اپنے محدود علم اشیا کے اندر اور واقعات کی ہمدمی ضرورت کے حدود مین ہم کم از کم مشیت ایزدی کے کھلے ہوے سطحی اصول سمجھنے کی کوشش کر سکتے ہین اور اِسی کو ہم اصول ترقی کہتے ہین اسی طرح سے ترقی اور مزید جستجو مین ہم کو مفید مدد ملے گی مشیت ایزدی کا قول و ارادہ لوگون اور سلطنتون کی جنس و نسلون کی تاریخی نشو و نما مین خوب ظاہر ہوتا ہی گوئتھ نے ایک موقع پر (Zelter) زیلٹر کو خط مین لکھا تھا "کہ حق بات کا پایہ صرف اُسکی تاریخ سے بلند ہوتا ہی اور وہی اُس کی پُشت پناہ ہی جھوٹی بات کا پایہ اُسکی تاریخ سے گرتا ہے اور وہی اُسکی خراب کرنے والی ہی"

لوگون اور نسلون کی ساخت - سلطنتون کی ترقی و تنزل - قوانین معاشرت عام ہم مین یہ تمیز پیدا کرتے ہین کہ وہ قوتین کیا ہین جو خلق کرنے - قایم رکھنے اور بھلائی پہنچانے کا اثر رکھتی ہین اور وہ قوتین کیا ہین جن سے شیرازہ بکھر جاتا اور انجام کار لابدی تنزُّل واقع ہوتا ہے -

ہم یہان عام قوانین کے عمل پر نظر ڈال رہے ہین مگر یہ بات یاد رکھنا چاہیئے کہ سلطنتین وہ ذاتیات ہین جن مین بالکل مختلف انسانی اوصاف ودیعت کیئے گئے ہین جن کی نوعیت عجیب اور مخصوص ہوتی ہی - اور یہ مشیتی اوصاف سلطنتون کی اجتماعی ترقی مین بالکل جدا اجزا ہین - تحریکات و اثرات جدا جدا قومی ذاتیات پر بالکل مختلف اثر رکھتے ہین - ہم کو تاریخ ماہر علم روحانی کے ماہر علم حیوانات کے طریقہ پر سیکھنا چاہیے - اگر کسی قوم کا عام میلان ترقی معلوم کرنا ہے تو اُسی کے نقطہ خیال سے اُس قوم کی جانچ کرنی چاہیے ہم کو اہل جرمنی کی تواریخ کا مطالعہ اُس ربط کے ساتھ جو اُس کو دیگر سلطنت ہائے یورپ کی تواریخ سے ہی کرنا چاہیے اور یہ سوال کرنا چاہیے کہ اُسکی ترقی نے ابتک کون راستے اختیار کیے ہین - اور زمانہ گذشتہ ہماری آیندہ پالسی کے لیے کس قسم کی رہنمائی فراہم کرتا ہی

جب سے اُن کا تاریخ مین ظہور ہوا ہے اہل جرمنی نے اپنے آپ کو اوّل درجہ کی مہذب قوم ثابت کیا ہے -

جب وحشی قومون کے حملون نے سلطنت (Rome) روما کا شیرازہ بکھیر دیا تو دو خاص عنصرون نے مغرب کے مستقبل کو نئے سانچے مین ڈھالا یعنے عیسائیت و اہل جرمنی - آقاؤن اور غلامون کی سلطنت مین عیسائیت نے ملکیات کے متعلق کل لوگون اور جماعت کیلیے مساوی حقوق کی تعلیم دی - مگر اعلی درجہ کا اخلاقی قانون مرتب کیا اور ایسی قوم کو جس کا نقطۂ خیال صرف تعیش کی طرف تھا عاقبت کی طرف متوجہ کیا اور جتلایا کہ عقبیٰ ہی زندگی کا آخری مقصد ہے اس تعلیم نے انسان کی قدر بحیثیت انسان بڑھادی اور شخصیت کی اخلاقی ترقی کو مطابق قوانین ضمیر شخصی کل ترقی کی ابتدا ٹھہرادیا - اِس صورت سے اُسنے بتدریج دنیاے قدیم کے فلسفہ کو بدل دیا جس کے اخلاق کی بنا محض تعلقات سلطنت پر تھی - اِسکے ساتھ کثیر آباد شمالی حصہ سے جرمنون کے غول کے غول کثیر تعداد مین سلطنت (Rome) روما اور قدیم دُنیا کی دیگر تنزل پذیر قومون پر فتح کے جھنڈے ہاتھ مین لیے ہوے ٹوٹ پڑے - یہ ٹڈی دل اپنی قومیت کو صاف اور اپنی حیثیت کو باعتبار سیاسی قوت کے قائم نہین رکھ سکتا تھا - ان کی قائم کردہ سلطنتین چند روزہ تھین - حتے کہ اُس زمانہ مین بھی لوگون کو اس بات کی تمیز تھی کہ ادنیٰ تہذیب کیلیے اعلیٰ تہذیب کے مقابلہ مین ٹھہرنا بڑا مشکل کام ہے - جرمن لوگ آہستہ آہستہ مفتوحہ اقوام مین گھُل مل گئے - مگر جرمن عنصر نے ایک نئی رُوح ان قومون مین پھونکدی اور نشو و نما کے نئے موقع پیدا کردیے جتنا جرمن خون کا میل زیادہ تھا اُتنی ہی زیادہ قوت و صلاحیت تہذیب نوخیز قوم سے ظاہر ہوئی اُس عرصہ مین اس نو تعمیر دنیا کے اندر بڑے بڑے دشمن پیدا ہوگئے - جرمنون اور روما والون اور اُن کی مفتوحہ اقوام سے لاطینی نسل بتدریج نکلی جس نے اپنے آپ کو جرمنون سے علیحدہ کرلیا - جرمن (Alps) آلپس کے شمالی اضلاع (Scandinavai) اسکینڈی نیویا مین غیر مخلوط رہے اسی کیساتھ عالمگیر سلطنت کا خیال جو دنیاے قدیم نے اختیار کیا تھا برابر دلونمین لہلہاتا رہا -

مشرق مین سلطنت بازنطائن (Byzantine) ۱۴۵۳ء تک قائم رہی - مگر مغرب مین آخر شاہنشاہ روما کو (Odoacer) اوڈوسر نے ۴۷۶ء مین تخت سے اُتار دیا - اٹلی کے

بعد دیگرے مشرقی (Got ho) گاتھون - اور (Lambards) لامبرڈون کے قبضہ مین آچکی تھی -

(Visigoths) ویسی گاتھ (Spain) ہسپانیہ مین اور (Franc) فرانکٹ و برگنڈی (Burgandy) والے (Gaul) گال مین اپنی سلطنت قائم کر چکے تھے -

آخر الذکر سمت سے ایک نئی سلطنت کا آفتاب طلوع ہوا - چارلس اعظم نے اپنے قوت بازو سے سلطنت فرانکٹ (Franc) کو گال (Gaul) کے حدود سے بہت آگے بڑھا دیا سیکسنس (Suoxes) کی اطاعت ورزی سے وہ کل مُلک پر درمیان رائن (Rhine) وایلب (VElbe) قابض ہوگیا - لامبرڈونکی (Lambardu) فتح سے اُس نے اٹلی کی شاہنشاہی حاصل کی اور آخر مین مغربی سلطنت روما (Rome) کو پھر زندہ کرنے کی کوشش کی سنہ ... مین روما (Rome) مین اُسکے سر پر تاج شاہی رکھا گیا - چارلیس کے جانشینون نے اُسکے دعوے کو نہ چھوڑا مگر سلطنت فرانکٹ (Franc) کچھ ہی عرصہ بعد پارہ پارہ ہوگئی - اُسکی تقسیم مین مغربی نصف حصہ وہ تھا جو بعد کو فرانس کے نام سے موسوم ہوا اور مشرقی فرانکی حصہ سلطنت بعد کا جرمنی ہوگیا - دران حالیکہ مغربی فرانکٹ کی سلطنت کے ممالک اٹلی و اِسپین (Spain) مین جرمنی نے اپنی زبان و رسومات کو ترک کر دیا تھا اور آہستہ آہستہ اہل روما کے ساتھ مخلوط ہو گئے تھے مشرقی فرانکی سلطنت کے باشندون اور بالخصوص سکیسن اور اُنکی ہمسایہ قومون نے اپنی جرمن خصوصیات زبان اور رسومات کو قائم رکھا تھا - ایک زبردست جرمن سلطنت کا ظہور ہوا جس نے چارلیس اعظم کے مغربی سلطنت روما کے دعوے کو تازہ کر دیا (Otto) آٹو سب سے پہلا شاہ جرمن تھا جس نے یہ بارگران اپنے سر پر لیا - یہ اُسکو اور اسکے جانشینون کو روما کے پادریون کے ساتھ جھگڑون مین اُلجھانے کا باعث ہوا - یہ پادری صرف گرجا ہی کے پیشوا بننا نہین چاہتے تھے بلکہ اٹلی کے حاکم اور اُس مُلک پر اپنا مدعیانہ حق ثابت کرنے کے لیے پُرانے دفاتر کے جھٹلانے مین بھی اُنھین کوئی باک نہ تھا -

پاپاؤن نے اُس حق کو قائم کر دیا مگر اُنھون نے اسیر ہی بس نہ کی - بوجہ سکونت روما جو سلطنت

عالم کا مقدس مقام تھا اور بہ سبب پیشوائی کلیسہ جس کو عمومیت کا دعوی تھا اُنھوں نے بھی اپنے
طریقہ پر ایک عالمگیر سلطنت کا خیال دل مین جمایا - یہ خیال انسانی دماغ کے نہایت دلیرانہ تصورات
مین سے تھا اور اسکے یہ معنی تھے کہ قریب قریب محض روحانی قوتون کے زور سے شاہنشاہی عالم
پناہی کی بنیاد ڈالی جاسے اور اُسی سے اُس کو قائم رکھا جاسے - لامحالہ یہ دعاوی پوپون در سلطنت
کے درمیان فسادات کا باعث ہوے - آزادی خواہشاتِ دنیاوی دعاوی سلطنت روحانی سے
ٹکرا گئی - اِن دو قوتون کی منحوس کشمکش نفسیت مین جس سے جرمن سلطنت کو بھاری نقصانات اُٹھانا
پڑے شاہی غرض کو شکست ہوئی - شاہی قوت سلطنت کثرت سے مختلف اور خودمختار حصون کو
مجموعی حیثیت سے ایک جگہ نہ کرسکی اور ریاستون کی خودغرضانہ شخصیت کی سرکوبی سے قاصر رہی آخری
اسٹافر (Staufer) نیپلیس (Naples) مین چارلیس آنژو کے تبر سے مرا جو کلیسہ کا آوردہ
تھا - جرمن روما سلطنت کا اچھا زمانہ ختم ہوچکا تھا - جرمن قوت پاش پاش زمین پر پڑی ہوئی تھی اِسکے
بعد ایک زمانہ طوائف الملوکی کا آیا اہل جرمن کے اُن خراب خصوصیات خودبینی و انحطاط حب الوطنی
نے اِس تباہی کو پوست بہ استخوان کردیا - اہلجرمنی کی دماغی زندگی بھی بگڑگئی - شاہی قوت کے عنفوان جوانی
مین جب وہ قابل (Staufers) اسٹافرس کے ہاتھ مین تھی جرمن نظم کا شروع مستند زمانہ
تھا - سر جرمن ملک نظمون سے گونج رہا تھا - جرمن جذبات کا اظہار جوش بذریعہ گیتون اور نظمون کے
کیا جاتا تھا جو متین یا فرحت بخش ہوتے تھے - مگر سلطنت کی ناپیدگی سے آلہ موسیقی کا ہر تار
خاموش ہوگیا اور حتے کہ سانچے مین ڈھلے ہوے ہر سیاسی حالات کی ناشائستگی اور نیرنگ سے
سر نہ اُٹھا سکے لوگون کی مادی بہبودی البتہ بہتر ہوگئی اور اُن مین حیرت انگیز ترقی ہوئی جب
داخلی معاملات فرد ادارہ انتظام مین آگئے (Hanseatic League) ہینسی
ایٹک لیگ کا جھنڈا دور دور شمالی سمندرون مین لہراتا پھرتا تھا اور بڑے تجارتی راستے جن سے
مشرق و مغرب مین اتصال ہوگیا تھا - (Venice) وینس و (Genoa) جینوا سے
جرمنی ہو کر جاتے تھے - مگر پہلی سیاسی قوت پھر نصیب نہ ہوئی -

مگر جابرانہ حکومت کی آتش نفرت ابھی تک اُن اہلجرمنی کے دلون مین سُلگ رہی تھی جنھون نے
کلیسائی اختیارات کے آگے سر تسلیم خم کرلیا تھا - اور ایک بار پھر اسکا بھڑکنا لازمی تھا اور اِس مرتبہ

روحانی سلطنت مین جب اِن مین زیادہ دُنیاداری آگئی کلیسا کا بہت سا اثر لوگون کے دلون سے زائل ہونا شروع ہوگیا۔ دوسری طرف ایک شستہ تحریک ہمدردی انسان کے متعلق اُٹھ کھڑی ہوئی جو شاید جوش قدامت باعتبار نوعیت خود کلیسا کے یقینی مخالف تھی جرمنی مین اُس کا پُرجوش اتفاق کے ساتھ استقبال کیا گیا اور ہر شخص جس کے خیالات اور امیدون کا مرکز آزادی تھا اِن مین شریک ہوا (Ulrich von Hutten) آلرچ وان ہٹن کا نعرۂ جنگ مین نے اِس فعل کی جراءت کی ہو، جرمنی کے کل اضلاع مین زور سے گونج گیا۔ اِس صورت سے ایک معنی مین ہمدردیٔ انسان Reformation ریفارمیشن (اصلاح مذہب) کا پیش خیمہ تھا۔

اصلاح مذہب چونکہ جرمنون کی تہ مین ہو اُس نے یورپ کی بنیادون کو ہلا دیا۔ Aryan Gaths (ایرین گاتھ) اور کٹر کلیسا کے درمیان جب جھگڑا ہوا تھا تو جرمنون نے روحانی آزادی کی خاطر مذہبی لڑائی مین اپنا خون دل بہایا تھا۔ اِس مرتبہ انھون نے ایسا ہی کیا۔ اِس موقعہ پر روحانی آزادی کیساتھ قومی خودمختاری بھی شامل تھی۔ جنگہاے ایران کے زمانہ سے کوئی ایسا جھگڑا نہین ہوا تھا جو نتائج ترقی انسان سے زیادہ مملو ہو۔ اِس معاملہ مین ابلجرمنی قریب قریب پابند ہوگئے اور کل سیاسی اقتدار کھو بیٹھے سلطنت کے بڑے قطعات غیر سلطنتون کو دے بیٹھے۔ جرمنی صحرا ہوگیا۔ مگر اس موقعہ پر کلیسا فتحیاب نہین رہا جیسا Aryan) (Gath (ایرین گاتھ) اور (Staufer) اسٹافرس کے مقابلہ مین رہ چکا تھا۔ یہ سچ ہے کہ وہ بالکل شرمرنہ نہین رہا وہ با ایہمہ ایک زبردست قوت رہا اور خود اس جھگڑے سے اُسنے تازہ تازہ قوت جلب کرلی۔ سیاسی حیثیت سے رومن (کیتھولک) سلطنتون نے اسپین کی سرکردگی مین مُسلمہ فضیلت حاصل کی۔ مگر دوسری طرف مذہبی آزادی کا حق قائم ہوگیا۔ یہ نہایت اہم عنصر تہذیب اصلاح شدہ کلیسا و نیز انسان کے لیے رکھ چھوڑا گیا تھا اور اس زمانہ سے ابتک بھی کل ترقی کی پناہ رہا ہے۔ اگرچہ (West Phalit) (ویسٹ فیلیا) کی صلح کے بعد مذہبی آزادی کا احساس کرانے کے لیے طویل جھگڑون کی ضرورت رہی ہو لاطینی نسل کی سلطنتیں جرمن آزادی خیالات دبانیکے لیے اب قوی دعاوی پیش کرتی ہین جو مشعر برشاہنشاہی عالم ہین۔

پہلے اسپین بعد ازان فرانس تفضیلت پر دونون مین گتھم گتھا ہوئی اسکے ساتھ انگلستان کے اندر اُن
جرمنون مین جو انگریزون مین جذب ہو گئے تھے ایک اوّل درجہ کی ز (Protestant
پروٹسٹنٹ قوت بڑھ رہی تھی اور نئے ممالک کی دریافت کے راستے جو اندار یفارمیشن
(Reformish) سے منطبق ہوئے اور غیر مشکوک راستے انسانی عقل اور انسانی
مستعدی کے لیے کھول دیے - سیاسی معاشرت مین بھی تازہ تحریک ہوئی - بتدریج تارک الوطنون
کے غول کے غول جوق جوق امریکہ کے نو دریافت شدہ اضلاع مین گئے - شمالی حصہ جرمنون
کی طرف آیا اور جنوبی لاطینی نسل کے حصے مین پڑا - اس صورت سے بڑی نو آباد سلطنتون کی اور اسکے
ذیل مین عالمگیر سیاسیات کی بنیاد پڑی - جرمنی اس بڑی تحریک سے خارج رہا کیونکہ اُسنے اپنی قوتون کو
کلیسائی تنازعات اور مذہبی جنگون مین بیکار ضائع کیا - برخلاف ازین انگلستان نے ز)
ممالک زیرین دآسٹریا کی شرکت مین بذریعہ جنگہائے مسلسل فرانس کو دبائے رکھا اور اُسکے حوصلہ
شاہنشاہی کو ابھرنے نہ دیا ان جنگون سے انگلستان بڑھکر دنیا مین اول درجہ کی نو آبادیانہ و بحری
قوت ہو گیا جرمنی بڑے قطعات اراضی کھو بیٹھی اور اس سے زیادہ اُسنے سیاسی قوت کا نقصان اُٹھایا
وہ متعدد و کمزور جدا جدا سلطنتون مین تقسیم ہو گئی تھی ان سلطنتون کے دل جرمن غرض کیساتھ مشترک ہمدردی
سے بالکل خالی تھے مگر اس تقسیم ہی نے اس کو تازہ قوت بخشی پروٹسٹنٹ قوت کا مرکز پروشیا کے
شمالی حصہ مین قائم ہو گیا - صدیون کی جنگ وجدال کے بعد جرمنون نے سلاف قوم کو نکالا جو بکثرت
مشرق کی طرف گھس پڑے تھے بڑے بڑے قطعات آراضی اُن سے چھینے اور ان کو بالکل اپنے
مین جذب کر لیا اس جنگ سے مثل اُس جنگ کے جو آراضی کے سنبھالنے مین کرنا پڑی ایک زبردست نسل
پیدا ہوئی جسے اپنی طاقت کا احساس تھا - اس طاقت سے اُنھون نے اپنی قوت کو ساحلہای بالٹک
تک پھیلا دیا اور کامیابی کے ساتھ جرمن تربیت کا سکہ شمال بعید مین جمایا آخر مین جرمن قوم کو سوئیڈن
والون کے مقابلہ مین بھی فتح ہوئی جو بالٹک پر بھی تسلط کرنا چاہتے تھے اُس جنگ مین الیکٹر اعظم نے
ایک زبردست سیاسی قوت کی بنا ڈالی اور یہ قوت بتدریج بڑھکر جرمنی مین ایک با اثر قوت محرکہ
ہو گئی - پروٹسٹنٹ جرمنی کی پیشوائی روز افزون ترقی کے ساتھ اس سلطنت مین آگئی اور کیتھولک
آسٹریا کے لیے بتدریج ایک مدمقابل پیدا ہو گیا - یہ آخر الذکر سلطنت جرمنی سے نکلی تھی اور بڑھکر

ایک خود مختار دولت بن گئی تھی جس کی فضیلت صرف جرمن آبادی ہی کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اہل ہنگری وسلافی قوم کی وجہ سے بھی تھی۔ جنگ ہفت سالہ مین پرُوشیا کیتھولک آسٹریا و جرمنی سے علیحدہ ہوگئی اور بہ حیثیت ایک خود مختار سلطنت کے مدِمقابل ہوئی لیکن ابھی ایک اور تاریک زمانہ جرمنی کے لیے دھرا ہوا تھا۔ جب اُسنے ایک بار پھر ترقی کی کوشش کی۔ فرانس مین شخصی حکومت نے اپنے ذاتی خود غرضانہ مقاصد پورے کرنے کے لیے قوم کے کل وسائل ترقی مسدود کردیے تھے استبدادی مقولے نے کہ "یہ میرا ہی" انتہائی درجہ پر پہنچکر خیالات مین خوفناک نفرت پیدا کردی اور یہ نفرت ۱۷۸۹ء کے انقلاب مین انتہائے کمال کو پہونچگئی اور اُسنے یورپ مین ہرجگہ بالخصوص جرمنی مین زمانہ وسطی کے مٹے ہوے آثار کو پاش پاش کرکے نکال پھینکا۔ جرمن سلطنت بحیثیت جرمن سلطنت ناپید ہوگئی صرف سلطنتون کے ٹکڑے باقی رہگئے جن مین پروشیا مین حقیقی قوت باقی رہی۔ نپولین کے زمانہ مین ایک بار پھر عالمگیر سلطنت کی آگ بھڑکی اور اُس نے اپنا عقابی پھریرا۔ اٹلی۔ مصر۔ شام جرمنی اور ہسپانیہ پر اُڑایا اور حتی کے رُوس کے اُن میدانون پر بھی جس نے سلافی مشرق کے تدریجی سیاسی جذب اور پولینڈ (Poland) سویڈن (Sweden) ٹرکی (Tukey) اور پرُوشیا (Prussia) کی جنگون سے آہستہ آہستہ توسیع حاصل کرکے یوروپین اقوام مین بڑی جگہ لے لی تھی پھیل گیا۔ آسٹریا کو جو مختلف اقوام کا غیر منظم مجموعہ ہوگیا تھا۔ نپولین نے مغلوب کرلیا پروشا بھی جس کی تمام قوت خواب امن نے سلب کرلی تھی اُسکے حملہ سے بیٹھ گیا۔

مگر جرمن اسپرٹ نے تازہ قوت کے ساتھ قعر مذلت سے خروج کیا۔ پاک و زبردست ترین غضب کا طوفان پروٹسٹنٹ (Protestant) شمال سے اٹھا جنگہائے آزادی نے منورجوش کے ساتھ پروشیا جرمنی کیلیے سیاسی زندگی کے امکانات واپس لیے اور آگے کو وسیع ترقی کے واسطے راستہ ہموار کردیا۔

جب اہل فرانس مذہبی و دنیاوی استبدادی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کرکے اُن کی زنجیرین توڑ چکے اور اپنے حقوق کے اعلان سے فارغ ہوگئے تو ایک اور بالکل مختلف انقلاب پروشیا مین اپنا کام کررہا تھا۔ یعنے انقلاب فرض حقوق شخصی کا جتلانا انجام کار شخصی

غیر ذمہ داری ٔ سلطنت کی جانب سے نفرت کا باعث ہوتا ہو - ایمینوئل کانٹ بانی فلسفہ تنقیدی نے اس خیال کے مقابلہ مین اخلاقی فرض کی تلقین کی (Shornhorst) شارن ہورسٹ نے عام جنگی خدمت کے خیال کو لیا - ہر متنفس سے یہ توقع کرکے کہ وہ مال و جان کو جماعت کے فائدہ و نیز قربان کرے گا اُس نے سلطنت کے خیال کو نہایت صاف کردیا اور ایک مضبوط بنیاد شخصی حقوق کے دعوے کی قائم کردی اُسیکے ساتھ اسٹین (Stain) نے پروشیا مین شخصی گورنمنٹ کی بنیادین ڈالین - جب نہایت دُور بین تواریخی اہمیت کی تدابیر اُس سلطنت مین اختیار کی جارہی تھین جسپر کہ جرمنی کی آیندہ قسمت کا انحصار تھا اور جب صحیح ترقی نے انقلاب کی جگہ لے لی تھی تو ہنر اور سائنس کی عملداری مین ایک اول درجہ کی جرمن سلطنت یعنے سلطنت ذہانت پیدا ہوئی جس مین جرمن خصائل و کوشش کا پورے طور پر اظہار ہوا - اِس سرزمین مین جہان سیاسی تنگ خیالی اور سوشل انحطاط کی حکومت تھی سنہ ۱۸۰۵ء سے ایک بڑی تبدیلی واقع ہوگئی تھی - اُس ادب اور سائنس نے جس کی تولید قوم کے دلون مین ہوئی تھی اور جو مذہب پروٹیسٹنٹ (Protestant) کی اخلاقی تعلیم مین گہری جڑ پکڑے ہوے تھا لوگون کے دماغون کو عملی زندگی کے حدود سے ارفع کردیا تھا اور اُن کو دماغی آزادی کی اونچائیون پر پہنچاکر جرمن اسپرٹ کی قوت و فضیلت کو ظاہر کیا تھا - اسطرح سے نئی شاعری اور سائنس کئی قرن تک اِس پراگندہ قوم کے لیے نہایت ذی اثر ذریعہ اتحاد رہا اور اسی نے جرمن معاشرت مین مذہب پروٹیسٹنٹ کی فتح کو امر قطعی کیا"

جرمنی ایک بار پھر کفر کا مسکن بنا - کیونکہ اُسنے اصلاح مذہب (Reformation) کو بڑھا کر غیر محدود و بے تعصب حق بنا دیا - ایسے اخلاقی فرایض نے جن کو کبھی کسی قوم نے اپنے دستور العمل کا معیار نہین بنایا تھا کانٹ اور فچٹے کے فلسفہ مین جگہ پائی اور ایک بلند خیال کی روح اُسکے شعرا کے اشعار مین تھی - اُن روحانی کام کرنے والی قوتون کے شدید اثر کا احساس ۱۸۱۳ء مین بہادرانہ غضب کے اظہار سے ہوا - اسطرح ہمارا علم ادب جو اور جگہ سے چلا تھا بالآخر اُسی منزل مقصود پر جو استبدادیت و نیز اُن لوگون کا تھا جنھون نے اِس کام کو سخت تباہی کے وقت آگے بڑھایا تھا، جا پہونچا - دو عظیم الشان فاتح نپولین و گیتی کی ملاقات تاریخ مین ایک اہم واقعہ

تھا - ایک طرف تازیانہ خدا - ماضی کے کل باقیات کا تباہ کنندہ تاریک خیال کا ظالم - انقلاب آخر کا قاطع - دوسری طرف متین سنجیدہ دیوتا جس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تھے وہ آدمی شریف با دل و نیک ہو جس نے مذہبی جذبہ کو ایک نئی مسرت بخشی کیونکہ اس نے کل ہستی کو ایک ترقی پذیر تبدیلی سمجھا - اور سائنس مین نئے راستے دکھائے جس نے انسانی ذہانت کی کل خواہشات اور حیرت دماغ کی کل تحریکات نہایت صاف الفاظ مین ظاہر کر کے اپنے ہم وطنوں مین ادراک پیدا کیا جس نے ہر قسم کی تصانیف سے یہ ثابت کر دیا کہ انسانی علم کی کل سلطنت جرمن دماغ مین یکجا ہو گئی ہو -

ایک پیغمبر حق - ان لازوال یادگار دنون کا بخبیر جو انسان کی الوہیت کی شہادت دیتی مین صدی کا بڑا فاتح ذہانت کے سورما سے ملا جسکے حصہ مین مستقبل کی فتح آنے والی تھی - لاطینی نسل کا سب سے زبردست بادشاہ بڑے جرمن کے مقابلہ مین آیا جو انسانیت مین سب سے آگے تھا جس قوم مین انتہائے سیاسی تنزل کے زمانہ مین فچ - شارن ہورسٹ اٹیسن شلر اور گیتی ایسے لوگ پیدا ہون جنگہائے آزادی کے جوانمردون کا تو شمار ہی کیا اس قوم کی تقدیر کا ستارہ یقیناً چمکنے والا تھا -

ہم تسلیم کرتے ہین کہ اس زمانہ مین جو اُن شاندار ایام کی عظیم الشان کوششون کے بعد ہی آیا اہل جرمن اپنے بادشاہون کی کوتاہ اندیشی خودغرضی کمزوری اور ہمسایون کی حسد کی وجہ سے اپنی جوانمردی انہماک اور پاک جوش سے پورا فائدہ نہ اُٹھا سکے - اُس نسل کی سخت مایوسی کا اظہار ۱۸۴۸ء کی انقلابی تحریک اور ہزارون کی شمالی امریکہ مین تارک الوطنی سے ہوا امریکہ مین جرمنون نے ایک نئی قوم کے بنانے مین بڑا حصہ لیا مگر لوگ اپنی مادرِ وطن کے ہاتھ سے جاتے رہے - پرُوشیا کی بادشاہت آسٹریا و روس کے قدمون پر جھک گئی اور معلوم ہوتا تھا کہ اُسنے اپنے قومی فرائض کو بھُلا دیا -

تاہم سلطنت پروشیا کے وسط مین حامیان آزادی کے خون سے ایک نئی نسل پیدا ہو رہی تھی جو اب بہالی بننا نہین چاہتی تھی بلکہ ہتھوڑا چلانے کی خواہشمند تھی - دو شخص میدان مین آئے ولیم اوّل و جوانمرد صحرائے سیکسن - استقلال کے ساتھ اُنھون نے قوم کی متحدہ فوجین جمع کین جنھون نے اوّل اوّل جہالت سے مخالفت کی - اور عوام کے وکلا کی خودغرضی و تحکمانہ

سخن پروری کو توڑا - ایک فیروزمند جنگ آسٹریا کیساتھ معاملات کا فیصلہ ہوگیا جس نے چند صدی سے
جرمنی کی فضیلت نہین چھوڑی اور جس نے جرمن شاہی اتحاد کو بغیر اُسکی دولت عثمانی کی حیثیت سے
رہنے دیا - فرانس کو ایک زبردست شکست سے نیچا دیکھنا پڑا - کثرت سے رعایات جرمن شاہ
پروشیا کے زیر حکومت متحد ہوگئی - سلطنت جرمن کا قدیم خیال متحدہ ریاستہائے جرمنی آسٹریا کے
اتحاد ثلاثہ سے از سر نو تازہ ہوگیا اُس جرمن خیال کی فرمان روائی جو بسمارک کے ذہن تصور مین تھا
بحر شمال سے لیکر بحر ایڈریاٹک و بحر روم تک پھیل گئی مثل ققنس کے جو خود کو جلا کر خاک سیاہ کردیتا ہے
اور بعد از ان راکھ سے نکلتا ہے جرمنی کا دیو قدیم [illegible] اتحاد کے بستر کالا لوجودی سے اُٹھا - اور
اُس نے اپنے زبردست ہاتھ پاؤن بڑھائے - جرمنی کی اس بیداری کا بدیہی و لازمی نتیجہ یہ ہوا
کہ دوسری قومون پر اس کا سخت اثر پڑا جنھون نے اب تک مالی و سیاسی قوت کو تقسیم کر رکھا تھا -
دشمنون نے ملکر ہم کو ہر طرف سے دھمکیان دین تا کہ ہماری توسیع قوت آگے کو نہ بڑھ سکے - جب سے فرانس
اور روس کے بیچ مین گھرے ہونے کی وجہ سے ہم اپنے فتوحات کے پورے ثمرات سے لذت یاب
نہ ہوسکے کوتاہ اندیشی اور پارلیمنٹ کی فرقہ بندیون کے جھگڑون نے جو ہماری قوم کے قدیم موروثی
معائب تھے وسیع پیمانہ پر نو آبادیون کی پالیسی اختیار کرنے سے ہمین باز رکھا - قوم و گورنمنٹ
کی انتہائی امن پسندی کی وجہ سے ہم دوڑ مین اور ملکون سے پیچھے رہ گئے -

کرۂ ارض کی تازہ ترین افریقائی تقسیم مین فاتح جرمنی بہت گھاٹے مین رہا - فرانس نے جس کو
جرمن شکست دے چکا تھا دوسرے درجہ پر سب سے بڑی نو آباد سلطنت قائم کرلی - انگلستان نے
نہایت اچھے اچھے ٹکڑے اپنے لیے علحدہ کر لیے حتی کہ کوچک و غیر جانبدار بلجیم بھی مقابلتاً
بڑے اور بیش قیمت حصہ کی مدعی ہوئی - جرمنی کو مجبوراً چند معمولی ٹکڑون پر قانع رہنا پڑا - علاوہ ان
سیاسی تغیرات کے جن مین نئی راہین اور نئی محرکہ قوتین پیش نظر ہوئی ہین فریڈرک اعظم کے خیالات
کانسٹی ٹیوشن و جدید خیالات فرانسیسی کے انقلاب کا زیر اثر سلطنت کا تصور اس صدی کے
آغاز سے بالکل بدل گیا ہے - زمانہ وسطی کی موروثی سلطنت شاہنشاہ کا آبائی مقبوضہ تھا - اس
صدی نے جدید سلطنت ظہور مین آئی جو اس تعلق کے بالکل برعکس ہے - اس کی رو سے شاہنشاہ
سلطنت کا سب سے بڑا خادم ہے اور تمام ملک کے فوائد کا لحاظ نہ کہ فقط حاکم کے فائدے کا

خیال گورنمنٹ کی پالسی کی کلید ہو سلطنت کے اس متغیرہ تصور سے اصول قومیت نے بتدریج ترقی کی ہے اور اصول کا میلان یہ ہے کہ تاریخی حدود نظرانداز کردیے جانے چاہئین اور قومین ایک سیاسی مجموعہ ہوجائین - اس صورت سے سلطنت کی ایک مساوی قومی حالت ہوجائیگی اور اسکے اغراض عام قومی اغراض ہوجائین گے -

معاملات کی اس جدید حالت نے بین الاقوامی تعلقات کی بنیاد کو بالکل تبدیل کردیا ہے اور نئے اور غیر معلوم فرایض مدبرین کے پیش نظر ہوگئے ہین - تجارت وحرفت بالکل نئے طریقے پر بڑھی ہے ۱۸۱۵ع کے بعد کل رکاوٹین جو ہستی وچالاکی کے سدراہ تھین یعنی مجالس تاجران وقیود تجارت بتدریج دور ہوگیئن - آراضی کی جائداد کسی کا اجارہ نہ رہا - تجارت وحرفت خوب پھلی پھولی - انگلستان نے کوئلے لوہے اور کلون کا عام استعمال حرفتون مین کرنا شروع کرنا اور اس صورت سے بڑے بڑے حرفتی کارخانے قایم ہوگئے - اسٹیمر اور ریلون کے ذریعہ سے اُسنے کلون کو تجارت مین داخل کیا اور اسکے ساتھ سائنس اور کیمسٹری سے حرفتی انقلاب پیدا کرنا اور روئی کے ذریعہ سے دنیا کے بازارون پر حاوی ہوگیا - اور علاوہ برین نہایت وسیع معنون مین اُس کا اعتبار بڑھ گیا" اسی کے ساتھ انگلستان نے دُنیا مین بحری برقی تار اور جہازی بیڑے بنائے اور اس طور پر اُس کو ایک قسم کی دنیا کی شاہنشاہی حاصل ہوگئی - اُس نے کل مادی اغراض کا انحصار اپنی ذات پر کرکے ایک اور نئی عام سلطنت کی بنیاد ڈالنے کی کوشش کی - پوپ اور سلاطین ماضیہ کی طرح روحانی یا دنیاوی اسلحہ سے نہین بلکہ روپیہ کی قوت سے - انگلستان کے مقابلہ مین بحر اٹلانٹک وبحر کابل کے درمیان مشرق ومغرب کو ملاکر سلطنت متحدہ شمالی امریکہ ترقی کرکے اول درجہ کی حرفتی وتجارتی قوت ہوگئی ہے - کثیر قدرتی وسایل اور اپنے باشندون کے آگے بڑھنے والے خصائل کی مدد سے یہ زبردست سلطنت چاہتی ہے کہ اقوام کی مجلس مین اس کی قوت کا اعتراف کیا جائے اور اس کی یہ خواہش ایک زبردست بحری فوج کی تیاری سے قریب الحصول ہی -

روس نے اپنی جگہ صرف یورپ ہی مین مضبوط نہین کرلی ہے بلکہ اُس قوت کو کل

شمالی ایشیا مین پھیلا دیا ہے اور وہ بر اعظم کے وسط مین بھی آگے کو بڑھ رہا ہے اسکے
اور منگولیا نسل کے درمیان تلوار چل چکی ہی۔ اس کثیر آبادی کو جس سے ایشیائی بر اعظم کا مشرقی حصہ پُر ہے
ہزارون سال کی خوابیدہ تہذیب کے بعد آخر کار جاگ کر سیاسی زندگی کا احساس ہوا ہی اور وہ قطعی طور
پر بین الاقوامی زندگی مین اپنے حصہ کی دعویدار ہے - جاپان کا بڑی دول عالم کے حلقہ مین داخل ہونا
آمادگی جنگ کا پیش خیمہ ہی - اپنے مطالبہ کی قوت پر بھروسہ کرکے وہ دھیمی آواز سے یہ کہتا ہی ایشیا
ایشائیون کے لیے ہی "یہ نئی دولت عظمیٰ ایک یوروپین دشمن کے ساتھ مقابلہ مین فتحیاب ہوچکی ہے
چین بھی اپنی فوجون کو بظاہر بڑھا رہا ہے - ایک زبردست تحریک ایشیا کو ہلا رہی ہے یعنی ایک
نئے عہد کی بیداری ہورہی ہے -

ایسے خطرے جنھون نے مہذب ممالک یورپ کے لیے بڑی اہمیت اختیار کرلی ہے - ایشیا
کی طرف سے لگے ہوے ہین جو قومون کا قدیم گہوارہ ہی مگر یوروپین قومون کے دلون مین بھی وہ قومین
جو اب تک خواب غفلت مین تھین اب بیدار ہوگئی ہین - فرانسیسی انقلاب کے مضبوط خیالات اور
بڑی حرفتی ترقی نے جو آخری صدی کی خصوصیت تھی - ہر ملک کے کاریگرون کے طبقات مین اپنی اہمیت
و سوشل قوت کا احساس پیدا کردیا ہی - کاریگرون نے جن کو در اصل صرف اپنی مادی حیثیت کی ترقی
سے سروکار ہی جدید سلطنت کی بنیاد کو اصلاً چھوڑ دیا ہی اور وہ اپنی نجات اس انقلاب مین دیکھتے
ہین جس کے وہ واعظ ہین - وہ اپنی خواہش تاریخیاً مسئلہ سلطنت کے حدود مین رہکر حاصل کرنا نہین چاہتے
بلکہ وہ بجاے اُسکے ایسی سلطنت قائم کرنا چاہتے ہین جس کے وہ خود حاکم ہون - اس حوصلہ سے وہ
محض دائمی سلطنت اور سوسائٹی کے لیے باعث تہدید ہی نہین ہین بلکہ اُن سے جدا جدا ممالک کی حرفتون کو
جو اُن کا ذریعہ معاش ہین خوف ہی اسلیے کہ ان کی طرف سے اندیشہ ہی کہ وہ بین الاقوامی بازارون مین
مزدوری کے متواتر اضافے اور کام کی کمی سے مقابلہ نہ کرسکین گے - حتیٰ کہ جرمنی مین اس تحریک نے
رعایا کے بڑے فرقو نپر اثر کیا ہی -

تقریباً آخر صدی کے وسط تک زراعت و ازدیاد نسل مویشی جرمنی تجارتون کا جزو اعظم
تھا اُسوقت سے اس درآمد و برآمد مال کی حفاظت اور جرمنی تجارتی جہازون کی تیز ترقی کے ضمن مین
تجارت بے حد ترقی کرگئی ہے - جرمنی ایک حرفتی و تجارتی قوم ہوگئی ہے قریب قریب کل

بڑھنے والی آبادی کو اس دائرہ میں کام اور ملازمت ملجاتی ہو۔ لوگونکی جڑیں معاشرت میں زراعت کی جو حیثیت قایم نہیں رہی ہے صناع فرقہ اس طور پر ہماری سلطنت میں قوت پکڑ گیا ہے۔ وہ تجارتی اتحادون میں منتظم کردیا گیا ہے اور سیاساً بین الاقوامی سوشل جمہوریت کے زیر اثر آگیا ہے وہ قومی جماعتی امتیازات کے خلاف ہو اور سلطنت کی موجودہ قوت کی بیخکنی میں ہر طرح کا زور لگاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس خطرناک شورش کو سلطنت ٹھنڈے دل سے نہیں دیکھ سکتی اور یہ کہ اُسکو ذریعہ سے خلاف قانون جماعت کی کوششون کو اپنا مدعا پورا کرنے سے روکنا چاہیے قانون خود حفاظتی اس کا مقتضی ہو مگر یہ کھلی ہوئی بات ہو کہ ایک حد تک فرقۂ صناعت کے دعوے جائز ہیں۔ شہری کو انصافاً یہ کہنے کا مجاز حاصل ہو کہ اُس کو کام کے ذریعہ سے افلاس سے بچایا جاے اور اُس کو سوسائٹی میں بڑھنے کا موقع دیا جاے بشرطیکہ وہ اپنی قوتوں سے بطیب خاطر کام لے وہ یہ مطالبہ کرنے کا مجاز ہو کہ سلطنت اُسکے دعوے کو منظور کرے دوراس کا فرض ہو کہ اُس کو سرمایہ کی تنگی سے بچاے۔

اس غرض کے حاصل کرنے کے واسطے سلطنت کے لیے دو ذریعہ ہیں۔ اول وہ کام کیلیے موقع پیدا کرسکتی ہو جس سے کل خوشی سے کام کرنے والون کو معاوضہ پر کام ملجاے۔ دوم یہ کہ وہ کاریگرون کو بذریعہ اجراے قانون اس بات کا یقین دلاسکتی ہو کہ اُن کی کام کرنے کی قابلیت میں بوجہ بیماری ضعیف العمری یا حادثہ کے کمی نہ واقع ہوگی ونیز اُسکی روپیہ سے بحالت بیکاری مدد کرسکتی ہے اور جبر سے جو اُسکو کام سے باز رکھے بچاسکتی ہو۔

بغیر منشاے سلطنت جرمنی کی تجارتی بہبودی نے جو اُسکی تین کامیاب جنگون کا ظاہری نتیجہ تھا اُسکی صنعت کے بازار میں موجودہ اغراض کیلیے کافی وسعت پیدا کردی جرمنی کے مزدوری پیشہ لوگوں نے سیاسی قوت کی حفاظت میں اپنی ذات کے لیے فرزندگی ال میں ترقی کی۔ اسکے برخلاف سلطنت جرمنی نے نتیجہ اور وسائل کو پوری طرح سمجھکر اجراے قانون میں ترمیم کی جسطرح ایک موقع پر (Shorn-horst) (شارن ہورسٹ) نے ایک شہری کے فرض کا حقوق انسانی سے مقابلہ کیا اسیطرح شاہنشاہ ولیم اوّل نے سلطنت کے فرض کو اُن لوگون کے لیے جن کے ضروریات زندگی اچھے نہ تھے یعنی کاریگر کی حیثیت کی طرف سے بذریعہ وضع سوشل قانون جہان تک گنجایش تھی اطمینان کردیا گیا

لہذا انقلابی شورش کے لیے اب کوئی عذر باقی نہ رہا - مزدوری پیشہ لوگوں کی جائز جد و جہد اور موجودہ
سلطنت و موجودہ سوسائٹی کے قیام میں موافقت پیدا کرنے کا صرف ایک ہی صحیح طریقہ تھا وہ یہ
کہ سوشل حامیان جمہوریت کی تمام مخفی سازشوں کی سختی سے مخالفت کی جائے - یہ کام پورا نہیں
ہوا ہے سوال یہ ہو کہ مزدوری پیشہ طبقہ کو سلطنت و ملک کے اعلیٰ خیال کی طرف پھر کس طرح رجوع کیا
جائے - خوش خوش کام کرنے والے مزدوروں کو سوشل جمہوریت استبداد سے ہمیشہ بچایا جانا چاہئے یہ
جرمنی کا نام سوشل سیاسی اعتبارات سے بلحاظ شائستگی کل ترقی کی فہرست میں سب سے اوپر ہے جرمن
سائنس نے دنیا میں اپنی جگہ قائم رکھی ہو پچھلی صدی میں جرمنی یقیناً سیاسی سائنسوں میں سب سے آگے
تھا اور کل دیگر دماغی تحقیقات کے میدان میں اپنے فلسفہ کی عمومیت اور اپنی کاوش و غیر متعصبانہ تلاش
ماہیت اشیاء سے اُس نے دنیا میں نمایاں حیثیت پیدا کر لی ہو سائنس و ادب کے دائرہ میں جرمنی
کے تحصیلات کی تصدیق اس سے ہوتی ہو کہ ممالک غیر میں جرمن کتابوں کی سالانہ برآمد کتب قابل
وثوق تخمینہ سے فرانس - انگلستان و شمالی امریکہ تینوں کی مجموعی برآمد سے دوگنی ہے صرف
(Exact Science) کے میدان میں جرمنی بعض اوقات غیر ممالک کو ترجیح دینے
پر مجبور ہوئی ہے - جرمنی کا ہنر بھی خاص جگہ لینے میں ناکام رہا ہے - بہت سے شعبوں میں اس
نے درحقیقت اچھی ہونہاری کا ثبوت دیا ہو اور بڑی چیزیں بنا کر پیش کی ہیں مگر ہمارے حالات
سیاسی کی ابتری کی جھلک اُن میں پائی جاتی ہو - سلطنت جرمن کی سیاسی حیثیت سے ٹوٹکر متعدد
فرقہ بندیاں ہوگئی ہیں - صرف سوشل حامیانِ جمہوریت و طبقہ اوسط ہی ایک دوسرے کے
مخالف نہیں ہیں بلکہ اُن میں آپس میں بھی تفرقے ہیں - نہ صرف اہل حرفہ و زراعت پیشہ لوگ
ایک دوسرے کے سخت دشمن ہیں - قومی خیال کو اب تک فرقہ بندیوں کی مخالفت کے
دبانے میں کامیابی نہیں ہوئی ہو اور شمال و جنوب کی خصومت نے رعایا کو ایک پوری متحدہ
جماعت بننے سے باز رکھا ہو آج جرمنی کی یہ حالت ہو خانگی تنازعات سے پارہ پارہ مگر ملکی
قوت سے پُر ہے گو سب طرف سے خطرات سے گھری ہوئی اور تنگ غیر معمولی حدود میں دبی
ہوئی ہے مگر اس حالت میں بھی اُس کی قوم اُس کی دماغی ترقی - اُسکے سائنس - اُس کی حرفتوں
اور اسکی تجارتوں میں اعلیٰ حوصلے موجود ہیں -

اب سوال یہ ہے کہ اس کی تاریخ آیندہ کے لیے ہم کو کیا راستے دکھاتی ہے ؟ ماضی نے ہم پر کیا فرایض عاید کیے ہیں - ؟

یہ بڑا وسیع اہم سوال ہے کیونکہ جرمن سلطنت کے جوابات پر نہ صرف ہماری آگے کی ترقی کا بلکہ ایک حد تک دُنیا کی تاریخ کا انحصار ہے -

باب چہارم

جرمنی کا تواریخی مشن

اگر تاریخی ترقی کے کل واقعات ہماری تصور کی آنکھ کے سامنے ہوں اگر ہم اُن کل مسیحا نفس انسانی گروہوں کی تصویر اپنے دل مین کھینچیں جو متوسط یورپ کی سلطنت سے ہر زمانہ مین بہ تعداد کثیرہ کرۂ ارض کے ہر حصہ مین گئے ہین - اگر ہم یہ خیال قائم کرین کہ جرمن دماغ نے دماغی و خلاقی ترقی کی کیسی عمدہ تخم پاشی کی ہو تو یہ مفخرانہ اعتقاد زبردست قوت کے ساتھ ہمین اس بات کے سمجھنے پر مجبور کرتا ہے کہ نسل انسانی کی کل ترقی کی اعلیٰ اہمیت الجرمن کیطرف منسوب کیجا سکتی ہو -

اِس اعتقاد کی وجہ ہماری قوم کی دماغی قابلیتین اور جرمن اِسپرٹ کی آزادی و عمومیت ہے جس کا اظہار اُسکے تاریخی واقعات کے دوران مین متواتر ہوا ہے - کوئی قوم ایسی نہین ہے جو جرمن سے زیادہ غیر متعصب و تاریخی ہو - جرمن قوم دماغی زندگی کی روک کو جو آزادانہ قدرتی ترقی مین ہو سکتی ہے نہایت خوبی کے ساتھ متحد کرنا جانتی ہو - اِسلیے جرمن لوگ ہمیشہ آزاد خیالی کے علم بردار رہے ہین مگر اسکے ساتھ اُنھون نے انقلابی و طوائف الملوکانہ شورشون کو ہمیشہ روکا ہو - اکثر دماغی آزادی کی کوششون مین اُن کی بُری گت ہوئی ہے اور اِس معاملہ مین اُنھون نے خون جگر سے کام لیا ہے - بعض اوقات دماغی مجبوری جرمنو نپر حاوی رہی ہے انقلابی زلزلوں نے اُن کی معاشرت کو ہلا دیا ہو مثلاً کسانون کی جنگ نے سولھوین صدی مین اور انقلاب کی کوششون نے انیسوین صدی کے وسط مین جو شور برپا کیا وہ محتاج بیان نہیں -

مگر انقلابی کوشش رکی گئی ہو اور اُس کا رُخ صحیح قدرتی ترقی کی طرف پھیر دیا گیا ہو آزاد دماغی

قوت ارادی کی اہم ضرورت اس قوم کی اندرونی معاشرت روح سے بالضرور ہوگئی ہو اور اُس نے بڑھکر عالمگیر تواریخی اہمیت حاصل کرلی ہو - اس طور پر دو بڑی تحریکین جرمن دماغی معاشرت سے پیدا ہوئی ہین - جو آیندہ انسانوں کی تمام دماغی و اخلاقی ترقی کی بنا ہوں گی اول اصلاح مذہب (Reformatior) دوم تنقیدی فلسفہ وہ اصلاح مذہب جس نے کلیسہ کے (جو کل آزاد ترقی کی روک تھا) عاید کیے ہوے دماغی جوئے کو توڑ کر پھینکدیا اور وہ خالص عقلی معترض جس نے فلسفیانہ انداز کے تلون کا راستہ بند کردیا کہ انسانی دماغ کے واسطے اسکے ظرف کے مطابق حدود مقرر کردیے اور یہ بھی بتادیا کہ کس طریقہ سے علم حقیقتاً ممکن ہو - اس عمارت پر ہمارے زمانہ کی زندگی نے اور بھی افزایش کی - انسان کی باقاعدہ ترقی کے لیے اہل جرمن اس کوشش کے بانی ہی نہین بلکہ پیشوا تھے - گویا ہم نے اپنے اوپر ایک فرض عاید کرلیا ہو جس سے جان نہین چرا سکتے ہم کو اس جنگ کی پیشوائی کے لیے تیار رہنا چاہیے اس جنگ مین سب سے بڑی بازی لگی ہو اور بلا مبالغہ انسان کی کسی کوشش پر اتنی بڑی بازی نہ لگی ہوگی - لہذا شاندار ماضی کی بنا پر اس جنگ مین حصہ لینا ہماری قوم کا فرض ہو اور اپنے مخصوص اوصاف کی وجہ سے وہ اسکے لیے موزون ہو -

صفحہ ہستی پر کسی قوم مین تمدن کے کل عناصر سمجھنے اور اُن کو اپنا کرنے نیز اپنے جمع کردہ عطیات روحانی سے اِن مین اضافہ کرنے اور نسل انسانی کو اُس سے زیادہ قیمتی تحایف جو قدرت سے اُس کو ملے تھے واپس دینے کی اتنی صلاحیت نہین ہو جتنی جرمن قوم مین ہو - اُس نے قدیم یورپین تہذیب کے ذخیرہ کو جدید اور خود مختارانہ خیالات سے زیادہ قیمتی بنا دیا ہے اور مہذب اقوام کی جماعت مین وہ جگہ لے لی ہو جسکے پُر کرنے کا کوئی اہل نہین ہو - اعتقاد - خیال اور عمومیت کی گہرائی محدود وجود کے حدود سے باہر نظر ڈالنے کی قوت ہر انسانی چیز کے ساتھ ہمدردی - سب سے زیادہ شاندار قومون اور زبانون کے ساتھ خیالات کی سلطنت مین چلنا - یہ سب باتیں ہر زمانہ میں اہل جرمنی کی خصوصیات میں رہی ہیں - سوائے اہل جرمنی کے کسی قوم کے حصہ میں یہ بات نہیں آئی ہے کہ وہ دل سے اِس عطیہ کا لطف اُٹھاسے "جو نوع انسان کو مجموعی حیثیت سے ودیعت کیا گیا ہے" ہم اکثر دیگر قومون مین ایک خاص قابلیت زیادہ مقدار مین دیکھتے ہین - مگر عمومیت و جذب کی اتنی صلاحیت کبھی نہین ہوتی - اِس صنعت کی وجہ سے ہم دماغی دنیا مین پیشوائی کے لیے موزون ہین

اور یہی صنعت اُس حیثیت کے برقرار رکھنے کا فرض ہم پر عائد کرتی ہو اگر ہمین اپنے اعلیٰ ترین غرض کی انجام دہی کا خیال ہو تو علاوہ اسکے اور متعدد کار ہائے سخت ہم کو پورے کرنا ہین یہ ضروری چوترے ہین جن کے ذریعہ سے ہم مقصود کی اعلیٰ ترین بلندی پر چڑھ سکتے ہین۔ یہ فرائض سائنس و سیاسیات کی عملداری ہین ہین اور نیز اُس سرحدی مُلک مین جہان سائنس اور سیاسیات ملتے ہین اور جہان سیاسیات کی حالت اکثر براہ راست تحقیقات سائنس سے متعلق ہوتی ہو۔

سب سے پہلے اور سب سے آگے جرمن سائنس ہو جس کو پھر دوبارہ اپنی مسلسل اور شاندار علمی تحقیقات مین (تاکہ اُس کا موروثی حق ثابت رہے) فضیلت کی جگہ لے لینا چاہیے ایک طرف ہم کو قوت احساس کے اصول کو وسعت دینا چاہیے۔ اور دوسری طرف فطرت کے رازہائے مخفی کی تلاش سے اُسپر انسان کی حکومت کو بڑھانا اور اس طرح انسان کو زیادہ کارآمد و جلب منفعت کے قابل بنانا چاہیے ہم کو سائنس سے اُن بڑے مسائل کا حل کرنا لازم ہو جن کا بنی نوع انسان سے گہرا تعلق ہے ہمین محض اصول کے دائرے مین محدود نہ رہنا چاہیے بلکہ تحقیقات کے علمی نتائج سے تہذیب کو فائدہ پہونچانے کی کوشش کرنا چاہیے اور اس طور پر ایسے حالات زندگی پیدا کرنا جس سے صاف تصور اعلیٰ زندگی کا ظاہر ہو سکے ضروری ہو۔

وسیع نظر سے دیکھا جاے تو انسان کی زندگی پر سب سے زیادہ دیرپا اثر مذہبی و سوشل مباحث کا ہوتا ہے اور اُنھین سے نہ صرف ہماری آیندہ ترقی بلکہ اعلیٰ زندگی کی حالت بالعموم درست ہوتی ہے۔ ان مسائلون نے ہم لوگون سے زیادہ کسی قوم کے دل پر گہرا اور دیرپا قبضہ نہین کیا ہے تاہم جمہوریت پسند شورش کرنے والون کی بکواس کے باوجود انقلابی اسپرٹ نے جرمنی مین کوئی جگہ نہین لی ہو۔ جرمن طبقون کا میلان باقاعدہ و صحیح ترقی کی طرف ہو جو آہستہ آہستہ مختلف تحریکات کے مقابلہ مین اپنا کام کرتی ہے۔ اِس صورت سے وہ مباحث جو اور قوتون کو پارہ پارہ کر رہے مین اہل جرمن اُن کو خود اپنے ملک مین اچھی طرح فیصل کر سکتے اور تعاون ارتقا کے موافق اُن کے لیے فطری ترقی کی راہین نکال سکتے ہین۔

ہم نے اِس دشوار کام کو سوشل دائرہ مین شروع کر دیا ہو اور جہان تک کہ وہ جماعت اور فردوی پیشہ طبقہ کے فوائد کے منافی نہ ہوگا ہم اس کو یقیناً جاری رکھینگے۔ ہم کو علاوہ اُن ذرایع کے جو اسلاف

اختیار کر چکے ہین دیگر ذرایع بھی مزدوری پیشہ طبقہ مین صحیح حب الوطنی کے حوصلے پیدا کرنے کیلیے اختیار کرنا چاہئین اور اس مین کوئی کوشش اُٹھا نہ رکھنا چاہیے۔

ہمین امید ہو کہ اگر کبھی کوئی عظیم الشان و مشترک فرض ہمارے اوپر عاید ہوگا جس کی روسے ہمین اپنی کل قومی طاقت مجتمع کرنے کی ضرورت لاحق ہوگی تو مزدوری پیشہ طبقات ہمارے ساتھ متحد ہوکر کام کرینگے اور مشترکہ خطرے کے مقابلہ مین ہماری قوم مین پھر وہ اتحاد پیدا ہو جائیگا جسکی کمی کا آج ہم رونا رو رہے ہین۔

مذہبی عملداری مین کسی مصالحت کی کوشش نہین کی گئی ہو۔ پُرانے مخاصمین ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہین، بالخصوص جرمنی مین آنے والی نسل کا یہ فرض ہوگا کہ فرقون کی مذہبی وسیاسی مخاصمت کم کرے اور متضاد آرا کو متحدہ اعلی نظام کے اندر لاے سردست اس غرض کے حاصل ہونے کی کم توقع ہو۔ کسی مشترکہ مذہبی تحریک کا خیال کرنے سے پہلے مذہب پروٹسٹنٹ کے تعصب کا تحکم جیسوئٹ فرقہ کے خیالات اور کیتھولک کے اعتقادات متعلق بہ پوپ دبا دیے جائین۔ مگر کوئی جرمن مدبر معاملات کے اس پہلو کو نظر انداز نہین کرسکتا نہ کبھی یہ بات بھول سکتا ہے کہ پروٹسٹینٹ مذہب ہی ہماری عظمت قومی کی جڑ ہے۔ قانوناً تمدناً کل فرقون کے حقوق برابر ہین۔ تاہم سلطنت جرمن کو آزاد روحانی ترقی کی عملداری مین پیشوائی ہرگز نہ چھوڑنی چاہیے۔ ایسا کرنے سے اُس کا اقتدار جاتا رہے گا۔

اس طرح سے انسانی تہذیب کی کُل ترقی کے اہم ترین فرایض جرمن قوم کو تفویض کیے گئے ہین جس کو عظیم الشان و شاندار ماضی وراثت مین پہنچا ہے۔ بین الاقوامی تعلقات کے دائرے مین بھی اُس کو ایسے اہم مسائل سے سابقہ ہے۔ یہ مسائل خاص اہمیت رکھتے ہین کیونکہ دماغی ترقی پران کا نہایت گہرا اثر ہوتا ہے اور اِن کے حال پر دنیا مین جرمنی کی حیثیت کا انحصار ہے۔ گذشتہ شورشون اور جنگون مین بہت سی آراضی جرمن سلطنت کے ہاتھ سے نکل گئی ہے جرمنی کل جغرافیائی اعتبار سے سلطنت قدیم کا ٹھیک ثابت ہو جسکے ہاتھ پاؤن اور سر کٹا ہوا ہو۔ اب اس مین جرمن رعایا کی ایک کثیر آبادی ہو۔ بہت سے جرمن ہم ملک دوسری سلطنت مین خلط ملط ہوگئے۔ یا سیاسی خودمختاری مین مثلاً ڈچ کے ہوکر ایک جدا قوم ہوگئے ہین رہتے ہین مگر زبان اور قومی مراسم مین جرمن نسل سے

بنیاد نہیں کر سکتے - جرمنی سے کہ ... حدود بھی اسکے ہاتھ سے جاتے رہے جہان جرمنی کے نہایت
مخصوص صوبے یعنی جرمن آسٹریا کی تعریف میں بڑی غلطی کی گئی ہی جو جرمنی عملداری سے باہر
واقع ہی - مشرقی سرحد پر بھی جو ایک جدید سلطنت جرمن کی قوت سلاوی قوم کے مقابلہ میں ...
کی جگہ ہے جرمنی سے کئی تعلقات زمانہ قدیم سے سلاوی امرا ہمیشہ نہایت تعدی کیا
اس جرمنیت کے کنارہ سے ٹکڑے ہیں جو معدوم ہوتا ہے کیونکہ ان پر غیر قوم طاقت کا ...
اس مقامات پر سیاسی کمزوری کے علامات نظر آتے ہیں - دراں حالیکہ صدیوں تک
غیر ممالک میں جرمن طاقت کثرت سے صرف ہوئی ہی جیسے کہ اپنے وطن اور قوم کے لیے
وہ زائل ہو گئی ہی اس کو غیر قوموں نے جذب کر لیا ہی اور وہ غیر قوموں کے خیالات میں پھنس
گئی ہی - حتی کہ آج سلطنت جرمن کے پاس کوئی نو آبادی کی عملداریاں نہیں ہیں جہان
اسکی بڑھنے والی آبادی کو مزدوری یا جرمن طریقہ معاشرت ملسکے -

صاف ظاہر ہے کہ ایسی حالت نہیں ہے جس پر کوئی زبردست قوم قناعت کر کے
بیٹھ جاوے - دوسرے الفاظ میں یہ حالت جرمن اور اسکی دماغی اہمیت کے مطابق نہیں ہے
اس سے پہلے صدیاں گذر چکے بعد جب اہل جرمن اپنے حقوق کی محرومیت اور سیاسی ذلت کے
عادی ہو رہے تھے تو یقیناً ہماری قوم کا بڑا حصہ اس کمی کو محسوس نہیں کرتا تھا حتی کہ ہمارے
اعلی ادب کے قرن میں - اس خیالی نسل کے حب الوطنانہ فخر کا مقابلہ اس خیال سے کیا گیا تھا کہ
کوئی قوم جرمن ذہانت کی بلند پروازی کو نہیں پا سکتی نہ ہماری دنیوی شہریت کی آزادی کو جسے
اڑ کر پہونچ سکتی ہے - ۱۷۹۶ء میں شلر (Shiller) یہ اشعار لکھ سکتا تھا -

" اہل جرمن کی جلالت و شکوہ کا تنزل بادشاہوں کے تاج کیساتھ نہیں ہوتا ہے جنگ
کے شعلوں سے سلطنت جرمن خاک سیاہ ہو جاوے مگر جرمن جاہ و جلال کے بدنیر آج بھی زندگی "

بہرحال ہماری قوم کے شریف ترین اور اعلی حصہ کے خیالات فی زمانہ مختلف ہیں
ہم زیادہ زور اس امر پر دیتے ہیں جو جرمن اسپرٹ کا تمام تمدن پر تھا اور جو اس زمانہ میں ممکن تھا
کیونکہ اب ہم کو جرمنی کی اس بڑی ترقی کا لحاظ کرنا چاہیے جو انیسویں صدی میں ہوئی ہی
اور اس صورت میں اپنے اعلی ادب کی پہلی اہمیت کا بہتر اندازہ کر سکتے ہیں - دیگر یہ کہ

اپنے تاریخی نشو و نما کے انقلابات سے یہ بات ہم کو معلوم ہو گئی ہے کہ دماغی ترقی کی پوری اور واجبی مقدار صرف ہماری قوم کے سیاسی اتحاد سے حاصل ہو سکتی ہو - جرمن خیال کی عملداری کی توسیع صرف سیاسی قوت کی پشت پناہی مین ہو سکتی ہو اور جب تک ہم اس خیال کے موافق نہ چلینگے ہم اُن فرایض کو جو نسل انسانی کی ہم پر ہین - سچائی کے ساتھ انجام نہین دے سکتے

لہذا ہمارا سب سے پہلا اور قطعی فرض ہو کہ جرمن کی عملداریون کا حالت موجودہ مین گرمجوشی سے تحفظ کرین اور ایک چپہ بھر زمین بھی غیر قومون کو نہ دین - مغرب مین لاطینی نسل کے جو حملے دبا دیے گئے ہین اور یہ خیال کرنا مُشکل ہو کہ ہم کبھی فتح کے اس مال غنیمت کو اپنے ہاتھ سے چھنوا دینگے - جانب جنوب مشرق ترک جنھون نے یورپ کے مہذب ممالک کو دھمکی دی تھی اچھی طرح پسپا کر دیے گئے ہین - اب اُن کی حیثیت یوروپین سیاسیات مین اُس سے بالکل مختلف ہو جو مغرب کی طرف فاتحانہ کوچ کے وقت تھی - بحر روم پر اُن کی قوت بالکل نیست و نابود ہو گئی - برخلاف ازین سلافی قوم خوفناک قوت ہو گئی ہے - وسیع قطعات جو کبھی جرمنی کے زیر اثر تھے اب پھر سلافی حکومت مین آ گئے ہین اور معلوم ہوتا ہو ہمیشہ کیلیے ہمارے ہاتھ سے نکل گئے - موجودہ رُوسی صوبہاے بالٹک کسی زمانہ مین تہذیب جرمن کے شاداب مقام تھے - آسٹریا ہمارے شریک کا جرمن عنصر سلافی قوم سے بڑے اندیشہ مین ہے جرمنی کو خود سلافی کا ریگر ونکی طرف سے دائمی امنی حملہ کا خطرہ لگا ہوا ہو - بہت سے پول استحکام کے ساتھ وسط ویسٹ فیلیا (West Phalia) مین آباد ہو گئے ہین - اس سلافی اہلیہ کی روک کیلیے کمزور تدبیرین عمل مین لائی جاتی ہین - مگر اس سلافی زور کا روکنا محض ہماری موروثی مجبوری نہین ہے بلکہ خود حفاظتی و یوروپین تہذیب کی خاطر ہمارا فرض ہے ابھی اس کا فیصلہ نہین ہو سکتا کہ آیا اس بڑے اہلے کو ہم امنی پیش بندیون سے روک سکتے ہین -

بعید نہین کہ جرمن یا سلافی فضیلت کا سوال ایک بار پھر تلوار سے طے ہو - ایسی جنگ کا امکان اسیقدر قوی ہوتا جاتا ہو -

جس قدر کہ ہم تحفظ کی امنی تدابیر کی طرف سے سُست اور اس ارادے مین کمزور پڑتے جاتے ہین کہ جرمنی کو ہر صورت سے بچا یینگے ہمارا دوسرا فرض کہ اُن جرمنون کے کسب معاش مین

جو غیر ممالک میں بستے ہیں تمدنی چیثیت سے تیزی سے ہم پر قایم ہوتا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی قوم کے مفاد میں ۔ اور یہ ایسا فرض ہے جس سے اپنے ذاتی فوائد کی خاطر ہم منہ نہیں موڑ سکتے جرمنوں کی متفرق جماعتوں سے جو غیر ممالک میں ہیں ہماری تجارت کو بڑا نفع پہونچتا ہے کیونکہ وہ ترجیحاً اپنا مال جرمنی سے منگاتے ہیں - وہ سیاسی حیثیت سے بھی ہمارے لیے کارآمد ہو سکتے ہیں جس کی مثال امریکہ میں ہمارے پیش نظر ہے - امریکا کی جرمنوں نے آئرلینڈ والوں کے ساتھ ایک سیاسی اتحاد قایم کیا ہے یہ اتحاد سلطنت میں ایک قوت ہے جس پر گورنمنٹ کو بھروسا کرنا لازم ہے - سب سے آخر میں تہذیبی نقطہ خیال سے جرمن اسپرٹ کا قائم رکھنا لازم ہے اور اسطرح سے عام تہذیب کا ایک مرکز قائم ہو سکتا ہے - اگر ہم مشرقی و مغربی مقبوضات کے تحفظ اور جرمن قوم کو دنیا بھر میں موجودہ صورت سے قائم رکھنے میں کامیاب بھی ہو جاءیں تو بھی ہم اپنی موجودہ حیثیت کو چاہے کیسی ہی قوی ہو دیگر دول کیساتھ بڑے مقابلہ میں برقرار نہیں رکھ سکتے اُس حالت میں کہ ہم موجودہ دائرہ قوت پر اکتفا کریں در ان حالیکہ گرد و نواح کے ممالک اپنی عملداریوں کے بڑھانے میں سرگرمی کیساتھ مصروف ہیں اگر ہم آگے کو اُن سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں - اور یہ ایک ایسی پالسی ہے جسے ہماری رعایا اور تہذیب دونوں ہمیں اختیار کرنے پر مجبور کرتے ہیں تو ہمیں بنا کی شہنشاہی کی سخت جنگ سے پیچھے نہ رہنا چاہیئے -

لارڈ روزبری (Lord Rosebery) نے رائل کلونیل انسٹیٹیوٹ Royal Colonial Institute میں یکم مارچ ۱۹۱۳ء کو اپنی تقریر میں یہ خیال ظاہر کیا تھا " یہ کہا جاتا ہے کہ ہماری سلطنت کافی بڑی ہے اور اُسکی توسیع کی ضرورت نہیں ہم کو اس بات پر غور کرنا نہیں ہے کہ ہم اب کیا چاہتے ہیں بلکہ اسپر کہ آیندہ کیا چاہینگے . . . . . . ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اس بات کا خیال ہماری ذمہ داری و وراثت کا جزو ہے کہ دنیا میں جس حد تک ہم اسکی تشکیل کے باعث ہوں اسکی نوعیت اینگلو سکین ہو نہ کہ کچھ اور - یہ ایک بڑا اور مفخر خیال ہے جس کا اظہار اُس زمانہ میں انگریزی زبان سے ہوا تھا - اگر ہم اُن قوموں کو جو کہ انگریزی بولتی ہیں شمار کریں اور ان ممالک کا اندازہ لگائیں جو انگلستان کے زیر حکومت ہیں تو ہم کو ماننا پڑے گا کہ انگریزی نقطہ خیال سے وہ حق بجانب ہے - اُس کا خیال اس موقع پر حقیقی

عالمگیر حکومت کا نہین ہے بلکہ انگریزی اسپرٹ کے غلبہ کا صاف الفاظ مین اعلان کیا گیا ہے ۔

کوئی شک نہین کہ انگلستان نے تہذیب کا بڑا کام کیا ہی خصوصًا مادی پہلو سے ۔ مگر اس کا کام یک طرفہ ہے کل نوآبادیون مین جو براہ راست انگلستان کے زیر حکومت ہین اصل مین انگریزی حرفتون اور انگریزی سرمایہ کی خاطر مہمات بھیجی گئی ہین ۔ تہذیب کا کام جو بلا شک انگلستان نے ان مین کیا ہی منشا اس خیال کے ضمن مین کیا ہی اُس نے کبھی آزاد و خود مختار رعایا کو تربیت دے کر اور محکوم قومون کو خود مختارانہ[۱] تمدن کے فوائد عطا کر کے اپنی شہنشاہی کو انصافًا جائز نہین کیا ہے ۔ بعض نوآبادیون مین جہان حکومت خود اختیاری ہی اور وہ اسکی کم و بیش آزاد جمہوری سلطنتین ہین مثلاً کناڈا ۔ آسٹریلیا ۔ جنوبی افریقہ ۔ ان سلطنتون کی بابت بہت شک ہی کہ وہ کوئی نشان انگریزی اسپرٹ کا ہمیشہ قائم رکھین گی ۔ وہ بڑھکر سلطنتین ہی نہین بلکہ قومین ہو رہی ہین اور سخت یہ غیر متعین امر ہی کہ آیا انگلستان مستقل طور پر اُن کو اپنی سلطنت مین شامل رکھ سکیگا ۔ اور انگریزی حرفتون کیلئے انھین کارآمد بنا سکے گا یا اسکا بھی تحفظ کر سکے گا کہ اُنکے قومی خصائل انگریزی ہون با اینہمہ یہ ایک عظیم الشان و مفخرانہ حوصلہ ہے جو لارڈ وزبری کی زبان سے ادا ہوا ہی اور اس سے ایک افضل قومی خود اعتمادی کی تصدیق ہوتی ہی

اہل فرانس بھی اتنی جائز مسرت سے اُس کام پر نظر ڈالتے ہین جو اُنھون نے پچھلے چالیس سال مین کیا ہے سنہ ۱۹۰۵ء مین سابق وزیر فرانس ہینوٹو نے مندرجہ ذیل الفاظ مین اس فخر کا اظہار کیا ہے "دس سال ہوے نوآبادیانہ سلطنت کے قائم کرنے کا کام ختم ہو گیا ۔ فرانس بھی چار دول عظمی کی فہرست مین رتبہ پانے کا مدعی ہے وہ کرہ ارض کے ہر گوشہ مین گھر کیطرح آرام سے ہے فرانسیسی زبان افریقہ ۔ ایشیا ۔ امریکہ و اوشنیا مین بولی جاتی ہے اور بولی جاتی رہیگی

---

[۱] ہندوستان ۔ کناڈا ۔ آسٹریلیا و نیز جنوبی افریقہ نے جس عقیدتمندی کے ساتھ اپنے جان و مال سے سرکار کی مدد کی ہے اور میدان جنگ مین اپنی فوجین بھیجی ہین اُن سے بلاشک ان سچے خلوص کا صاف پتہ چلتا ہی جو اُنکے دلونمین حضور ملک معظم کیطرف سے جاگزین ہے برٹش گورنمنٹ کے زیر سایہ ہندوستان و دیگر نوآبادیون کو جو امن آزادی مذہب تعلیمی سیاسی حقوق حاصل ہین ان کا رعایا کے دلپر گہرا اثر ہے ۔ لہذا پبلک مصنف کے اس صریح غلط خیال سے آگاہ ہو جاے ۔

سلطنت شہنشاہی کے بیچ دنیا کے ہر حصے مین کو پھیلتے گئے پر آسمان زمین حفاظت مین [illegible] سرسبز و شاداب ہوتے گئے۔"

اس بڑے مدبر نے جرمنی پالیسی پر جو اپنی نکتہ چینی کی ہے اسکا جواب یہ ہے [illegible] نوآبادیات کے متعلق ہین کہ انتظام افریقہ کی تقسیم اور فرانسیسی نوآبادیاتی پالیسی پر جو جرمنی اور اطالیہ کی گورنمنٹ کا حق خیال کیا ہے اس کا فیصلہ تواریخ سے ہوگا - فرانس نے خود جو دو شوار معاہدے کیے تھے اُن کی نسبت ہمارا اندازہ ہے کہ ابتدا اُن لوگوں کی پالیسی کے [illegible] سے دیکھا - ہمارا خیال تھا کہ اُن کی طرف جرمنی اور اسکی گورنمنٹ آئندہ سالہا سال تک متوجہ رہے گی - مگر یہ یقینی امر ہے کہ یہ اندازہ انجام کار صحیح ثابت ہوا ہو کیونکہ جرمنی آخرکار اسی راستے پر چلی اور درحقیقت اسی قدر دیر مین اُسنے ضائع شدہ وقت کی تلافی کرنا چاہی اگر اُس نے عمداً نوآبادیاتی مہم کو دوسرون کیلیے چھوڑ دیا تو اس کو تعجب نہ کرنا چاہیے کہ اُن کو سب سے اچھے حصے ملے -

فرانسیسی نکتہ چینی کچھ بیجا نہین ہے [illegible] کہ مایوسی اور شک ہوتا ہو کہ وہ قوم جو ۱۸۷۰ء مین شکست کھا چکی تھی جسکے قوی مضمحل ہو گئے تھے اور جس مین آدمیون کی انحطاط کی وجہ سے نوآبادیون کی صلاحیت نہین رہی تھی - جیسا الجیریا مین اچھی طرح ظاہر ہوگیا ہے اُسنے دوسرے درجہ پر سب سے بڑی نوآبادی سلطنت دنیا مین قائم کرلی اور اُس کو دولت دنیا ہونے کا فخر ہے اسکے مقابلہ مین گریولیٹ (   ) اور سیڈن (   ) کا فاتح اُس سے بہت پیچھے رہگیا ہے اور ابھی حال مین مراکش کے مباحثہ مین فرانس کی دعاوی کو اس عنوان سے قبول کرلیا گیا جو عام خیال کے مطابق جرمنی کے مرتبہ اور اغراض و فوائد کے شایان شان نہ تھا جب سے انگلستان اور فرانس حلیف ہوے ہین ان ممالک کے دعاوی جو کھلے الفاظ مین ظاہر کیے گئے ہین زیادہ قابل توجہ ہین - ان دعاوی کے سامنے جرمن قوم تہذیبی حیثیت کے لحاظ سے صرف اسی کا حق نہین رکھتی کہ آسمان کے نیچے ایک جگہ کی طلبگار رہے جیسا کہ پرنس بولو نے (   ) متین الفاظ مین اس خیال کو ظاہر کیا تھا بلکہ دنیا کی شہنشاہی مین کافی حصہ لینے کا حوصلہ کرے جو اسکے موجودہ دائرہ اثر کے حدود سے بہت زیادہ وسیع ہو - لیکن ہم اس مقصد کو صرف جب ہی حاصل کرسکتے ہین کہ اپنی حیثیت کو یورپ مین اس قدر استوار کرلین کہ پھر

کبھی اُسکے بارہ مین شبہ نرہے صرف ہم کو اس بات سے ڈرنے کی ضرورت نہین ہے کہ ہم کو اپنے سے زیادہ قوی دشمنون سے مقابلہ کرنا پڑیگا جب کبھی کہ ہم بین الاقوامی سیاسیات مین حصہ لینگے اس حالت مین ہم اپنی قوتون کو دیگر دول عالم کے ساتھ رقابت کی حالت مین آزادی سے کام مین لاسکین اور دنیا بھر مین جرمن قوم اور جرمن اسپرٹ کے لیے وہ اعزاز حاصل کرینگے جسکے وہ دونون مستحق ہین۔

یہ توسیع قوت جو ہماری اہمیت کے موافق ہو محض خیالی اسکیم نہین بلکہ سیاسی ضرورت ہو یہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ بوجہ سیاسی اتحاد و اصطلاحات نظامی جو پچھلے چالیس سال مین ہوئی ہین ایک زمانہ بڑی سرسبزی کا آگیا ہے۔ جرمن حرفتون مین بڑی توسیع ہوگئی ہے اور جرمن تجارت اُنکے ساتھ چل رہی ہو۔ جرمن قوم کی صلاحیت و تجارت و جہازرانی نے ایکبار پھر شان کیساتھ اپنے وجود کا احساس کرایا ہو"

ہینسی ایٹک لیگ کا زمانہ عود کر آیا ہو ہماری قوم کے مزدوری پیشہ کی تعداد برابر بڑھ رہی ہے۔ اکیلے جرمن سلطنت مین سالانہ دس لاکھ آدمیون کا آبادی مین اضافہ ہوتا ہو اور ان سب کو زیادہ تر مزدوری کے حرفتی کام ملجاتے ہین۔

مگر اس شاندار ترقی کی تصویر کا الٹا رخ بھی ہو۔ ہم کچے مال کی برآمد کیلیے بالکل اور ایک حد تک اپنے تیار کردہ مال کے لیے بھی غیر ممالک کے دست نگر ہین حتی کہ ہم کو اپنی کچھ ضروریات زندگی بھی باہر سے منگانا پڑتی ہین۔ علاوہ برین ایک اور بات یہ ہو کہ ہمارے یقینی بازار نہین ہین جیسے انگلستان کی نوآبادیون مین ہین۔ ہماری اپنی نوآبادیان ہماری بہت سی تیار کردہ اشیا نہین لے سکتین اور بڑے خارجی اقتصادی دوائر باہر والون پر (خصوصاً جرمنون پر) اپنے دروازے بند کرنے کی کوشش کرتے ہین تاکہ اپنی حرفتون کو ترقی دین اور دیگر ممالک سے اپنے آپ کو مستغنی کرلین۔ ہمارے کاریگر طبقون کی معاش کا انحصار براہ راست ہماری درآمدی تجارت کے قیام و توسیع پر ہے۔ ہمارے لیے اپنی بحری تجارت کو کھلا رکھنا زندگی و موت کا سوال ہو۔ ہمین جلد مجبوراً اپنی بڑھنے والی آبادی کے واسطے حرفتی مشغلہ سے الگ ذرائع زندگی تلاش کرنا پڑینگے اس مین شبہ نہین کہ حرفتی مشغلہ مستقل طور پر آبادی کے اضافہ کیساتھ ساتھ چل سکتا ہو اس اضافہ کا کچھ حصہ

زراعت مین لگا دیا جاے گا - اور وطن کی سکونتین بیشک شوقی کر سکتی ہین مگر کوئی معاوضہ کا کام
کل آبادی کیلیے کبھی موجودہ جرمن سلطنت کے حدود کے اندر دستیاب نہ ہو سکے گا چاہے ہمارے
بین الاقوامی تعلقات کیسے ہی موافق ہون - لہذا یہ سوال پیش ہو گا کہ آیا ہم آیندہ نسلون کو ملک
غیر کے حوالے کر دینا چاہتے ہین - جیسا پہلے تنزل کے زمانہ مین کیا گیا تھا یا ایسی تدبیر اختیار کرنا
چاہتے ہین جن سے ہماری جرمن نوآبادیون مین ان کو سکونت مل جاے اور اس صورت سے
اُن کو وطن مالوف کیلیے ٹھہرالین - اس مین کوئی ممکن شبہ نہین ہے کہ اس سوال کا جواب کیا ہو
اگر ہمارے افسوسناک تواریخی واقعات نے ہم کو ابتک نوآبادیانہ سلطنت کی تعمیر سے روکے رکھا
ہے تو ہمارا فرض ہے کہ گئے وقت کی تلافی کرین اور فوراً ایسا بیڑا بنائین جو کل مخالف دول کے
مقابلہ مین ہماری بحری مراسلات جاری رکھ سکے -

ہم عرصہ دراز سے نوآبادیون کی اہمیت کی ناقدری کرتے چلے آئے ہین وہ نوآبادیانہ ؟
ناجائز و مخالف اخلاق ہین اور کبھی مستقل طور پر قائم نہین رہ سکتے جن سے محض روپیہ کمانے کا
کام لیا جاے جو جبر رسی کے اغراض پورے کرتے ہین اور جن مین ہر ایک سلطنت کو اصلی باشندون
کی مالی یا سوشل حالت کے سنوارنے کا خیال نہین ہے لیکن وہ نوآبادی جو یکسان قومیت قائم
رکھتی ہے مستقبل دنیا کیلیے بہت اہم جزو ثابت ہوئی ہو - وہ یہ طے کر دیتی ہو کہ ہر قوم کو سفید
نسل کی گورنمنٹ کو عالم مین کسقدر حصہ ملنا چاہیے - یہ بالکل خیال مین آنے کی بات ہو کہ وہ ملک
جسکے پاس نوآبادیان نہین ہین یورپ کے دول عظمیٰ مین شمار نہین کیا جا سکتا خواہ اور اعتبار سے
وہ کتنا ہی زبردست کیون نہ ہو"

نوآبادیون کی کمی سے جو ہمارے حوائج کو پورا کر سکین ہم سخت نقصان اُٹھا رہے ہین
اُنسے ہمارے بڑھنے والی کاریگرون کی آبادی کیلیے صرف ذریعہ معاش ہی فراہم نہین ہو جائیگا
بلکہ وہ کچا مال و اشیاء خوردنی بھی بھیجینگے مال بھی خریدین گے اور اسطرح ہماری دماغی محنت
کی محرکہ قوتون کے سرمایہ کو وسیع میدان مل جائیگا کہ جو آجکل جرمنی مین بیکار پڑا ہے یا غیرون
کے اغراض کی خدمت کر رہا ہو - ہم دیکھتے ہین کہ جرمن تاجر انجینیر اور ہر پیشہ کے لوگ دنیا بھر کے
ممالک مین بھرے ہوے ہین اور حیثیت سے اجنبی مالکون کی خدمت مین مصروف ہین کیونکہ

جرمن نوآبادیاں جن میں ان سے فائدے سے کام لیا جاسکے موجود نہیں ہیں مگر آیندہ جرمنی کی اہمیت کا انحصار دو باتوں پر ہوگا اول یہ کہ کتنے لاکھ آدمی دنیا میں جرمن زبان بولتے ہیں؟ دوم یہ کہ ان میں سے کتنے سیاسی حیثیت سے جرمن سلطنت کے اعضا ہیں؟

یہ بھاری اور پیچیدہ فرائض ہیں جن کا بوجھ ہماری قوم کی پوری گذشتہ ترقی کے زمانہ کے ہم پر پڑا ہے - ان کا فیصلہ قوم کی موجودہ حالت سے مستقبل کو اُسکے ساتھ مدنظر رکھکر ہوگا - یہ بات نہایت صاف طور سے لحاظ خاطر ہے کہ کسی قوم کو ایسی مشکلات و مخالفت سے سابقہ نہیں ہوا جیسی ہماری قوم کو یہ حاصل کرنا ہمارا انتہائی مقصود تھا کہ جب سیاسی فتح کا نقشہ اسوقت لگا دیا گیا تھا جب کرہ ارض کی تقسیم کو عرصہ ہو گیا تھا اور بڑی یورپین سلطنتوں نے اپنی عمارت کھڑی کر لی تھی اور بڑھکر دول عالم بھی ہو چکی تھیں ہم بہت دیر کے بعد دول کے دائرے میں داخل ہوئے جن کے فیصلہ کا سیاسیات میں اعتبار تھا جو کچھ اور قوموں کو صدیوں میں معمولی ترقی سے ہاتھ آیا تھا مثلاً سیاسی اتحاد نوآبادیانہ مقبوضات - بحری قوت - بین الاقوامی تجارت ہماری قوم کو ابھی تھوڑے عرصہ پہلے تک نصیب ہی نہیں ہوا تھا - اب جو کچھ ہم لینا چاہتے ہیں اخذ کرلیا جائے گا اور مخالف اغراض و دول کی برتر قوت کے مقابلہ میں ہوگا - یہ ظاہر ہے کہ اور بھی زیادہ زور کیساتھ یہ دیکھنا ہمارا فرض ہے کہ کون سے راستے ہم اختیار کرنا چاہتے ہیں اور ہمارے منازل مقصود کیا ہیں تاکہ ہم اپنی قوتوں کو غلط سمتوں میں تقسیم نہ کردیں اور اپنی مطلوبہ ترقی کی سیدھی سڑک سے بلا قصد نہ ہٹ جائیں -

ہماری سیاسی حالت کا اشکال ایک اعتبار سے مفید ہے چونکہ ہم متواتر تکلیف کی حالت میں رہے ہیں ہم کم از کم ابتک کاہلی کے شکار نہیں ہوئے جو طویل زمانہ امن اور دولت کے بڑھنے سے ہوتی ہے - ہر موقع پر تیار رہنے کیلیے ہمیں اپنے روحانی و مادی قوتوں کی بازی لگانا پڑی ہے اور اس صورت سے ہم نے وہ وسائل دریافت کرلیے ہیں جو بڑا کام دینگے جب کبھی کہ ہم کو تلوار کھینچنا پڑے گی -

ہماری عالمگیر سلطنت یا ہمارا زوال

اُن فرائض کو زیر بحث لانے مین جو اہل جرمنی پر اُن کی تاریخ و نیز اُن کی عام و خاص ذہنی قابلیتون سے عائد ہوتے ہین - ہم نے اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یورپ کی دول عظمیٰ مین ہماری حیثیت کا استحکام اور پھیلاو، اور نو آبادیون کی توسیع ہماری آئندہ ترقی کی بنیاد ہونا چاہیے - جو سیاسی سوالات اُس صورت سے پیدا ہوتے ہین اُن کا بین الاقوامی تعلقات سے قریب کا رشتہ ہے اور اُنپر خوب غور کرنے کی ضرورت ہے - ناممکنات ہمارا مدعا ہرگز نہ ہونا چاہیے بے سوچی سمجھی پالسی ہمارے قومی خصائل اور ہمارے اعلیٰ مقاصد و فرائض کے خلاف ہے - مگر ممکنات کا ہم مین حوصلہ ہونا چاہیے، چاہے جنگ کا خطرہ جھیلنا پڑے - اس پالسی کو ہم نے اپنا حق اور اپنا فرض سمجھا ہے جس قدر زیادہ عرصہ تک ہم صورت معاملات کو ہاتھ پر ہاتھ دھرے دیکھتے رہینگے - اُسیقدر ہمارے لیے اُس فاصلہ کا پورا کرنا دشوار ہوگا جو دیگر دول ہم سے آگے طے کر چکے ہین -

سمجھدار آدمی شروع وقت مین ہی کام کرے گا - جو کچھ اُسکے قبضۂ قدرت مین ہے اُسپر استقلال سے جما رہیگا - نہ تو اپنی مہم سے جھجکیگا نہ اُس سے ہٹایا جائے گا بلکہ کام کو ہاتھ مین لینے کے بعد کرتا رہیگا - کیونکہ اس کا کرنا اُسکے واسطے لازم ہے -

جس دائرے مین کہ ہم اپنے حوصلے پورے کر سکتے ہین وہ ان باتون سے محیط ہے - دیگر دول عالم کی مخالفانہ نیتین - حالات موجودہ متعلق اراضیات - مسلح قوت جو اُن کی پشت و پناہی کیلیے ہے اب لامحالہ ہماری پالسی کا فیصلہ اِن حالات کے لحاظ سے ہونا چاہیے - ہم کو صحیح طور

پر بغیر کسی تعصب یا جھجک کے اُن حالات پر غور کرنا لازم ہے جو پلڑے کو اونچا یا جھکا دین جبکہ مختلف قوتین میزان مقابلہ مین تولی جائین۔ اِن حالات کا تعلق کچھ تو فوجی دائرے سے ہے گو سلطنتون کی سیاسی تقسیم سے جہان تک فریقون کے فوجی وسایل کا اندازہ ہوسکتا ہے ان کا تعلق خاصکر سیاسی دائرے سے ہی۔ ہم کو اِس تقسیم کے سمجھنے کی کوشش کرنا چاہیے اِس زمانہ کی سیاسیات کے تغیر پذیر اغراض ہمارا معیار نہ ہونا چاہیے۔ ان مین اکثر موجودہ مصلحت بینی کے لحاظ سے کارنگ ہوتا ہی اور اِس لیے وہ راے قایم کرنے کے لیے مضبوط بنیادین نہین ہین۔ بجاے اِسکے ہم کو الگ الگ سلطنتون کے سیاسی خیالات اور نیتین دیکھنا چاہیین جن کی بنا فطرت پر ہے اور اسلیے یہ اپنی اہمیت کو ہمیشہ محسوس کراتی ہین۔ پالسی کا دستورالعمل ملک کے اغراض کے لحاظ سے مرتب کیا جاتا ہی۔ اگرچہ اغراض کے متعلق بوجہ کوتاہ نظری یا جھجک اکثر غلط فہمی ہوسکتی ہی اور اگرچہ پالسی بعض اوقات وہ ڈھنگ اختیار کرتی ہی جو دیرپا قومی فوائد کے نقطۂ خیال سے جائز نہین معلوم ہوتا۔ پالسی ایسا ٹھیک سائنس نہین ہی جو قانون ضرورت کا پیرو ہو بلکہ وہ انسانون کا بنایا ہوا ہوتا ہی جس پر وہ اپنی قوت یا کمزوری کی مہر لگا دیتے ہین اور اکثر اس کو حقیقی قومی اغراض کے راستے سے موڑ دیتے ہین۔ یہ موڑ پس پشت ڈالدینے کے قابل نہین ہین۔ مدبّر کو جب موقع ملے گا ان نشیب و فرازات سے فائدہ اُٹھاے گا مگر مطالعہ کرنے والے کو جو معاملات پر تاریخی نقطۂ خیال سے غور کرتا ہی اپنی نگاہ اُن اغراض پر جماے رہنا چاہیے جو دیرپا ہین۔ لہٰذا ہم کو اِس آخرالذکر اعتبار سے بین الاقوامی حالت کو جس حدتک کہ اُس کا تعلق جرمنی کی قوت اور بلند حوصلون سے ہی صاف کردینا چاہیے

یورپ کے دول عظمی دو بڑے حصون مین منقسم ہین۔

ایک طرف جرمنی آسٹریا اور اٹلی نے دفاعی اتحاد قایم کیا ہی جس کا اصل مقصد مخاصمانہ حملہ کی روک ہے۔ اس اتحاد مین دو پہلی سلطنتین ٹھوس غالبانہ ٹوٹنے والا مغز ہین اسلیے کہ بہ اعتبار نوعیت واقعات اُن مین قریبی رشتہ ہی۔ جغرافیائی حالتین اس نتیجہ کے لیے مجبور کرتی ہین یہ ہر دو سلطنتین مل کر ایڈریاٹک (   ) سے لیکر بحر شمالی و بالٹک (   ) تک اراضی کا ایک پیوستہ سلسلہ ہین۔ اُنکے قریبی اتحاد کی وجہ تواریخی قومی

وسیاسی حالات بھی ہین - آسٹریا سیکڑون میدانون مین پرشیا (   ) و جرمنی
سلطنت کے ساتھ شامل ہو کر شانہ بشانہ لڑا ہی - الغرض جرمنی آسٹریا کے پشت و پناہ ہین اور یہ ذریعہ
اتحاد سلطنت کی مختلف اقوام کو باہم گر قائم رکھے ہوئے ہے - جرمنی سے زیادہ سلافی قوم
کے حملون کی روک آسٹریا کا فرض ہی - کیونکہ متعدد سلافی نسلین اُس کی عملداری مین آباد ہین
اِن دونون سلطنتون کے اغراض مین جب سے جرمنی مین فضیلت کے مجادلہ کا فیصلہ ہوا ہی کوئی تصادم
واقع نہین ہوا - ایک کے بحری و تجارتی اغراض کا رخ جانب جنوب و جنوب مشرق ہی - دوسرے کے
اغراض کا جانب شمال - ایک کی کمزوری کا مضر اثر دوسرے کے سیاسی تعلقات پر پہونچیگا
جرمنی و آسٹریا کی جنگ سے دونون سلطنتین بنہایت قوی دشمنون کے پنجۂ غضب مین پھنس
جائینگی - اُن کو اپنی سیاسی حیثیت قائم رکھنے کے لیے ایک دوسرے کا ساتھ دینے کی
ضرورت ہی - یہ امید کی جاسکتی ہی کہ جو تعلقات اِن دونون سلطنتون کو متحد کیے ہوئے ہین
وہ اُس وقت تک مستقل رہین گے جب تک کہ اہل جرمنی اور میگ یار (   )
سلطنت ڈینیوب (   ) کی خاص قوتین ہین بسمارک (   ) کی
پالسی کا یہ اعلی درجہ کا کام تھا کہ اُس نے ۱۸۶۶ء کی جنگ مین بھی آسٹروی جرمن
اغراض کو مد نظر رکھا اور مردانگی کے ساتھ صلح کر لی جس سے یہ اتحاد ممکن العمل ہوا آسٹریا
کی کمزوری یہ ہی کہ اس مین بہت سے قومی سلافی عناصر مخلوط ہو گئے ہین - یہ عناصر
جرمن رعایا کے خلاف ہین اور اِن مین بہت سے علامات سلافی قوم کی طرفداری کے پائے جاتے
ہین - مگر اس قوم نے ابھی اتنا زور نہین پکڑا ہی کہ سلطنت کی سیاسی حالت پر اُس کا اثر
پڑے - اپنے حقیقی اغراض کی رو سے اٹلی کا بھی فرض ہی کہ اتحاد ثلاثہ مین شامل ہو - آسٹریا کی
مخالفت جو اٹلی کی تاریخ مین داخل ہو گئی ہی اس حالت میں کم ہو جائے گی - جب اٹلی دیگر
دوائر مین وسعت اور بڑھنے والی آبادی کے واسطے قدرتی راستہ کو محسوس کرے گی -
ان مین کوئی حالت ناممکن نہین ہے اُس وقت (   ) یعنی اٹالوی نثراد
آسٹروی صوبون کے الحاق کی پرانی آرزو کی سیاسی اہمیت جاتی رہے گی کیونکہ جو حیثیت
اٹلی کی اُسکے جغرافیائی موقع و تواریخ ماضیہ سے ہے اور جس سے حاصل ہونے کی صورت

مین اُسکے حقیقی اغراض کو ترقی ہوگی وہ حیثیت اُس کو آسٹریا کے ساتھ جنگ کرنے سے باز نہین آسکتی۔ حیثیت بحر روم کی خاص سیاسی و تجارتی قوت بننے مین ہی یہ قدرتی ورثہ ہی جس کا دعوی کر سکتی ہے نہ تو جرمنی نہ آسٹریا اس دعوے مین اسکی رقیب ہے۔ مگر فرانس نے شمالی افریقہ کے ساحل پر بالخصوص ٹیونس مین ( ) مستقل حیثیت قایم کر کے وہ مُلک لے لیا ہی جو قدرتی طور پر اٹلی کی نوآبادی ہوتا، کیونکہ حقیقتاً اُس مین کثرت سے باشندگان اٹلی آباد ہین۔ میری راے مین سیاسی حیثیت سے ہمارے لیے ٹھیک ہوتا کہ اِس الحاق کے خلاف ہم آواز بلند کرتے اور کل تیونس کا علاقہ اٹلی کے لیے رکھتے چاہے فرانس سے جنگ ہی کیون نہو تی۔ اِس طور سے ہم بحر روم مین اٹلی کی قوت کو بہت زبردست کر دیتے جس سے مابین اٹلی و فرانس ایک جھگڑے کا سبب پیدا ہو جاتا جس مین اتحاد ثلاثہ کی عافیت تھی۔

اِس اتحاد کی کمزوری اُسکی دفاعی نوعیت مین ہی اس سے مخاصمانہ حملہ کی کچھ روک ہوتی ہے مگر اس مین واقعات کی ضروری رفتار کا لحاظ نہین کیا گیا ہے اور وہ اپنے کسی فریق کی بڑی اغراض مین امداد کی ضامن نہین ہی یہ حالت وقت پر مبنی ہے جو اپنے زمانہ مین ٹھیک تھا مگر سیاسی واقعات کی رفتار سے بہت پیچھے رہ گیا ہی پرنس بسمارک نے "اپنے "خیالات و یادداشت" مین بتایا ہی کہ یہ اتحاد ہمیشہ ہماری آیندہ ضروریات کے موافق نہوگا۔ جب اٹلی نے دیکھا کہ اتحاد ثلاثہ سے اُسکی بحر روم کی پالسی کو مدد نہین ملتی تو اُس نے انگلستان و فرانس سے امنی معاہدہ کر لیا۔ اور اتحاد ثلاثہ سے کنارہ کش ہو گیا۔ آج اِس پالسی کے نتائج ظاہر ہین۔ اٹلی نے علانیہ انگلستان اور فرانس سے مشورہ کر کے اتحاد ثلاثہ کی اغراض کے خلاف طرابلس مین مطلوبہ نوآبادیانہ علاقہ فتح کرنے کے لیے ٹرکی پر حملہ کر دیا۔ اس مہم سے قریب تھا کہ اٹلی و آسٹریا مین جنگ چھڑ جاے آسٹریا چونکہ بلقانی جزیرہ نما مین سرتاج قوت ہی وہ کبھی اُن قطعات مین اٹلی کی مداخلت گوارا نہین کر سکتی۔ اتحاد ثلاثہ کو جو بذات خود ایک قسم کی لیگ ہے سخت صدمہ پہونچا ہی آخر وجہ اس نتیجہ کی یہ ہے کہ متعلقہ فریق کی نظر تنگ کوتاہ اندیش پالسی سے اپنے ذاتی اغراض پر ہوتی ہی۔ اور ان کو دیگر ممبران لیگ کی اہم ضروریات کا پاس نہین ہوتا۔ یہ اتحاد اپنی پہلی طاقت کو نہین پاسکتا تاوقتیکہ متحدہ افواج کی حفاظت مین تینون سلطنتین ایک دوسرے کی سیاسی ضروریات کو پورا نکرین۔ لہذا ہم کو

بلقان مین آسٹریا کی حیثیت بہتر کرنے اور بحر روم مین اٹلی کے اغراض کے قیام کی فکر کرنی چاہیے
صرف اسی صورت مین ہمارے سیاسی مساعی کو اتحادیون سے مدد مل سکتی ہو مگر چونکہ ٹرکی کو نقصان
پہنچانا جو آگے چل کر معلوم ہوگا کہ ہمارے اتحاد ثلاثہ کا ضروری نمبر ہے اٹلی کو زبردست بنانا
ہمارے کل اغراض کے خلاف ہو ہم کو گذشتہ غلطیون کی تلافی کرنا لازم ہے اور آیندہ بڑی
جنگ مین ٹیونس (   ) کو اٹلی کے لیے لینا چاہیے - صرف اس صورت مین
بسمارک کا بڑا خیال متعلق بہ اتحاد ثلاثہ اپنے حقیقی معنی ظاہر کرے گا - مگر جبتک اتحاد ثلاثہ کے
نتائج اتفاقی رہین گے اور اتحادیون کو جدا جدا اپنے اپنے وسائل سے اپنے اہم اغراض انجام دینا
کرنے کا مجاز ہوگا وہ بے ثمر رہے گا - سطحی طور پر اٹلی کے اغراض بحر روم سے ہم کو ایسا سروکار نہین
ہے مگر اسکی حقیقی اہمیت اس بات سے ظاہر ہوتی ہو کہ اتحاد ثلاثہ سے اٹلی کی کنارہ کشی یا انگریزی
فرانسوی اور روسی معاہدہ مین شرکت ہمارے و آسٹریا کے خلاف ایک جنگ عظیم کی پیش خیمہ
ہوگی اس سے اٹلی کے دوامی اغراض کو سخت صدمہ پہونچے گا - کیونکہ ایسا کرنے سے وہ اپنی
سیاسی خودمختاری سے ہاتھ دھو بیٹھیگی اور اس کو فرانس کی ایک قسم کی ماتحت سلطنت ہو جانیکا خطرہ
ہوگا - یہ صورت ناممکن الخیال نہین ہو کیونکہ اٹلی کی اس پالسی کے جانچنے مین ہمین اسکے تعلقات
کو جو فرانس نیز انگلستان کے ساتھ ہین نظرانداز نہ کرنا چاہیے -

انگلستان کے قبضہ مین جبل الطارق - مالٹا - قبرص - مصر و عدن جیسے زبردست بنیادی
مقام ہین جن سے ہندوستان کا بحری راستہ محفوظ ہے - اور اسکی صریح غرض یہ ہو کہ بحر روم مین
سے یہ بڑا راستہ اسکے تحت تصرف مین رہے - انگریزی بحر روم کا بیڑہ بھی اسیقدر زبردست ہے
اور اٹلی کے ساحلون کے لیے سخت خطرہ کا باعث ہو سکتا ہو - بالخصوص فرانسیسی بحر روم کے
بیڑے کی شرکت مین بشرطیکہ اٹلی انگلستان و فرانس کے ساتھ جنگ مین الجھ جاے - لہذا بدیہی طور پر
اٹلی ایسی جنگ سے بچنا چاہتا ہو تا وقتیکہ بحری قوت کا پلہ میزان نہ بدلے اسطور پر وہ دوہری سخت
مشکل مین ہو - اتحاد ثلاثہ کا حلیف ہونے کی وجہ سے اسکی حالت مجبور کرتی ہو کہ وہ اُس اتحاد
کے مخالفین سے نامہ و پیام و سلام جاری رکھے کیونکہ اتحادیون کی جانب سے اس کی ترقی کی پالیسی
کو امداد و مدد نہین پہونچی - اس مین ہمارا اپنا نفع ہو کہ اٹلی اور ٹرکی کو جہان تک ہو سکے ملاے رکھین

فرانس و روس نے وسطی یورپین اتحاد ثلاثہ کی مخالفت مین اتفاق کر لیا ہے۔ فرانس کی بدلہ لینے والی یورپین پالیسی پر تاریکی چھاگئی ہو۔ اُس کی خاطر وہ نہایت تکلیف دہ قربانیان کرتا ہو۔ اس کی خاطر وہ انگلستان کی صد سالہ دشمنی اور فشوڈا کی ذلت بھول گیا ہے اول وہ ۱۸۷۱ء کی شکستون کا انتقام لینا چاہتا ہو۔ جنھون نے اُس کے قومی تفاخر کو سخت مجروح کیا ہو۔ وہ جرمن پر فتحیاب ہو کر اپنا سیاسی اقتدار بڑھانے کا متمنی ہو اور بشرط امکان براعظم یورپ پر وہ سابقہ فضیلت دوبارہ حاصل کرنا چاہتا ہو جس کو اُسنے عرصہ دراز تک احتشام کے ساتھ قایم رکھا تھا۔ بشرطیکہ قسمت یاوری کرے اُس کی تمنا ہو کہ ایلسس و لارین پھر فتح ہو جائین مگر وہ اپنے مین اتنی قوت نہین پاتا کہ جرمنی پر حملہ آور ہوسکے باوجود اقرار ہاے امن اس کی کل خارجی پالیسی کا منشا سواے اسکے کچھ نہین ہو کہ اس حملہ کے لیے اتحادی فراہم ہوجائین اُس کے روس کے اتحاد اور انگلستان کے ایتلاف مین بھی یہی اسپرٹ بھری ہوئی ہے۔ انگلستان سے اسکے موجودہ تعلقات کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہو کہ فرانسیسی پالیسی کو بالوجہ یہ امید تھی کہ بمقابلہ روس کے انگلستان کی دشمنی سے جو اُس کو جرمنی کیساتھ ہے زیادہ مدد ملے گی۔ فرانس کی نوآبادیانہ پالیسی کا اصل منشا جرمنی پر مادی و بشرط امکان فوجی فضیلت حاصل کرنا ہے ملکی افریقائی فوج کا انتظام الجزائر مین جبریہ بھرتی کی تجویز اور مراکش کا سیاسی الحاق ایسی باتین ہین جس سے اس کی نیت کا صاف پتہ چلتا ہو اور مندرجہ بالا پالیسی کی وسعت اور مقصد کے متعلق کوئی دھوکا نہین ہوسکتا۔ چونکہ فرانس نے اپنی جنگی قوت قریب قریب جرمنی کے برابر کر لی ہو۔ چونکہ شمالی افریقائی سلطنت مین اس قوت کے بہت زیادہ بڑھانے کا موقع اُس کو حاصل ہوگیا ہو۔ چونکہ اُس نے نوآبادیانہ پالیسی مین جرمنی کو بالکل پیچھے چھوڑ دیا ہے اور ایلسس لارین کی فرانسیسی ہمدردیون کو صرف قائم ہی نہین رکھا، بلکہ اُن مین نئی روح پھونک دی ہو۔ اسلیے نتیجہ ظاہر ہے۔ فرانس مخالف جرمن پالسی کے راستون سے رُخ نہ پھیرے گا۔ بلکہ ہمارے خلاف دشمنی کی آگ بھڑکاتا اور دُنیا کے ہر گوشہ مین جرمن اغراض کے راستے مین روڑے اٹکاتا رہے گا۔ جب اُس نے اہل اٹلی کے ساتھ یہ من سمجھوتا کر لیا کہ اگر ہمین طرابلس پر ہمارا قبضہ ہونے دون تو مجھے مراکش مین سیاہ و سفید کا اختیار دیدیا جاے۔

تو اس سے اتحاد ثلاثہ مین ایک شگاف ہوگیا جس سے اُسکے چھٹ جانے کا اندیشہ ہے
یہ بات بہت زیادہ قرین قیاس ہو کہ وہ سچائی کے ساتھ اُن اقوالون پر ثابت قدم نہین رہیگا
جو اس نے مراکش سے جرمن تجارتی اغراض کے متعلق کیے تھے - ان اغراض کی روک
فرانسیسی مراکشی پالسی کی حقیقتاً ممتاز خصوصیت تھی جو ہر طرح جرمن پالسی کی مخالف تھی
فرانسیسی پالسی اس قدر کامیاب رہی کہ آیندہ ہم گذشتہ سے زیادہ اب فرانس کی
دشمنی پر بھروسہ کرینگے - یہ بات خارج از خیال ہو کہ فرانس و جرمنی مین اب کسی عہدنامہ
کی بات چیت ہوسکتی ہے جب تک کہ متنازعہ فیہ امر مین ہر دو ایک بار پھر جنگ سے فیصل
نہ ہو جاے۔ ایسے کارنامہ کا جواب جب کہ فرانس انگلستان کے ساتھ ہوگیا ہے بہت کم
امکان ہے کیونکہ انگلستان جرمنی کو دبانا اور فرانس کو اُبھارنا چاہتا ہے۔

رُخ پھیرنے سے ایک اور تصویر ہماری نظر کے سامنے آتی ہو - جہان ہماری بھر کم روسی سلطنت
قد و قامت مین کل دیگر سلطنتون سے اونچی کھڑی ہو۔ سلطنت نے منچوریا کی شکست اور اُس
انقلاب کی وجہ سے جو اس منحوس جنگ کے بعد ہی واقع ہوا بظاہر واپسی کی پالسی پر
چل رہی ہے - مشرق بعید مین اُس نے جاپان سے سمجھوتا کرنے کی کوشش
کی اور وسطی ایشیا مین انگلستان سے - بلقان مین اُس کی پالسی کا مدعا حالت موجودہ کا قیام
ہے اسوقت جرمنی سے نبرد آزما ہونے کا کوئی خیال اُس نے نہین کیا ہے - عہدنامہ پوٹسڈم ( ) کی اہمیت اس قابل نہین کہ نظرانداز کر دی جاے - اِس
عہدنامے سے معلوم ہوتا ہے کہ روس کی جانب سے ہمیں فی الحال کسی حملہ آورانہ پالسی کا
اندیشہ نہ ہونا چاہیے - کوکوزیو ( ) کی وزارت واپسی کی پالسی کو
غالباً جاری رکھتی ہوئی معلوم ہوتی ہے - اور اُسکے جاری رکھنے کی اس کو زیادہ ضرورت
ہے کیونکہ اسٹولی پن ( ) کے قتل اور اسکے واقعات متعلقہ نے
بجلی کی سی چمک سے اندرونی بدنظمی و انقلابی سازش کی ہولناک تصویر دکھا دی
اس لیے یہ اُمید نہین روس فرانس کی جانبداری مین مسلح مداخلت کی طرف رجوع ہو
روسی فرانسیسی اتحاد علیحدہ نہین ہوا ہے اور اس مین شک نہین کہ روس بوقت ضرورت

اپنا اقرار پورا کرے گا - مگر کشیدگی عارضی طور پر کم ہو گئی ہے اور روسی جرمن تعلقات بہتر ہو گئے ہیں - اگرچہ اس سے جرمنی کو شمالی ایران میں مراعات سے خاصا نقصان اُٹھانا پڑا -

ظاہر ہے کہ روس کی یہ پالیسی جس پر اس وقت وہ عمل کر رہا ہے محض عارضی ہو سکتی ہے - اس زبردست سلطنت کے حوائج زور کے ساتھ بحری توسیع کے مقتضی ہیں خواہ مشرق بعید میں جہاں اُس کو خالی از برف بندرگاہوں کے ملنے کی امید ہے - خواہ بحر روم کی سمت میں جہاں سینٹ سوفیا ( ) کے گنبد پر ہلال ابھی تک چمکتا ہے کامیاب جنگ کے بعد روس کو ڈیچولا ( ) کے دہانہ پر قبضہ کرنے میں ذرا بھی پس و پیش نہ ہوگا - کیونکہ اس پر مدت سے اکادنت ہے اس صورت سے بالٹک ( ) میں اُس کی حیثیت کو خاصی طور پر قوت ہو جائے گی -

جزیرہ نمائے بلقان میں فضیلت بحر روم کے اندر آزادانہ داخلہ اور بالٹک پر مضبوط حیثیت یہ ہیں مقاصد ہیں جن کی طرف عرصہ دراز سے روس کی یورپین پالیسی کا رُخ فطرتاً چلا آ رہا ہے - نیز وہ اپنے آپ کو اسلافی نسلوں کی خاص قوت سمجھتا ہے اور وسطی یورپ کے اندر اس عنصر کی امداد و توسیع اشاعت میں بہت سالوں سے مصروف ہے - جانبداری سلافیت کا خیال اب بھی خوب زور و شور سے جاری ہے یہ پیشین گوئی کرنا مشکل ہے کہ روس کس قدر جلد گوشہ عافیت سے نکل آئیگا اور بین الاقوامی پالیسی کے قدرتی راستوں پر قدم رکھے گا - اسکے موجودہ سیاسی طرز کا انحصار بہت کچھ شاہنشاہ حال کی ذات پر ہے - جن کا اعتقاد ہے کہ سلطنت طاقت و مضبوطی میں سلطنت جرمنی کے ہم پلہ ہو اور یہ زبردست سلطنت کے سایہ میں اندرونی ترقی کرے قوم کی قوم انقلابی و اخلاقی مرض متعدی میں مبتلا ہے اور کسانوں کی جماعت میں سخت ابتری ہے حتیٰ کہ یہ سمجھنا مشکل ہے کہ کن عناصر سے وہ حیات بخش قوت خروج کر سکتی ہے جس سے صحیح حالت پھر عود کر آئے - حتیٰ کہ موجودہ گورنمنٹ کی اراضیانہ پالیسی نے کوئی اچھے نتائج پیدا

نہیں کئے ہیں اور اِس وقت تک توقعات کو مایوس کیا ہے - اس لیے یہ امکان ہمیشہ سے چلا آتا ہے کہ معاملات اندرونی کے دباؤ سے خارجی پالسی روگردان ہوجائے اور بیرونی کامیابیوں سے اندرونی مشکلات کے سر کرنے کی کوشش کی جائے - زمانہ اور واقعات اس کا فیصلہ کریں گے کہ ان کامیابیوں کی تلاش مشرق بعید میں ہوگی یا مغرب میں - ایک جانب جاپان اور ممکن ہے چین سے مڈبھیڑ ہو - دوسری جانب جرمنی - آسٹریا اور ممکن ہے ٹرکی ہے - اس میں شک نہیں کہ ان حالات کا فرانسوی روسی اتحاد پر ضرور فیصلہ کن اثر ہوگا - ان دو اتحادیوں کے اغراض یکساں نہیں ہیں - فرانس کے مقاصد تو حملہ آورانہ جنگ سے محض جرمنی کا کچلنا ہے مگر روس کے ذہن میں شروع ہی سے مدافعانہ تدابیر ہیں - اس کی خواہش تھی کہ جنوب و شرق میں جو سیاسی تدابیر ہین سنے اختیار کی ہیں اُن کے عملدرآمد میں دول وسطے یورپ مخل نہوں اور اُسی کے ساتھ یہ چاہتا تھا کہ بذریعہ اتحاد مفید شرائط پر فرانس سے قرضہ ملجائے جس کی اُس کو شدید ضرورت تھی - فی الحال روس کو جرمنی کے خلاف حملہ آورانہ جنگ کرنے یا ایسی جنگ میں شریک ہونے کے لیے کوئی ترغیب نہیں ہے - اِس میں شک نہیں کہ جرمن قوت کا ہر نیا اضافہ روسی اغراض کے خلاف چاق چوبند ہوکر کھڑا ہوتا ہے - اس لیے وہ ہمیشہ اُن کا ساتھ دے گا - جو ہمارے سیاسی راستوں کو چیر کر جانے کی کوشش کرتے ہیں -

انگلستان حال میں فرانسوی روسی اتحاد میں شامل ہوا ہے - اُس نے ایشیا میں روس سے معاہدہ کیا ہے جس کی رو سے ہر دو فریق کے دوائر اثر کے حدود قائم ہوگئے ہیں - اُس نے فرانس سے یہ معاہدہ صاف اس نیت سے کیا ہے کہ جرمنی کو ہر صورت سے دبائے اگر ضرورت ہو تو جنگ سے بھی دریغ نہ کرے -

وسط ایشیا میں روسی و انگریزی اغراض کا حقیقی موجودہ تصادم ظاہر ہے کہ ایسے معاہدات سے بند نہیں ہوسکتا - علیٰ ہذا القیاس - کوئی قدرتی اشتراک اغراض انگلستان و فرانس میں بھی نہیں ہے - ایک زبردست فرانسیسی بیڑا انگلستان کے لیے بھی اتنی ہی بڑی دھمکی ہوسکتی ہے جتنی کسی اور سلطنت کے واسطے - خیر سردست ہم انگریزی، فرانسیسی اتفاق پر

بھروسہ کر سکتے ہیں۔ اِس اتفاق پر جرمنی کی مشترکہ دشمنی کا انحصار رکھا گیا ہے۔ کوئی اور وجہ ان دونوں سلطنتوں کے میل کی نہیں معلوم ہوتی۔ کوئی اور قابل اعتبار بہانہ نہیں ہے جو اصلی مقاصد پہ پردہ ڈال دے۔

سرسری نظر سے انگلستان کی یہ پالسی ذرا بعید الفہم ہے۔ یہ ضروری ہے کہ جرمن تجارت و حرفت نے حال میں حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ اور جرمن بیڑے کو قابل احترام قوت حاصل ہوگئی ہے حقیقت میں ہم اُن تدابیر کے لیے روک ہیں جو انگلستان ایشیائی ٹرکی وسطی افریقہ میں اختیار کر رہا ہے ضرور ہے کہ یہ بات انگریزوں کو تجارتی سیاسی اور فوجی پہلو سے ناگوار ہو۔ مگر دوسری طرف تجارتی سیاست کی عملداری میں امریکائی مقابلہ بہ مقابلہ جرمن سخت تر ہے۔ اِس وقت امریکہ کی بحری قوت جرمنی سے زیادہ زبردست ہے اور وہ اب اِس فضیلت کو قائم رکھے گی حتیٰ کہ فرانسیسی بھی عنقریب مہیب بیڑا تعمیر کرنے والے ہیں۔ اور ان کی نوآبادیانہ سلطنت باعتبار اراضی ہماری سلطنت سے کہیں بہتر ہے۔ تاہم باوجود ان تمام باتوں کے انگریزوں کی دشمنی کا رُخ اصل میں ہماری ہی طرف ہے۔ اُس شارعۂ خیال کو سمجھنے کی غرض سے جو انگریزی سیاست دانوں کا دستور العمل ہے۔ انگریزی نقطۂ خیال کے اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ میرے خیال میں اِس مسئلہ کا حل انگریزی اغراض کی مختلف شاخوں میں ملے گا جو دنیا کے ہر حصہ میں پھیلی ہوئی ہیں۔ چونکہ انگلستان نے اپنے نقطۂ خیال سے ناقابل معافی غلطی کی کہ ریاست ہائے جنوبی کی جنگ امریکہ میں مدد نہیں کی۔ اِس لیے انگلستان کی عالمگیر سلطنت کا ایک رقیب ممالک متحدہ شمالی امریکہ اٹیلانٹک ( ) کے اُس طرف پیدا ہو گیا ہے۔ یہ رقیب انگلستان کی دولت کے لیے بڑی دھمکی ہے۔ سخت سے سخت ممکن التصور مقابلہ اب ان ہر دو ممالک میں ہے۔ امریکہ کے الحاق فلیپائن و انگلستان کے معاہدۂ جاپان نے دونوں قوموں کے تخالف اغراض کو اور زیادہ سخت کر دیا ہے۔ امریکہ کی تجارت اور حرفتیں اب نہیں رُک سکتیں۔ امریکہ کے وسائل مالی بے پایاں اور ہمیشہ بڑھنے والے ہیں۔ اِس لیے روس سے بحری جنگ کا خیال بوجہ فاصلہ اور تینوں کی وسعت ساحل کے نہایت دشوار اور بڑے دل گردے کا کام ہے بدیں وجہ انگلستان ہمیشہ امریکہ کے دعووُں کو قبول کر لیتا ہے جیسا کہ حال میں نہر پناما کی قلعہ بندی کے متعلق اُسنے

کیا ہے۔ اس کی غرض صاف طور پر ممالک متحدہ کو تہ باد مست بچنا ہے کیونکہ انگلستان اس تصادم کے نتائج سے ڈرتا ہے۔ امریکہ کے تجارتی و جنگی مقابلے اور اسکی ترقی قوت بحری کو ناگزیر طور پر گوارا کیا جاتا ہے اور مشترکہ دور ذہن نشین کی جاتی ہے۔ انگریزی نقطہ خیال سے اس معاہدہ کو اس پیرایہ میں سمجھنا چاہیے جسکی رو سے ان ممالک میں ثالثی عدالت قائم کی گئی تھی۔

انگلستان بہرحال امریکہ کے ساتھ نبرد آزمائی کے خطرہ کو دفع کرنا چاہتا ہے۔ مگر ممکن ہے کہ صورت معاملات کے بڑھنے سے ان حریف سلطنتوں کا قدرتی تخالف اس قدر زور پکڑ جائے کہ انگلستان کو بزور شمشیر اپنی حیثیت کا احساس کرانا یا اپنی حکمت عملی کو زور سے جتانے کی غرض سے کم از کم اپنی یقینی بحری فضیلت کو قائم رکھنا پڑے جو تعلقات ان ہر دو ممالک کے کینڈا سے ہیں وہ بآسانی بڑھ کر خطرناک حالت پر پہنچ سکتے ہیں اور معاہدہ ثالثی کی عارضی ناکامی اس بات پر زبردست روشنی ڈالتی ہے کہ اہل امریکہ کے خیال میں دونوں قوموں کے موجودہ سیاسی تعلقات مستقل نہیں ہیں۔

ایک اور خطرہ ہے جس سے انگلستان کو بہت قریبی تعلق ہے اور جو اس کی حیاتی روح کے لیے سیدھی دھمکی ہے۔ یہ ہندوستان اور مصر کی قومی تحریک۔ اسلام کی بڑھنے والی قوت۔ بڑی نوآبادیوں میں خود مختاری کی شورش۔ اور جنوبی افریقہ میں جرمن عنصر کی زیادتی ہے۔ ٹرکی ہی ایک ایسی سلطنت ہے جو انگلستان کو مصر میں خشکی پر دھمکی دے سکتی ہے۔ اس نازک حالت نے مصر میں قومی تحریک کو وہ اہمیت دیدی ہے جو اس کو اور صورت سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انگلستان ہر تحریک سے جو اسلام کی تائید میں ہو ڈرتا ہے وہ ہر سیاسی سازش سے ٹرکی کی بڑھتی ہوئی قوت کی بیخ کنی کر رہا ہے اگرچہ ضابطہ میں بظاہر اس کا مددگار ہے اور خلافت کے خلاف عرب میں ایک مذہبی مرکز قائم کرنے کی کوشش میں ہے

ہندوستان کی پالیسی میں بھی کچھ ایسے ہی خیالات ہیں۔ یہاں تقریباً سات کروڑ مسلمان انگریزوں کی حکومت میں رہتے ہیں۔ اس وقت تک انگلستان نے دو لڑائی اور

[1] مصنف کے اس لغو خیال پر ہمکو کوئی تعجب نہونا چاہیے اسلیے کہ وہ اکثر سرکار انگریزی کے خلاف زہر اگلتا رہا ہے پبلک اسکی اس غلط بیانی کو صریحاً دیکھ سکتی ہے کہ تاج برطانیہ کا ترکی اور خصوصاً مسلمانان ہند کے ساتھ کس قدر شریفانہ اور منصفانہ برتاؤ رہا ہے ۱۲۔

حکومت کرو،، کے اصول کو مدنظر رکھ کر مسلمانوں کو ہندوؤں[1] سے بھڑا دینے کی کوشش کی ہے مگر چونکہ ہندوؤں میں انقلابی وقومی رجحان ظاہر ہونے لگاہے یہ خطرہ سر پہ ہے کہ اگر اسلام میں پوری بیداری ہوگئی تو وہ بنگال کے انقلابی عناصر سے مل جائے گا۔ اِن عناصر کے ملنے سے بڑا سخت خطرہ پیدا ہو جائے گا جس سے انگلستان کے اعلیٰ عالمی اقتدار کی چولیں تک ہل جائینگی۔

اِن اندرونی وبیرونی خطروں کی وجہ سے جو کم از کم آیندہ کے واسطے ہیں بہ مقابلہ سابق انگریزی شاہی حکومت کو وسیع سلطنت کے پیوستہ کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی ہے خواہ باغراض تجارت خواہ دفاع مسٹر چیمبرلین نے برٹش امپریل کسٹم یونین کے خیال کو چھوڑ دیا ہے۔ امپریل کانفرنس منعقدہ ۱۹۱۱ء میں اُس کی طرف پھر خیال کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ ایک لعید المرکز پالسی کو غلبہ رہا۔ جب شاہی دفاع کا سوال پیش ہوا تو وہ پالسی مسترد کردی گئی۔ جس کا منشا یہ تھا کہ ہر ممکن التصور حالت میں بحری علاقہ جات کی امداد پہ برطانیہ عظمیٰ کو بھروسہ ہونا چاہیے،، خود اختیاری نو آبادیاں اتحادی ہیں جو ضرورت کے وقت انگلستان کا ساتھ دینگی،، مگر اِس استثنا کے ساتھ اتحادی ہیں کہ ایسے اغراض کے لیے اُن سے کام نہ لیا جائے جو سمجھ میں نہ آسکیں یا پسندیدہ نہوں،، صاف علامات اِس بات کے موجود ہیں کہ علاقہ جات کی پالسی انگلستان سے علٰحدہ ہونے کا خیال رکھتی ہے اگرچہ ابھی کوئی ایسی تجویز نہیں ہے جیسا باب چہارم میں بیان ہوا ہے۔ کینیڈا۔ جنوبی افریقہ وآسٹریلیا بڑھ کر خود مختار قومیں و سلطنتیں ہورہی ہیں اور جب وقت آئے گا خود مختاری کی مدعی ہونگی یہ تمام باتیں سلطنتِ انگلستان کے استحکام کے لیے بڑی اندیشہ ناک ہیں اور اِن خطرات کا انگلستان کے اُس خیال پر جو جرمنی کی طرف سے ہے بڑا اثر ہے۔

شاہی وتجارتی حوصلوں میں چاہے انگلستان کو شمالی امریکہ کی رقابت گوارا کرنی پڑے مگر جرمنی کے مقابلۂ تجارت کو نہ اُبھرنے دیا جائے۔ اگر انگلستان امریکہ سے جنگ

---

[1] اِس خیال کی لغویت کی انتہا نہیں۔ ہندو اور مسلمان دونوں جس عقیدتمندی سے ملک معظم کی وفادار رعایا ہونے کا کرتے ہیں اسکا علم یقیناً برٹن ہارڈی کو نہیں ہے ۱۲

کرنے پر مجبور ہو جائے تو جرمن بیڑا اس قابل نہو کہ امریکہ والوں کی مدد کر سکے لہذا اُس کو تباہ کر دینا چاہیے۔

اسی طرح کا سلسلۂ خیال ایک عظیم الشان انگریزی نوآبادیا نہ جنگ سے پیدا ہوتا ہے۔ جس سے انگلستان کے بڑے دنیا کے بعید حصص میں مصروف کارزار ہونگے۔ انگلستان جرمنوں کی ضروریات اور اُن کے پھیلنے کی صلاحیتوں سے واقف ہے اور اُسکا خوف حق بجانب ہے کہ جرمن سلطنت زبردست بیڑے کی مدد سے اُس علاقہ کی توسیع چاہے گی جسکے دینے میں انگلستان بخل کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انگلستان فرانس کے توسیعی منصوبوں کی طرف سے لاپروا ہے۔ فرانس کی آبادی میں چونکہ اضافہ کم ہوتا ہے اس لیے اُس میں پھیلاؤ کی صلاحیت ختم ہو چکی ہے۔ بہ حیثیت قوم اب انگلستان کو اُس سے خطرہ نہیں ہے اور فرانس جلد انگلستان کی خواہش سلطنت کا شکار ہو جائے گا بشرطیکہ جرمنی فتح ہو جائے۔

اُن خطرات کے دور کرنے کی خواہش میں جو جرمنی کی طرف سے لگے ہوئے ہیں اور زیادہ واقعیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جغرافیائی حالات کے اعتبار سے جرمنی کی بحری تجارت بغیر کسی بڑی کوششوں کے بیکار کی جاسکتی ہے۔ جرمن بیڑا انگریزی بحری فوج کے مقابلہ میں نسبتاً کمزور ہے اور اس لیے یہ گمان ہے کہ آخر الذکر کو آسانی سے فتح حاصل ہو جائیگی بالخصوص جب فرانسیسی بیڑا اُس کے ساتھ ہوگا۔ لہذا ایک رقیب کے جلد اور پورے طور سے قلع قمع کر دینے کا امکان تاکہ کل دیگر اتفاقات کے لیے ہاتھ کھل جائیں بہت قریب نظر آرہا ہے اور سالہا سال کے لیے انگلستان کی بحری قوت کا استحکام۔ جرمن تجارت کی تباہی اور افریقہ و شمالی ایشیا میں جرمن اغراض کی اہمیت کی روک کے واسطے عملی ذریعہ ہے۔

جرمنی کے ساتھ مخاصمت اور باتوں میں بھی اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے۔ انگلستان کا ہمیشہ یہ منشا رہا ہے کہ یورپین اقوام میں قوت کا ایک خاص توازن قائم رہے اور وہ ان میں جسکو چاہے فضیلت مخصوص حاصل کرنے سے باز رکھے۔ دراں حالیکہ ان سلطنتوں نے ایک دوسرے کو بیکار کیا اور دنیا میں مستعدی کے ساتھ کام کرنے سے باز رکھا۔ انگلستان کو بلا روک ٹوک اپنے مقاصد پورے کرنے اور موجودہ سلطنت عالم کی بنیاد ڈالنے کا موقع ملا اُس کی یہ پالسی اب بھی

جاری ہے کیونکہ جبتک دولِ یورپ ایک دوسرے کے لیے روک رہیں گے اُس وقت تک اُس کی فضیلت میں کسی کو کچھ حجت نہ ہوگی۔ اس لیے لا محالہ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انگلستان کا منشا جرمنی کو کمزور اور فرانس کو قوی کرنا ہے۔ کیونکہ اس وقت جرمنی ہی ایک ایسی یورپین سلطنت ہے جس کی طرف سے ایک عظیم الشان حیثیت حاصل کرنے کا اندیشہ ہے۔ مگر فرانس اُس کا پیدائشی رقیب ہے۔ اور وہ اپنے مشرقی پڑوسی جرمنی کے ساتھ برابری نہیں کرسکتا تاوقتیکہ اپنی افواج میں اضافہ نہ کرے اور اپنے اتحادیوں سے مدد نہ لے۔ گویا جرمنی کے ساتھ مخاصمت اس پہلو سے بھی انگلستان کے نہایت اہم اغراض پر مبنی ہے اور اس کو ہمیں اصول موضوعہ سمجھنا چاہیے جس کے لیے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں۔

یہ دلیل اکثر پیش کی جاتی ہے کہ اگر انگلستان نے جرمنی سے جنگ کی تو اُس کو نقصان ہوگا کیونکہ جرمن بازار اُس کے پاس سے نکل جائیگا۔ جہاں اُسکا تجارتی مال سب سے زیادہ فروخت ہوتا ہے اور بہت سی جرمن برآمدی تجارت سے اُسکو ہاتھ دھونا پڑے گا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ انگریزی نقطۂ خیال سے یہ باتیں جنگ کے لیے ایک اور ترغیب نہوں۔ انگلستان کو بجائے از دست رفتہ جرمن بازار کے بہت سے وہ بازار ملجائینگے جن میں جنگ سے قبل جرمنی کا مال جاتا تھا اور جرمن برآمدگیوں کی بندش انگریزی حرفتوں کے لیے بڑی تحریک اور ایک حد تک مفید ہوگی۔

بہرحال اس بحث کے انگریزی پہلو سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ انگریزی گورنمنٹ جرمنی کی بڑھنے والی قوت کو روکنے کے لیے ہر قسم کا زور لگاتی ہے اور انگریزی قوم کے وسیع حلقوں میں یہ پرجوش خواہش پھیلی ہوئی ہے کہ جو جرمن بیڑہ تیار ہورہا ہے اُس کو تباہ کردیا جائے اور اس قابلِ اعتراض پڑوسی پر حملہ آوری کی جائے۔

مگر ممکن ہے کہ انگریزی پالسی اور ہی پہلو اختیار کرے اور بجائے جنگ جرمنی سے من سمجھوتا کرلے۔ ہمارے لیے یہ نہایت خوش گوار طریقہ ہوگا۔ ایک اتحادِ ثلاثہ کی تجویز جس کے شرکا جرمن انگلستان اور امریکہ ہوں پیش کی گئی ہے مگر جرمنی کے ساتھ اتحاد کے لیے انگلستان نے جرمن ترقی کو پہلو بہ پہلو آزادی کے ساتھ موقع دینے۔ ہماری نوآبادیانہ قوت میں توسیع کرنے اور ہماری تجارتی و حرفتی مقابلہ میں روڑا نہ اٹکانے کا ارادہ کرلیا ہوگا۔ لہذا اس کے یہ معنی ہیں کہ اُسنے

اپنی قدیم پالسی کو چھوڑ دیا۔ اِس صورت میں اُس کو دنیا کی دول عظمیٰ کی بالکل نئی تقسیم کا خیال کرنا چاہیے۔ یہ بعید از قیاس ہے کہ انگریزوں کی نخوت اور ذاتی فائدہ اِس کو قبول کرے۔ گورنمنٹ کے سکوتی منشا سے جرمنی کے خلاف متواتر شورش جس کو بہت سے اخبار والوں نے ہی نہیں بلکہ ملک کے ایک زبردست فرقہ نے قائم رکھا ہے۔ انگریزی مدبرین کی حال کی تقریریں۔ بحر شمالی میں جنگی تیاریاں اور تعمیر جہازات کی پرجوش تیز رفتاری۔ کیا اِس بات کے یقینی علامات نہیں ہیں کہ انگلستان کی نیت جرمن پالسی کے خلاف اڑے رہنے کی ہے؟ حال ہی میں مراکش کے معاملہ میں انگلستان نے اپنی سخت دشمنی اور نیز اِس بات کا اظہار کھلم کھلا کر دیا کہ وہ جرمن قوت کی ہر توسیع کو روکنا چاہتا ہے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم دنیا پر اپنے خیالات کی دھر لگانے کی قابلیت رکھتے ہیں وہ بغیر جنگ سرداری نہیں چھوڑتے جب کہ بزعم خود فتح ان کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

بہمہ وجوہ انگلستان کے ساتھ کوئی تصفیہ بغیر جنگ ایک چھلاوا ہے جس کے پیچھے جانے کی تکلیف کوئی متین جرمن مدبر گوارا نہ کرے گا۔ ہم کو انگلستان کے ساتھ جنگ کا امکان ہمیشہ پیش نظر رکھنا لازم ہے۔ اور اسی اعتبار سے اپنے سیاسی و فوجی منصوبے قائم کرنا چاہییں۔ انگریزی مدبرین و سیاسی انشا پردازوں کے امنی اقوال پر کچھ اعتبار نہ کیا جاوے۔ اِن اقوال کی محرک وقت کی سخت ضرورتیں ہوتی ہیں اور یہ اقوال معاملات کی اصل بنا کو نہیں بدل سکتے۔ جب اتحادی فرقہ آزادوں کے فرقے کو ہٹا دے تو ہم سمجھ لیں گے کہ سلطنت انگلستان نہایت زور کے ساتھ قوت کا احساس کرانے والی ہے۔

اِس کے مقابلہ میں امریکہ جس کو انگریزی پالسی میں قطعی دخل ہے غیر محدود امکانات کی سرزمین ہے۔ ایک طرف تو وہ مانرو اصول پر جما ہوا ہے اور دوسری طرف ایشیا اور آفریقہ کی طرف ہاتھ بڑھائے ہوئے ہے تاکہ اُس کے بیڑوں کے لیے مرکزی مقامات ملیں۔ ممالک متحدہ کا مقصد براعظم امریکہ کی تجارتی فضیلت ہے اور جہاں کہیں ممکن ہو سیاسی بھی۔ اور بحر پے سیفک (   ) میں جہازی اقتدار اُن کے تجارتی و سیاسی اغراض دونوں باوجود معاہدات تجارتی وغیرہ وغیرہ جاپان و انگلستان کے اغراض سے خوب ٹکراتے ہیں۔ کوئی ثالثی معاہدات اِس کو نہیں بدل سکتے۔ جرمنی کے لیے حال میں کوئی ایسی مخالفت دونوں قوموں کی

حوصلہ مند خواہشات سے پیدا نہیں ہوئی ہے۔ سیاسیات کے حلقے میں تو یقینی نہیں ہوئی۔ جہانتک خیال ہے اگر جرمنی کے ساتھ کوئی معاہدہ ہوگا تو اس سے امریکہ کے اغراض کو نفع پہنچے گا۔ اس کی اُمید نہیں کہ اہل امریکہ انگلستان کی قوت میں اب کوئی اور بڑا اضافہ پسند کریں گے۔ لیکن اگر برطانیہ عظمیٰ نے جرمنی کو سیاسی و فوجی شکست دیدی تو ایسا ہونا قرین قیاس ہے۔

کچھ عرصہ تک یہ خیال رہا کہ ثالثی عدالتوں کے متعلق انگلستان و امریکہ میں جو قول و قرار ہوئے ہیں اُن کا انجام یہ ہوگا کہ جرمنی کے خلاف اتحاد ہو جائے۔ بہر حال ممالک متحدہ امریکہ میں ہمارے خلاف بڑا اور دور دور جوش پھیلایا گیا ہے۔ جرمن و آئرش نسل کے امریکائیوں نے اس جوش کی مخالفت کی۔ مگر ممالک متحدہ میں مخالف جرمن تحریک عارضی چیز تھی۔ کیونکہ وہ حقیقت حال پر مبنی نہ تھی۔ میدان تجارت میں بلاشک دونوں ملکوں میں سخت مقابلہ ہے بالخصوص جنوبی امریکہ میں مگر اس سے سیاسی پیچیدگیوں کا اندیشہ نہیں ہے۔

جاپان کچھ عرصہ سے ہمارے لیے سیاسی دلچسپی کا باعث ہوگیا ہے۔ صرف اس وجہ سے کہ روس، امریکہ، انگلستان و چین کے معاملات پر اُس کا اثر ہے۔ مشرق بعید میں چونکہ جاپان نے انگلستان سے اتحاد کرلیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ حال میں روس سے بھی کچھ قول و قرار ہوگیا ہے اس لیے ہم کو جاپان کی دشمنی پر بمقابلہ دوستی کے زیادہ بھروسہ ہے۔ چین کی بابت جو اس کا خیال ہے وہ ہمارے مشرقی ایشیائی نوآبادیانہ مقبوضات کے لیے نہایت ہی مفید ثابت ہوسکتا ہے۔ اگر یہ دونوں قومیں ملگئیں جس کی فی الحال توقع نہیں تو ہمارے لیے اُن کے درمیان خود مختارانہ حیثیت قائم رکھنا دشوار ہو جائے گا۔ اِس لیے اِن زرد نسل کی دو قوموں میں سیاسی رقابت زندہ رکھنی چاہیے۔ اگر اُن میں مخالفت رہے گی تو غالباً وہ یورپ سے ایک دوسرے کے خلاف امداد کی طالب ہونگی اور اِس طرح سے دول یورپ کا ایشیا میں دست تصرف قائم رہے گا۔

دراں حالیکہ مشرق بعید کی حوصلہ مند دول عظمیٰ کا فی الحال ہماری پالسی پر براہ راست کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔ ٹرکی جو مشرق قریب کی سر برآوردہ سلطنت ہے ہمارے لیے اعلےٰ اہمیت رکھتی ہے۔ وہ ہماری قدرتی اتحادی ہے اُس سے ملے رہنے میں ہمارا بڑا فائدہ ہے

ہم بڑی عقلمندی کرتے اگر اور پہلے سے اُس کو اتحاد ثلاثہ کا شریک بنا لیتے اور اِس صورت سے
جنگ اٹلی و ٹرکی کو جس سے اندیشہ ہے کہ ہماری کل سیاسی موجودہ حالت بدل جائے گی اور
جس میں ہمارا نقصان ہے روک دیتے - ٹرکی کو دو طرح پر فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ وہ روس اور
انگلستان کے مقابلہ میں اپنی حالت کی طرف سے اطمینان کرلے - اور یہ وہ دو سلطنتیں ہیں جن کی
دشمنی سے ہمیں سروکار ہے - نیز صرف ٹرکی ہی ایسی سلطنت ہے جو انگلستان کو مصر میں دھمکا سکتی
اور اِس طرح پر ہندوستان کے قریبی بحری راستوں و برّی خبر رسانی کے سلسلوں کے لیے
باعث خوف ہو سکتی ہے - انگلستان یا روس کے ساتھ جنگ کے موقع کے واسطے اِس
ملک کو اتحادی بنانے کے لیے ہمیں کوئی قربانیاں اُٹھا نہ رکھنی چاہییں - ٹرکی کے اغراض
ہمارے اغراض ہیں - نیز اِس میں اٹلی کا بھی ذاتی فائدہ ہے کہ باسفورس و دردانیال پر ٹرکی
کی اعلیٰ حیثیت قائم رہے - یہ مفید کنجی یعنی دردانیال غیروں کے پاس نہ جائے اور روس
یا انگلستان کے قبضہ میں نہ ہو۔

اگر روس کو بحر روم میں باریابی ہوگئی - جس کی اُسکو عرصہ سے تمنا ہے تو بحر کے مشرقی
حصہ میں وہ نمایاں قوت ہو جائے گا اور اِن سمندروں میں اٹلی کے منصوبوں کو بڑا نقصان پہنچے گا -
چونکہ انگریزوں کے اغراض کے لیے بھی یہ ترقی مضر ہو گی - لہذا انگریزی بحر روم کے بیڑے کو
مضبوط کرنا پڑے گا - جبتک روس اور ٹرکی کی مخالفت کے لیے میدان کھلا رہے گا - انگلستان
فرانس و روس کی وجہ سے اٹلی کے لیے خود مختارانہ یا اعلیٰ حیثیت حاصل کرنا ناممکن ہو جائے گا -
اِس پہلو کو مدنظر رکھ کر مناسب ہے ٹرکی اٹالوی جھگڑا ختم کر دیا جائے اور فرانس کو نقصان پہنچا کر دوسری آئندہ
جنگ کے بعد اٹلی کی جائز خواہشوں کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے -

باقی دول ہائے یورپ میں ہسپانیہ کو خود مختارانہ اہمیت حاصل ہے - اُس نے مسئلہ مراکش
کی پالیسی سے فرانس کے ساتھ کچھ مخالفت کر لی ہے اور ممکن ہے کہ انجام کار وہ جرمن پالسی میں شریک
ہو جائے - برخلاف ازیں چھوٹی چھوٹی سلطنتیں کوئی مرکز ثقل نہیں ہیں مگر ممکن ہے کہ جنگ کی حالت
میں کوئی اہمیت اُن میں آجائے - چھوٹی چھوٹی ریاست ہائے بلقان آسٹریا و ٹرکی کے لیے
اور ڈینمارک، ہالینڈ، بلجیم و سوئیٹزرلینڈ اور آخر کار سوئیڈن بھی جرمنی کے لیے اہم

ہوسکتی ہیں۔

سوئٹزرلینڈ اور بلجیم غیر جانبدار شمار کیے جاتے ہیں۔سوئٹزرلینڈ کی غیر جانبداری کا اعلان ڈائنا کانگرس میں ۱۵۔ نومبر ۱۸۱۵ء کو دول کی طرف سے کیا گیا تھا جنھوں نے اعلان پر دستخط کئے تھے۔اور بلجیم کی غیر جانب داری کا ۱۵۔ نومبر ۱۸۳۱ء و ۱۹۔ اپریل ۱۸۳۹ء کو پانچ دول عظمی۔ ڈنمارک، ہالینڈ اور خود جرمنی کی طرف سے اعلان ہوا تھا۔

اِن حالات سے بہ حیثیت مجموعی یہ معلوم ہوتا ہے کہ براعظم یورپ میں وسطی یورپین اتحاد ثلاثہ کی قوت اور مخالف اتحادی سلطنتوں کی قوت کا پلہ برابر ہے۔ بشرطیکہ اٹلی اتحاد ثلاثہ کی طرف رہے۔اگر ہم کسی ایسی بھاری چیز کا تصور کریں جس کا وزن صرف قیاسی ہو تو پلہ ذرا اتحاد ثلاثہ کی طرف جھکا ہوا ہے۔ برخلاف ازیں اِس میں شک نہیں کہ انگلستان سمندر کا حاکم ہے۔وہ اپنے بحری اقتدار۔ اتحاد فرانس۔ونیز جغرافیائی مواقع کی بنا پر جرمنی کو بحری تجارت کے انقطاع سے سخت ترین نقصان پہنچا سکتا ہے۔براعظم کی جنگ کے لیے اُس کے پاس بڑی بڑی فوج بھی ہے۔ اِن سب باتوں پر لحاظ کر کے ہمارے دشمنوں کو بڑا غلبہ حاصل ہے۔اگر فرانس نے بڑی نوآبادیانہ بھرتی اور زبردست بڑی انگریزی فوج سے اپنی افواج کو قوی کر لیا تو اس فضیلت کا خشکی پر بھی احساس کرایا جائے گا۔اگر اٹلی اتحاد ثلاثہ سے واقعاً علیحدہ ہوگیا تو جرمنی اور آسٹریا کے خلاف امتیاز کے ساتھ برتر فوجیں متحد ہو جائینگی۔

اِن صورتوں میں جرمنی کی حالت غیر معمولی مشکلوں میں ہے۔ہم کو قوم کی پوری مادی ترقی کے لیے اُس کی دماغی اہمیت کے مناسب حال نہ صرف وسیع سیاسی بنیاد کی ضرورت ہے۔بلکہ جیسا کہ پہلے باب میں بیان ہوا ہے ہم اپنی بڑھنے والی آبادی کے لیے جگہ اور ترقی پذیر حرفتوں کے بازار فراہم کرنے پر مجبور ہیں۔مگر ہر قدم پر جو اِدھر اُٹھایا جاتا ہے انگلستان ہماری مخالفت پر تلا کھڑا ہے انگریزی پالیسی نے ممکن ہے کہ قطعی فیصلہ ابتک ہم پر حملہ کرنے کا نہ کیا ہو۔مگر بلاشبہہ وہ ہر انتہائی ممکن ذریعہ سے جرمن بین الاقوامی اثر اور جرمن بحری قوت کی آیندہ ترقی کو روکنا چاہتا ہے انگلستان کے مسلمہ سیاسی مقاصد اور گورنمنٹ انگلستان کے طرز خیال سے اِس بارہ میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔لیکن اگر ہم انگلستان کے ساتھ جنگ میں مبتلا ہوگئے تو ہمیں

یقین کامل ہے کہ فرانس ہمارے بازو پر حملہ کرنے کے موقعے کو ہاتھ سے نہ دیگا۔ انگریزی فرانسیسی بحر روم کے بیڑے کو حملوں سے دفاع کے لیے ساحل کے تحفظ میں اٹلی کو جس کا وسیع ساحل ہے۔ بشرطِ شرکت اتحاد ثلاثہ بڑی فوج رکھنا پڑیگی۔ اور اس طرح ہم ایسی صورت میں بھی فرانس کے مقابلہ میں اُس کی فوج کمزور ہوگی۔ آسٹریا کو روس مغلوب کرلے گا۔ روس کے مقابلہ کے لیے ہمیں مشرق میں فوج چھوڑنا پڑیگی گویا عملاً ہم کو انگلستان اور فرانس کے مقابلہ میں فوج کے ایک حصہ سے تنہا لڑنا پڑے گا۔ شاید تھوڑی مدد اٹلی سے مل جائے۔ جب سے کل آزادی عمل ہم سے لے لی گئی اور کل ترقی کا سدِ باب کردیا گیا ہے۔ ہماری سیاسی حالت کے سنگین خطرہ کی وجہ یہ دوہری بحری و برّی دھمکی ہے۔

چونکہ یہ جنگ جیسا بین الاقوامی مسئلہ کی پوری جانچ سے معلوم ہوتا ہے ضروری ولابد ہے ہم کو لڑنا چاہیے چاہے جو کچھ بھی ہو۔ درحقیقت ہم اب بھی اُس میں کچھی ہوئی تلواروں سے دوستی مگر امنی ذرائع سے مصروف ہیں۔ ایک طرف تو یہ جنگ بذریعہ تجارتی حرفتی و جنگی تیاریوں کے جاری ہے اور دوسری طرف بذریعہ ملکی حکمت عملی کے جس سے سلطنتیں ہر خطہ میں جہاں ان کے اغراض میں تخالف ہے ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہیں۔

حکمت عملی سے ہم ابتک امن قایم رکھ سکے ہیں اگرچہ اس میں قوت و اقتدار کو کثیر نقصان پہنچا ہے۔ اس ظاہر امنی حالت سے ہمیں دھوکا نہ کھانا چاہیے۔ ایک مخفی مگر ہیبتناک نازک موقع ہمارے مقابلہ میں ہے۔ ایسا نازک موقع جو جرمن قوم کی تاریخ میں اہم ترین ہے۔

ہم پہلی جنگہائے عظیم میں اپنے قومی اتفاق اور دول یورپ کے اندر اپنی حیثیت کے لیے بڑھے ہیں۔ اب ہم کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ آیا بڑھ کر ہم سلطنتِ عالم ہوجائیں اور اُسکو قائم رکھیں اور جرمن اسپرٹ و جرمن خیالات کے لیے وہ اغراض حاصل کریں جن سے ابتک اُن کو محروم رکھا گیا ہے۔

کیا ہم میں اتنی دلی قوت ہے کہ اس منزل مقصود کا حوصلہ کریں؟ کیا ہم اُن قربانیوں کے لیے تیار ہیں جو ایسی کوشش کے لیے یقیناً کرنا پڑیگی؟ یا کیا ہم دشمن کی فوج سے پیچھے ہٹنے کے لیے راضی ہیں اور اپنے تجارتی سیاسی و قومی اہمیت میں آہستہ آہستہ گرنے کے لیے تیار ہیں؟

ہمارے فیصلہ مین یہ باتین ہین۔

آجکل جو سوال ہم سے کیا جاتا ہے "ہونا یا نہونا" مگر یہ سوال اغراض مخالف اور قوتوں کی ظاہری مساوات و نیز حکمت عملی کی فریب دہ ترکیبوں اور کل سلطنتوں کی رسمی امنی حوصلوں سے چھپا ہوا ہے۔ مگر از روے منطق تواریخ بیرحمی کے ساتھ جواب کا طلبگار ہے بشرطیکہ ہم صاف نظر سے علاقۂ حقائق کو اس زمانہ کے تنگ افق اور معاملات کی محض سطح کے اُس پار دیکھین۔

دنیا کی تواریخ میں ایک حالت پر رہ جانا کوئی چیز نہیں ہے۔ ہر چیز میں نمو اور ترقی ہے معاملات کو حالت موجودہ میں رکھنا نا ممکنات سے ہے۔ حکمت عملی نے اسکی اکثر کوشش کی ہے۔ کوئی حقیقی مدبر سنجیدگی سے ایسے امکان پر بھروسہ نہ کرے گا۔ وہ حالات موجودہ کے بیرونی و عارضی قیام کو صرف اُس وقت فرضیت میں داخل کرے گا جب مہلت لینا اور دشمن کو فریب دینا مقصود ہو یا جب واقعات کی رفتار پر نظر نہ جا سکے تو ان حکمت عملی کے ذرائع سے ذلیل اوزاروں کا کام لیگا۔ درحقیقت اُسکو متواتر ترقی کے اصلی محرکانہ زوروں اور قوتوں پر صرف بھروسا ہوگا۔

یہ بات صاف سمجھ لینا چاہیے کہ ہمارے لیے ایک حالت پر قائم رہنا یا قانع ہونا سوائے ترقی یا مراجعت کے ممکن نہیں ہے۔ اور یورپ کی قوموں میں موجودہ حالت پر قناعت کرنا مراجعت کے برابر ہے۔ دراں حالیکہ ہمارے کل رقیب اپنی قوت کی توسیع کے لیے ہمارے حقوق تک پامال کرکے جان توڑ کوشش کر رہے ہین۔ جبتک امنی ہتھیاروں سے ہمارے خلاف جنگ جاری رہیگی ہمارے تنزل کا عمل بتدریج شروع ہوگا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھے گا۔ موجودہ نسل شاید چین و آرام سے زندہ رہیگی لیکن اگر ناموافق حالتوں میں قوی تر دشمن کی طرف سے ہمارے اوپر جنگ آپڑی یا ہمارے ہتھیاروں کو بدنصیبی کا سامنا ہوا تو ہمارے سیاسی تنزل میں دیر نہ لگے گی۔ اور ہم جلد تحت الثریٰ میں پہنچ جائیں گے۔ جرمن نسل کا مستقبل فنا ہو جائے گا۔ خود مختارانہ جرمن تہذیب زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہے گی۔ اور وہ برکات جن کے لیے جرمن خون کے چشمے بہائے گئے ہیں۔ یعنی روحانی و اخلاقی آزادی اور جرمن خیال کے دقیق و بلند حوصلے قرنوں کے لیے نوع انسان سے خیر باد کہہ جائیں گے۔

اگر ہم ایسی مصیبت کی ذمہ داری لینا نہین چاہتے اور یہ ٹھیک ہے کہ ہم مین اسقدر جرأت

ہونا چاہیے کہ ہر ذریعے سے اضافۂ قوت کے لیئے جد و جہد کریں جس کے مانگنے کا ہمکو حق حاصل ہے چاہے اپنے سے زیادہ تعداد میں دشمنوں سے جنگ کرنا پڑے۔ موجودہ حالتوں میں یورپ کے اندر علاقہ حاصل کرکے اسکی ہمت کرنا خارج از بحث ہے۔ مشرق کا وہ قطعہ جہاں جرمن تارک الوطن بسائے گئے تھے۔ ہمارے ہاتھ سے نکل گیا اور اب روس سے بذریعہ طویل وفیروزمند جنگ کے واپس مل سکتا ہے اور اس حالت میں وہ تازہ جنگوں کے لیے دائمی ذریعۂ اشتعال ہو جائے گا اسی طرح سابق جنوبی پروشیا کا دوبارہ الحاق جو پولینڈ کی تقسیم ثانی پر پروشیا میں ملا دیا گیا تھا پولینڈ کے لوگوں کی وجہ سے کار دشوار ہوگا۔

ان صورتوں میں ظاہر ہے کہ ہم کو اپنی سیاسی قوت مختلف طریقوں سے مضبوط کرنا چاہیے۔

اوّل ہماری سیاسی حیثیت کو بہت استحکام ہو جائے گا۔ اگر ہم آخر میں اس اہم خطرہ کو مٹا دیں کہ فرانس کا حملہ ہم پر اچھے موقع سے ہوگا۔ جب کہ ہم کہیں اور پیچیدگیوں میں اُلجھے ہوئے ہونگے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری بین الاقوامی پالیسی میں کسی اور کا ہاتھ نہو تو کسی نہ کسی طرح فرانس سے حساب کتاب برابر کر لیا جائے۔ یہ صحیح جرمن پالیسی کی سب سے اوّل اور سب سے اعلیٰ شرط ہے۔ اور چونکہ فرانس کی دشمنی ہمیشہ کے لیے امنی نامۂ پیام وسلام کو دور نہیں کرسکتی۔ اس لیے اس معاملہ کا تصفیہ ہتھیاروں سے ہو سکتا ہے۔ فرانس کی ایسی سرکوبی کی جائے کہ پھر کبھی ہمارا راستہ نہ کاٹ سکے۔

اور یہ کہ ایسے ذرائع سوچنے چاہییں جس سے ہمارے اتحادیوں کی سیاسی قوت مضبوط ہو آسٹریا کے تحفظ کی مستعدی کا اعلان کرکے ہم نے اُس کے لیے تو امنی پالیسی پر عمل درآمد شروع کردیا ہے۔ اور اگر ضرورت ہوئی تو ہمارے ڈینیوبی اتحادی کے بوسنیا و ہرزیگونا کے آخری الحاق کے متعلق ہیں جنگی مداخلت سے بھی باک نہو گا۔ اٹلی کے ساتھ بھی ہماری پالیسی اسی انداز کی ہونی چاہیے بالخصوص جب فرانسوی جرمن جنگ مین ہم کو اُس کے ساتھ کوئی وقیع سلوک کرنے کا موقع ملے ٹرکی کی بھی ہر صورت سے مدد کرنا ایسی ہی اچھی پالیسی ہے جس کے اتحاد ثلاثہ کے لیے مفید ہونے پر بحث ہو چکی ہے۔ لہذا ہمارے سیاسی فرائض پیچیدہ ہیں اور ٹرکی اٹالوی جنگ مین اوّل

بس اتنا ہی ہم کر سکتے ہیں کہ ثالث کی حیثیت سے دورڈالیس اور جزیرہ نمائے بلقان میں
اس جنگ کو نہ آنے دیں۔ اِس وقت یہ فیصلہ نہیں ہوسکتا کہ اور مداخلت کی ضرورت ہوگی
یا نہیں آخر میں یورپ کے اندر اپنی حیثیت کے متعلق یہ ہو کہ ہم (میری رائے میں) اپنے
سیاسی اثر کی توسیع اپنی پالسی کی راستی ومضبوطی سے اپنے کمزور تر ہمسایوں میں اس یقین کی
تحریک سے کر سکتے ہیں کہ انکی خود مختاری واغراض جرمنی کے ساتھ وابستہ ہیں اوران اغراض
اورخود مختاری کا تحفظ جرمن اسلحہ کے سایہ میں بطریق اولی ہوسکتا ہو۔ آخر میں اس یقین کی وجہ
سے اتحاد ثلاثہ وسطی یورپ میں اتحاد کی وسعت اختیار کرلیگا۔ وسطی یورپ میں اس ذریعہ سے
ہماری فوجی طاقت بہت بڑھ جائیگی۔ اور بحالت جنگ ہمارے علاقوں کی غیر معمولی طور پر
ناموافق جغرافیائی حالت ضرور بہتر ہوجائے گی۔ ایسے میل سے قدرتی اتحاد اغراض کا اظہار
ہوگا۔ نہ صرف اُن اغراض کا جو جغرافیائی اور قدرتی حالتوں پر مبنی ہیں بلکہ سیاسی اغراض کے
اشتراک کا بھی یقین ہو جائیگا۔ ہکو اپنے نوآبادیانہ علاقہ کی توسیع کے لیے اور ذرائع سے بھی کام لینا
چاہیے۔ تاکہ ہماری کثرت آبادی کو جگہ مل سکے۔ حال ہی کے واقعات سے ظاہر ہوا ہو کہ خط استوائی
آفریقیہ میں بغیر جنگ کے اضلاع مل سکتے ہیں۔ پرتگال کے مالی یا سیاسی انہدام سے ہکو پرتگالی
نوآبادیوں کے کچھ حصہ پر قبضہ کرنے کا موقع ملیگا۔ ہمارا خیال ہو کہ انگلستان اور جرمنی میں پرتگالی
نوآبادیوں کی تقسیم کے متعلق کچھ بات چیت ہوگئی ہو۔ اگرچہ اسکا ابتک کبھی اعلان نہیں ہوا ہو
اگر ایسا کوئی معاہدہ ہو بھی تو ہمیں اُمید نہیں کہ موقع پر انگلستان ایمانداری کے ساتھ اُسپر
عمل کرے۔ اُسکے لیے اِسکو حرف غلط کی طرح مٹادینے کے وسائل فراہم ہوجائیں گے۔
یہ بھی اکثر لوگوں کا خیال ہو جسکی دیگر حلقوں میں تردید کیجاتی ہو کہ برطانیہ عظمی نے پرتگالی آبادیوں
کی تقسیم کے متعلق معاہدہ کرنے کے بعد ایک خاص عہدنامہ کے ذریعہ سے پرتگال کو اطمینان
دلایا ہو کہ اُسکی کل آبادیاں اُسکے اپنے قبضہ میں رہینگی۔

اسکے علاوہ اور تدابیر بھی سوچی جاسکتی ہیں جن سے ہمارے افریقائی علاقہ میں توسیع
ہوسکے۔ ان پر زیادہ تفصیل کے ساتھ بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہو۔ یہ ترکیبیں بشرط ضرورت
ایک کامیاب یورپین جنگ کا نتیجہ ہونگی۔ علاقہ کی ان کل ممکن تحصیلات میں یہ بات اچھی طرح

یاد رہے کہ ہمکو ایسے مقاموں کی ضرورت ہی جن کی آب وہوا نوآباد جرمنوں کے مزاج کے موافق ہو
وسطی افریقہ میں بھی ایسے قطعات ہیں جو جرمن کسانوں اور مویشی پالنے والوں کے لیے موزوں
ہیں۔ اور ہماری کچھ فاضل آبادی کا رخ ان اطراف کی طرف پھیرا جا سکتا ہی۔ مگر بالعموم صرف
معتدل گرم نوآبادیوں میں ہمارے حرفتی مال کے لیے بازار اور مزروعہ آراضی کے وسیع
قطعات خام مال کی کاشت کے لیے جنکی حرفتوں کے واسطے ضرورت ہی مل سکتے ہیں۔ یہ بذاتِ
خود بڑا نفع ہی مگر اصلی نوآبادیت کیواسطے آراضی حاصل کرنے کی فرضیت سے ہم سبکدوش نہیں ہو سکتے
ہماری فاضل آبادی کے کچھ حصے کو باعتبار حالات موجودہ تلاش معاش کے لیے ہمیشہ حدود
سلطنت جرمنی کے باہر جانا پڑا کرے گا۔ ایسی تدابیر عمل میں لائی جائیں کہ جرمن عنصر دنیا میں متفرق
نہ ہو۔ بلکہ ٹھوس طور پر مجتمع رہے اور غیر ممالک میں بھی ہمارے لیے سیاسی مرکز۔ مرکز بازار
برآمد ونیز مرکزِ اشاعتِ تہذیب بن سکے۔

ہمارے لیے ایک زوردار نوآبادیانہ پالسی کی اشد ضرورت ہی اکثروں کا قول ہے کہ
تجارت کی پالسی ہماری نوآبادیوں کی کمی کو پورا کر سکتی اور ہمارے آیندہ پروگرام میں مدد دیسکتی
ہے۔ اس لیے کہ ہماری پالسی کافی نوآبادیانہ نہیں ہی۔ یہ خیال صرف ایک اعتبار سے جائز
ٹھہر سکتا ہی۔ اول تو اس پالسی کی روسے ہماری فاضل آبادی کو اپنے علاقہ میں جگہ نہیں ملتی۔
دوسرے اس سے آزاد و غیر محدود مقابلہ کا اطمینان نہیں ہوتا۔ اس کی رُوسے کل تجارتی قوموں
کو مساوی محصولات ادا کرنے ہوتے ہیں۔ مگر اس سے مقابلہ مساوی حالتوں میں کسی طرح
حاصل نہیں ہوتا۔ برخلاف ازین اس ملک کی سیاسی قوت تجارتی تعلقات میں فیصلہ کن جزو
ہوتی ہے۔ آزاد تجارت کا اصول ہر جگہ جاری ہی۔ مصر میں منچوریا میں، کانگو میں، مراکش میں
اور ہر جگہ تجارت اس سلطنت کے ہاتھ میں ہی جس کو سیاسی غلبہ ہی۔ مثلاً منچوریا میں جاپان کے مصر
میں انگلستان کے۔ کانگو میں بلجیم کے۔ اور مراکش میں فرانس کے ہاتھ میں ہی۔ اسکی وجہ ظاہر ہے
کل سلطنتی مراعات قدرتی طور پر اس سلطنت کے حصے میں آتے ہیں جو عملاً غالب ہو۔ اس کی
بنائی ہوئی چیزیں کل لوگ خریدتے ہیں جو اس سلطنت سے ماتحتی کا تعلق رکھتے ہیں۔ بلا لحاظ
اس امر کے کہ پسندیدہ مال کے تخفیفِ محصول و دیگر فائدوں سے آزاد تجارت کی مراعات

مختلف طرح پر نظر انداز کی جا سکتی ہیں۔ آزاد تجارت کی پالسی ایک قسم کی حکمت عملی اور ایک قومی، نو آبادیانہ پالسی کا تتمہ ہے۔ ملک کے لیے ضروری ہو کہ اُسکی اپنی نو آبادیاں ہوں اور اُن دوائرمین جہاں اُس کے بازار ہیں غالب سیاسی اثر چاہیے۔ ہماری جرمن عالمگیر پالسی کے دستور العمل میں یہ باتیں قابل لحاظ ہیں۔

ایسی سیاسی تدابیر کا عملدرآمد یقیناً روایتی یوروپین پالسی کے پُرانے خیالات اور ملے ہوئے حقوق سے ٹکرا جائے گا۔ اوّل تو توازنِ دولی کا اصول یوروپ میں بالکل نظر انداز کر دینا چاہیے جو دائنہ کانگرس کے زمانہ سے مقدس سمجھا جاتا رہا ہو اگرچہ بالکل ناجائز ہو۔

توازنِ دولی کا خیال بتدریج اِس ادراک سے بڑھا کہ سلطنتیں ایک دوسرے کی روک کے لیے مِل جل کر کام کرنے کے واسطے ہیں۔ عیسائیت جو انسان کو حدود سلطنت کے پار ایک اعلیٰ ترین قسم کی شہریت کی طرف رہنما کرتی ہو اور بین الاقوامی قانون کی بنا ہو۔ اُس نے اِس اعتبار سے بڑا اثر ڈالا ہو۔ عملی اغراض نے توازن دول کو بڑی تقویت پہونچائی ہو جب یہ سمجھا گیا کہ سلطنت قوت ہو اور یہ کہ باعتبار نوعیت خود سلطنت کو اپنی قوت وسیع کرنا چاہیے تو سمجھا گیا کہ توازن ہیں ایک قسم کی ضمانتِ امن ہو۔ رفتہ رفتہ یہ اعتقاد قائم ہو گیا کہ اگر کوئی سلطنت دیگر سلطنتوں کے ساتھ سیاسی و تجارتی تعلقات قائم کرے تو اِس سلطنت کے اغراض کو دوسری سلطنتوں کے اغراض سے تعلق قریبہ ہو جاتا ہو اور اِس سلطنت کو ایک طرح کا معاہدہ اُن سے کرنا لازم ہو اِس طرح سے یوروپ میں نظامی سلطنت کا خیال پیدا ہوا جس کو نپولین کے زوال کے بعد پانچ دول عظمیٰ انگلستان، فرانس، روس، آسٹریا، و پروشیا نے ترکیب دیا۔ آخر الذکر نے بزور شمشیر اوّل قطار میں جگہ لی ۱۸۶۶ء میں چھٹا اٹلی اُس نظامی سلطنت میں داخل ہوا۔

ایسے نظام کی تائید میں نہیں کہا جا سکتا کہ وہ قوموں کے درمیان قریبی مساوات قائم رکھ سکتا ہے" ہر طرح کے اصول کا انحصار عمل پر ہوتا ہو اور حقیقی مساوات یعنی قوت کی اصلی برابری امر مسلمہ ہوتی ہو" یہ حالت اقوام یوروپ کی نہیں ہے۔

انگلستان بہ نفس نفیس سمندر کا حاکم ہو اور ساڑھے چھ کرور جرمن نفوس قوت کے اُس درجہ پر گرنا گوارا نہین کر سکتے جس درجہ پر چار کروڑ فرانسیسی ہیں۔ حقیقی مساوات قائم کرنے کی

کوشش بذریعہ خاص اتحادوں کے کی گئی ہی۔ اِس سے صرف ایک نتیجہ حاصل ہوا ہے ۔
یعنی اقوام کی آزادانہ ترقی کی روک بالعموم اور جرمنی کی بالخصوص۔ یہ غیر صحیح حالت ہے۔ اب
یوروپین مساوات قوت کو ایسی حالت نہیں کہہ سکتے جو موجودہ صورت معاملات کے مطابق ہو
جو قابل افسوس نتائج اُس کے ہوسکتے ہیں یہ ہیں کہ یوروپین سلطنتوں کی فوجیں ایک دوسرے
کے مقابلے میں بیکار ہوجائیں اور اُن سیاسی قوتوں کی تدابیر کو مدد دے جو اِس دل فریب اثر
سے خارج ہیں۔ انگلستان کی پالسی ہمیشہ یہ رہی ہے کہ یوروپین سلطنتوں کو آپس میں لڑائے اور انکو
تقریبًا قوت کے ایک ہی درجہ پر رکھے تاکہ خود بلا روک ٹوک بغیر رقابت سمندروں اور دنیا کی
شاہنشاہی کو مسخر کرے۔ ہمکو مساوات کے ایسے خیالات دماغ سے نکال دینا چاہییں۔ موجودہ
مسخ حالت میں وہ ہمارے وقیع اغراض کے خلاف ہیں۔ نظام سلطنت کا خیال جس کے اغراض
تہذیب میں مشترک ہوں واقعی نہیں چھوڑنا چاہیے۔ مگر اسکی توسیع جدید اور زیادہ منصفانہ بنیاد پر کرنا
لازم ہے۔ اب یہ سوال نظام سلطنت ہائے یورپ کا نہیں بلکہ روے زمین کی کل سلطنتوں کا ہے جسمیں
مساوات قوت کے حقیقی اجزا پر قائم کیجاتی ہے۔ اِس نظام میں ہمکو اپنی مستحق جگہ وسطی یوروپین سلطنتوں
کے اتحاد کے اوپر لینے کی کوشش کرنا چاہیے اور اِس صورت سے کسی نہ کسی طرح فرضی یوروپین
مساوات کو گھٹا کر اُسکی اصلی حالت پر لے آئیں اور اسی مناسبت سے اپنی قوت کو بڑھائیں ۔

ایک اور سوال جو موجودہ سیاسی حالت سے پیدا ہوتا ہے یہ ہے کہ کل سیاسی معاہدات جو
پچھلی صدی کے شروع میں کئے گئے تھے اب سے بالکل الگ صورتوں میں اور درحقیقت ترکیب
سلطنت کے مختلف تصوّر سے قابل پابندی ہوسکتے ہیں یا ہونا چاہییں۔ جب بلجیم کی غیر جانبداری
کا اعلان کیا گیا تھا کسی کو گمان بھی نہ تھا کہ وہ افریقہ کے ایک بڑے اور قیمتی قطعہ کا مدعی ہوگا
سوال ہوسکتا ہے کہ کیا ایسے علاقہ کی تحصیل فی نفس الامر متناقض غیر جانبداری نہیں ہے ۔ ایسی
سلطنت کو جو جنگ کے ہر خطرہ سے محفوظ ہوگئی ہے کوئی حق نہیں کہ دیگر سلطنتوں کے ساتھ
سیاسی مقابلہ کے میدان میں قدم رکھے۔ اِس لیے یہ دلیل اور بھی زیادہ معقول ہے کیونکہ ہم فرض کرسکتے
ہیں کہ اگر جرمنی انگلستان اور فرانس کے مقابلہ میں لڑا تو آخرالذکر دو سلطنتیں بلجیم میں اپنی فوجیں جمع
کرنے کی کوشش کرینگی۔ آخر میں کانگو کی غیر جانب داری کو نہایت مشکوک کہا جاسکتا ہے

کیونکہ بلجیم اُسے کسی جانب دار ملک کو بخشدہ سینے یا اُس کے ہاتھ بیع کردینے کا حق رکھتا ہے مستقل غیر جانبداری کا تصور سلطنت کی اصلی نوعیت کے بالکل خلاف ہے۔ سلطنت اپنے اعلیٰ تریں اخلاقی مقاصد دیگر سلطنتوں کے مقابلہ ہی سے حاصل کرسکتی ہے۔ اُسکی کُل ترقی ایسے مقابلہ کی مقتضی ہے۔

علاوہ اس کے یہ اصول کہ کوئی سلطنت دیگر سلطنت کے اندرونی معاملات میں دخل نہ دے سلطنت کے اعلیٰ تریں حقوق کے خلاف ہے۔ اِس اصول کی مختلف تاویلیں کیجاتی ہیں۔ اور زبردست سلطنتیں چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کے اندرونی معاملات میں جابرانہ مداخلت سے کبھی باز نہیں رہی ہیں انگلستان ہی نے حال میں جرمنی کے نجکے معاملات میں ہماری بحری تیاریوں کے متعلق مداخلت کرنے کی کوشش کی، اگو ضابطہ میں یا حکمت عملی کے طریقے پر نہ سہی مگر کی ضرور۔ اگرچہ بین الاقوامی رسم کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ مساوی نظام کی دو سلطنتوں میں خانگی معاملات میں عدم مداخلت کی سختی سے پابندی کی جائیگی۔ اِس اصول کو غیر مشروط طور پر ماننا اور اس کا سیاسی تعلقات پر عاید کرنا سخت دشواریوں پر حاوی ہے یہ آزاد فرقہ کا اصول ہے جس کا وعظ فرانس میں ۱۸۳۰ء میں دیا گیا تھا اور جس سے لارڈ پالمرسٹن کی انگریزی وزارت نے اپنے اغراض کے لیے کام لیا۔ غیر محدود مداخلت کا اصول بھی جس کا اعلان ۱۸۲۰ء میں مقدس اتحاد کی سلطنتوں نے ٹراپاؤ میں کیا تھا اسی قدر غلط ہے۔ بین الاقوامی سیاسیات کے لیے کوئی مقررہ اصول قائم نہیں کیے جاسکتے۔

آخر میں سلطنتوں کے باہمی تعلقات افراد کے تعلقات ہیں اور جس طرح کہ کوئی فرد اپنے معاملات میں مداخلت جائز نہیں رکھ سکتا۔ اسی طرح لازمی طور پر سلطنت کو بھی یہ حق حاصل ہے مگر فرد کے سر پر سلطنت کا زور ہے۔ جو شہریوں کے تعلقات باہمی کو گرفت میں رکھتا ہے۔ مگر سلطنت پر کسی کا زور نہیں ہے۔ وہ شاہنشاہ ہے اور اِس کو خود اس بات کا فیصلہ کرنا چاہیے آیا دوسری سلطنت کی اندرونی حالتیں یا تدابیر اُس کے وجود یا اغراض کے لیے مضر ہیں یا نہیں لہذا اگر واقعات مقتضی ہیں تو کسی حالت میں کسی سلطنت کو دیگر سلطنتوں کے معاملات میں مداخلت کے حق کو ترک کرنا نہ چاہیے۔ ایسی صورتیں پیش آسکتی ہیں کہ کسی وقت میں

فریقانہ تنازعات یا ہمسایہ ملک کی تیاریاں کسی سلطنت کے وجود کے لیے باعث خوف و خطر ہو جائیں تو بس اتنا ہی کہ ہر ایک سلطنت دیگر سلطنت کے اندرونی معاملات میں اپنی ہی ذمہ داری پر مداخلت کرتی ہے۔ اور تجربہ بتلاتا ہے کہ یہ مداخلت کس قدر سخت مضر ہو سکتی ہے!! برخلاف ازیں یہ یاد رہے کہ عدم مداخلت سے جو خطرات پیدا ہو سکتے ہیں بعض اوقات اور بھی زیادہ سخت ہوتے ہیں اور یہ کہ اِس کل مباحثہ کا موضوع بین الاقوامی حق نہیں بلکہ صرف قوت اور مصلحت ہے

میں نے اِس بین الاقوامی پالسی کے معاملات پر تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے کیونکہ اُن حالتوں کی وجہ سے جو عنقریب پیش آنے والی ہیں۔ ان معاملات کا ہمارے سیاسی حوصلوں کے پورا ہونے پر بڑا اثر ہو سکتا ہے اور ان سے مخالفانہ پیچیدگیاں پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ پھر یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ اپنی آزادی فعل میں ہم اُن مصالح کے شکنجہ میں نہ پھنسیں جو کسی خلقی قیاسی ضرورت سے معرا ہوں یا جن کا دارومدار محض سیاسی مصلحت پر ہو اور جو ہم پر فرض نہوں۔ ایسی کل حالتوں میں ہمیں اِس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ ہم کو دنیاوی حیثیت کے واسطے کسی صورت میں لڑنے سے مفر نہیں ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ نہیں کہ جبتک ممکن ہو جنگ کو معرض التوا میں ڈالا جائے بلکہ یہ کہ نہایت ممکن الوجود موافق حالتوں میں اُس کو وقوع میں لایا جاوے۔ فریڈرک اعظم نے ۳ جولائی ۱۷۶۱ء کو پٹ (Pitt) کو یہ لکھ کر بھیجا تھا کہ

"کوئی شخص جسمیں ذرہ بھر بھی سمجھ ہے اپنی تباہی کے لیے دشمنوں کو تیاریوں کی مہلت نہ دیگا بلکہ سبقت سے فائدہ اُٹھا کر اپنی حالت کو اچھا کرے گا۔"

اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس مستعد اور با اثر پالسی کی اسپرٹ سے کام کریں۔ جو ہمارے بڑے بڑے دلاورانِ ماضیہ کا دستور العمل رہی ہے تو ہمیں اپنی قوتوں کو ایک مرکز پر لانے کا سبق سیکھنا چاہیے نہ کہ اُن کو بعید المرکز کوششوں میں پھیلانے کا۔ جہاں تک جرمن تاریخ سے پتہ چلتا ہے جرمن قوم کی سیاسی و قومی ترقی کے لیے اُس کی نوعیت کے موروثی نقائص بڑی روک ثابت ہوتے ہیں یعنی الگ الگ قوموں اور سلطنتوں کی خصوصیت۔ فریقوں کی اصولی خود رائی۔ بوجہ نہ ادراک سیاسی وحب الوطنی عظیم الشان قومی مقاصد پر ذاتی اغراض کو قربان کرنے کی ناقابلیت سخت پستی خیالات مروجہ۔ حتیٰ کہ آج کل بھی یہ دیکھکر صدمہ ہوتا ہے کہ جرمن قوم اپنی قوتوں کو بیکار

آپس کے جھگڑوں میں ضائع کرتی ہے۔

ہمارا پہلا اور روشن ترین اخلاقی و سیاسی فرض یہ ہے کہ ان موروثی نقائص کو دبائیں اور اپنی قوت کی صحیح اور مضبوط بنیاد قائم کریں۔ اس سے انکار نہ ہونا چاہیے کہ دماغی و معاشرتی زندگی کے مختلف اقسام کی وجہ سے جو جرمن قوم اور سیاسی نظام مختلفہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ ہم کو بیش قیمت موقعے حاصل ہیں۔ اُن کی بدولت سائینس، ہنر۔ دستکاری و اعلیٰ روحانی و مادّی طرز زندگی کی روز افزوں ترقی کے لیے بیشمار ذرائع میسر ہیں مگر ان حالتوں کے عکس کو روکنا چاہیے اور اس کثرت اقسام و تقابل کو سیاسیات کی طرف منتقل کر دیا جائے۔

سب سے مقدم یہ ہے کہ ہمیں ان مجالس کو مضبوط و مستحکم کرنا چاہیے جو جرمن طبیعت کی بعید المرکز قوتوں کو توڑ کر ایک مرکز پر لائیں۔ یعنی ہمارے ملک کا برّی و بحری مشترکہ نظام تحفظ جسمیں کل فریقانہ احساس اور ایک قومی قوی سلطنت محو ہے۔

کوئی قوم جرمن قوم سے زیادہ اپنی قسمت کی رہنمائی کے لیے ناقابل نہیں ہے۔ کسی قوم کے لیے رواجی آزادانہ نمونہ اس قدر ناموزوں نہیں ہے جتنا ہمارے لیے پارلیمنٹ پر سرسری نظر ڈالنے سے آج کل اس اعتقاد کا کامل ثبوت ملتا ہے۔ اور یہ اعتقاد ہم نے جرمن تاریخ کو پڑھ کر مجبوراً قائم کیا ہے۔

جرمن قوم میں ہمیشہ سے مشترکہ فائدہ کے لیے کارہائے عظیم کی صلاحیت نہیں رہی ہے سوائے اس کے کہ اس پر خارجی حالتوں کا ناممکن الدفاع دباؤ پڑے جیسا کہ ۱۸۱۳ء کی بغاوت میں ہوا تھا۔ یا زبردست شخصوں کی سرکردگی میں جن کو عوام الناس کے جوش کا مشتعل کرنا۔ جرمن اسپرٹ کو انتہا درجہ کا بھڑکانا۔ قومیت کا خیال تازہ کرنا اور مخالف حوصلوں کو ایک مرکز اور اتحاد میں لانا آتا ہے۔

اس لیے ہم کو یہ لحاظ رکھنا چاہیے کہ ایسے لوگوں کو اطمینان اور آزادی کے ساتھ کام کرنیکا موقع ملے۔ تاکہ وہ ہماری قوم کے توسل سے اور اسکے لیے بڑے مقاصد میں کامیاب ہوں۔

ان حدود کے اندر یہ جرمن قومی طبائع کے خلاف نہیں ہے کہ کسی شخص مخصوص کو روحانی سائنٹفک اور صنعتی مقاصد کی کل افرادی قوتوں اور قابلیتوں کی پوری ترقی کے لیے اختیار کامل

دیدیا جاوے "سلطنت کی کوششوں کی توسیع فائدہ رساں اور عاقلانہ کام ہے بشرطیکہ اس سے آزاد و سمجھدار لوگوں کی خود مختاری کو تحریک ترقی و پاکیزگی حاصل ہو۔ یہ توسیع مصیبت ہے اگر اُس سے آزاد لوگوں کی خود مختاری ہلاک ہو جائے یا اُس کی ترقی روکی جائے" کسی فرد کی یہ خود مختاری حدود اغراض سلطنت کے اندر مرکزی قوت کی وسیع توسیع کا ضروری تتمہ ہے اور اُس سے ہماری کل سوشل حالتوں کی آزادانہ ترقی کے لیے یقینی طور پر فراخ میدان ملجاتا ہے۔

مندرجہ بالا قوت کی متفقہ خواہش ہم کو اپنی قوم میں پیدا کرنا چاہیے۔ مع اس عزم کے کہ رفاہ عام کی خاطر حب الوطنی کی قربان گاہ پر نہ صرف جان و مال فدا کر دینگے بلکہ ذاتی رائیں اور ترجیحات بھی۔ تب ہی ہم اپنے فرائض مستقبل کا حق ادا کرینگے۔ بڑھ کر دولت عالم بنیں گے۔ اور انسانوں کے غالب حصہ پر جرمن اسپرٹ کی مُہر لگائیں گے۔ برخلاف ازیں اگر ہم قوت کی اُس تفریق پر اڑے رہیں گے جو ہماری سیاسی زندگی کی نشانی ہے تو اس بات کا سخت اندیشہ ہے کہ اقوام کے بڑے مجادلہ میں جسکا مقابلہ ہمارے لیے ناگزیر ہے ہم کو شکست فاش ہوگی اور یہ سمجھا جائے گا کہ ہمارے لیے مصیبت کے دن آگئے ہیں اور پھر شاعر کے وہ تعزیتی الفاظ سُننے میں آئیں گے جو تنزل سابق کے ایام میں سُنتے تھے۔

"اے جرمنی تیرے شاہ بلوط کے درخت ابھی تک سر اُٹھائے کھڑے ہیں مگر اے جلیل القدر سرزمین تیرا سر زمین سے لگ گیا"

جرمنی کے ذمہ عظیم الشان قومی و تواریخی فرائض پالسی وتربیت کی انجام دہی ہے اور
اُسکی آیندہ ترقی کی راہ میں خوفناک خصومتیں حائل ہیں۔ یہ محسوس کرنے کے بعد ہم کو معلوم
ہوگا کہ ہماری موجودہ حیثیت کا قیام اور مستقبل کا حصول ناممکن ہے تاوقتیکہ ہتھیار
نہ اُٹھائے جائیں۔

جب ہم یہ بات جانتے ہیں کیونکہ ہر شخص کو جو منصفانہ نظر سے سیاسی حالت پر غور کرتا ہی
اُس کو جاننا چاہیے تو ہم سے توقع کی جاتی ہے کہ اس جنگ کے لیے جہاں تک ممکن ہو
اچھی طرح تیار رہوں۔ وہ زمانہ گذر گیا جب زمین پر لات مارنے سے فوج نکل آتی تھی یا
عوام الناس کو بھرتی کے لیے جنگ میں لیجاتے تھے۔ اگر یہ منظور ہی کہ ضرورت کے وقت
کام دیں تو آج کل کی فوجوں کی تیاری امن کے زمانہ میں ہونا چاہیے اور تیاری میں خفیف سے
خفیف باتوں پر بھی لحاظ کیا جائے۔

اگرچہ یہ بات معلوم ہی مگر قربانیاں جنکی جنگی تیاریوں کے لیے ضرورت ہے اب ایسی
خوشی سے نہیں کیجاتیں جنکی کہ موقع کی اہمیت متقاضی ہی۔ ہماری پارلیمنٹ میں ہر قومی تجویز
پر سخت مباحثہ ہوتا ہی اور اکثر نہایت پست فطرتی کے ساتھ۔ اور کوئی شخص نہیں سمجھتا کہ
ناکامیاب جنگ سے ہماری قوم مالی مصیبت میں پھنس جائیگی جس کے مقابلہ میں گراں سے
گراں مصارف فوج (اور یہ زیادہ تر پھر ملک کے خزانہ میں واپس آجاتے ہیں) کوئی
حقیقت نہیں رکھتی۔ برخلاف اس کے فیروزمند جنگ سے فاتح کو بیشمار فوائد حاصل ہوتے ہیں

اور جیسا ہماری پچھلی جنگوں نے بتا دیا ہے اُس سے مالی ترقی کے لیے ایک نیا راستہ نکل آتا ہے۔

اکثر لوگ اس بات کو بھولے ہوئے ہیں کہ فوجی خدمت اور اسلحہ برداری کا قومی ذریعہ بذات خود ہماری قوم کے لیے اعلیٰ اخلاقی نفع ہو اور ان سے محنت کی قوت اور قابلیت میں ترقی ہوتی ہو۔ نہ یہ بات نظرانداز کیجا سکتی ہے کہ سوائے مالی فرائض کے کسی قوم کے ذمے کوئی اور فرائض بھی ہیں۔ میں اس مسئلہ پر بحث کرنا چاہتا ہوں کہ اُس بڑے تاریخی نازک موقع کے لیے جو ہمیں ہی جنگ کے واسطے کس قسم کی اور کتنی تیاری کی ضرورت ہو مگر اول عام طور پر جنگ کی تیاریوں کی اہمیت پر بحث کرنا مفید ہوگا مگر خالص فوجی پہلو سے اتنا نہیں جتنا سوشل وسیاسی پہلو سے۔ اس صورت سے ہم اُس اعتقاد کو راسخ کر دیں گے کہ ہم اس سے بہتر خدمت ملک کے حقیقی اغراض کی نہیں کر سکتے کہ اُس کی فوجی صلاحیتوں کو ترقی دیں۔

تیاری جنگ کو دُہرا کام انجام دینا ہوتا ہو۔ اُسکا اول فرض قوم کی فوجی صلاحیتوں کو بطور سرمایۂ قومی قایم رکھنا اور جمع کرنا۔ اور دوسرا فرض انتظامات جنگ و فراہمی وسائل مطلوبہ ہو۔ قومی تحفظ کی یہ صلاحیت قومی ترقی میں بہت زیادہ سبق آموز ہو جس طرح سوشل مقابلہ میں میدان اُن لوگوں کے ہاتھ رہتا ہو جو اپنا تحفظ کر سکتے ہیں یعنی اُن کے جو دماغی حیثیت سے کیل کانٹے سے خوب درست ہوتے ہیں اور جنگ سے ہچکتے نہیں بلکہ آخر دم تک اطمینان و تیقن فتح کے ساتھ لڑتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس قوموں اور سلطنتوں کی رقابت میں فتح اُس قوم کو نصیب ہوتی ہو جو اپنا تحفظ کر سکتی ہو جو میدان جنگ میں بے جھجک داخل ہوتی ہے اور کامیابی کے ساتھ تلوار چلانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

فوجی خدمت سے قوموں کی صرف جنگی تعلیم ہی نہیں ہوتی بلکہ اُس سے امنی مصروفیتوں کے لیے دماغی و اخلاقی اوصاف کو بھی ترقی ہوتی ہو۔ اُس سے انسان کو اپنے جسم پر پورے قابو اور اپنے پٹھوں کی مشق اور ترقی کی تعلیم ہوتی ہو۔ اُس سے دماغی قویٰ اُس کی خود اعتمادی مستعدی قوت فیصلہ بڑھتی ہو۔ اُس سے وہ ایک مشترکہ مقصد کے حکم و ماتحتی کا عادی ہو جاتا ہو اُس سے اُسکی خودداری و جوانمردی کا پایہ بلند ہوتا ہے اور اُس صورت سے اُس میں

ہر قسم کے کام کی گنجائش پیدا ہوتی ہے۔

یہ بالکل بگڑا ہوا خیال ہے کہ جو زمانہ فوجی خدمت میں گذارا جاتا ہے اُس سے مالی زندگی کی وہ قوتیں زائل ہو جاتی ہیں جن سے کوئی اور موزوں تر و مفید تر کام لیا جا سکتا تھا۔ یہ قوتیں مالی زندگی سے سلب نہیں کیجاتیں بلکہ مالی زندگی کے لیے تربیت پاتی ہیں۔ فوجی تربیت سے دماغی و اخلاقی قوتیں پیدا ہوتی ہیں جن سے صرف شدہ وقت کا بھاری معاوضہ ملجاتا ہے اور زندگی کے بعد جنکی حقیقی قیمت ہوتی ہے۔ لہذا سلطنت کا اخلاقی فرض ہے کہ ملک جتنے لوگوں کو ممکن ہو ہتھیاروں کا استعمال سکھائے نہ صرف جنگ کے خیال سے بلکہ اس غرض سے کہ لوگ فوجی خدمت کے فوائد سے بہرہ یاب ہوسکیں اور اپنی جسمانی اخلاقی و دماغی قابلیتوں میں ترقی کر سکیں۔ جو روپیہ سلطنت فوجی تربیت پر صرف کرتی ہے وہ صاف طور سے سوشل مقاصد کا خرچ ہے۔ اس روپیہ سے سوشل اور تعلیمی مقاصد پورے ہوتے ہیں اور وہ قوم کی روحانی و اخلاقی حالت کو بلند پایہ پر پہونچاتا ہے۔ فوجی تربیت سے اس طور پر بمقابلہ جر ثقیل حرفت و تجارت تہذیب کے اعلیٰ ترین مقاصد کو براہ راست زیادہ مدد ملتی ہے یہ چیزیں یا قومی معاش و قومی دولت کو بڑھا کر یقیناً تربیت کے مادی فرائض انجام دیتی ہیں مگر اپنے ساتھ بہت سے خطرے بھی لگالاتی ہیں۔ مثلاً تفریح کی لت اور تعیش کا میلان اور اس طرح سے قوم کے اخلاقی اور ترقی پذیر ریشوں کو کمزور کردیتی ہیں بحیثیت آلۂ تعلیم فوجی خدمت کا وہی مرتبہ ہے جو اسکول کا اور جیسا کسی آیندہ باب میں بتایا جائیگا وہ ایک دوسرے کی تکمیل و مدد کے لیے ہیں۔ مگر وہ قوم جو خوشی سے اسکول اور فوجی خدمت کے فرائض اور قربانیاں برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں گویا اُس نے دنیا میں سلامت رہنے کا ارادہ چھوڑ دیا اور وہ یکطرفہ اور مٹجانے والے مادی منافع پر اُن مقاصد کو تصدق کرتی ہے جو اعلےٰ ہیں اور جن سے اُس کا مستقبل متیقن ہوتا ہے۔ لہذا ہر سلطنت کو لازم ہے جسے تہذیب اور سوسائٹی کے فرائض کا ادراک ہے کہ کل ایسے میلانوں کا بیرحمی کے ساتھ قلع قمع کرے جو قوت دفاعی کی پوری ترقی کی دشمن ہیں۔ جس طریقہ سے کہ اس دفاعی قوت کا قیام اور ترقی عمل کا جامہ پہن سکتی ہے۔ اُس کے متعدد اقسام ہیں زیادہ تر اُس کا انحصار قومی زندگی کے

کیفیات جغرافیائی و پولیٹکل حالات و نیز تاریخ ماضیہ پر ہی اور اس وجہ سے اسکی جولانگاہ نہایت وسیع ہی۔

بہت سی غیر مہذب اقوام کی طرح بیونڈوں کی ریاستوں میں تربیت تقریباً بالکل علیحدہ پر چھوڑ دی گئی تھی ایک حد تک یہ کافی تھا کیونکہ طرز معاشرت نے استعمال اسلحہ اور زین سے اُن کو مانوس کر دیا تھا اور سخت ورزشوں کے وہ خوگر ہوگئے تھے۔ گر علی عمل درآمد اجتماع ماتحتی اور صف آرائی اس فوجی نظام سے حاصل نہیں ہوسکتے تھے اور عین وقوع جنگ میں اسکے مضر اثرات محسوس ہوئے سوئٹزرلینڈ اور دیگر سلطنتوں میں نظام ملیشیا (فوجی سپاہ) سے قومی تحفظ و امکانات سیاسی کی کوشش کی گئی ہی۔ بڑی یوروپین سلطنتیں مستقل فوجیں رکھتی ہیں جنمیں کل صحیح البدن شہریوں کو طویل یا قلیل زمانہ تک فوجی تربیت حاصل کرنا ہوتا ہے۔ بس ایک انگلستان ہی کا لشکر اُجرت پر ہی اور اس کے ساتھ نو آبادیوں کی فوج جنگی بھرتی والنٹیروں سے ہوتی ہی۔ اِن مختلف طریقوں سے مختلف مقداریں فوجی قابلیت کی حاصل ہوتی ہیں۔ گر بالعموم تجربہ نے بتلا دیا کہ یہ جنگی تربیت جس قدر مکمل اور سمجھ کے ساتھ ہو اُتنی ہی زیادہ سپاہیوں کے مطلوبہ فوجی اوصاف میں ترقی ہوگی۔ اور جس قدر یہ اوصاف طبیعت ثانی بنیں گے اُسی قدر زیادہ مکمل اُنکی جنگجویانہ قابلیت ہوگی۔ مخالف فوجی نظام پر نکتہ چینی کرتے وقت ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ بڑھنے والی تہذیب کے ساتھ مطلوبہ فوجی اوصاف ہمیشہ بدلتی رہتی ہیں۔ وہ فرائض جنگی توقع رومانے کے لشکر یا فریڈرک اعظم کے سپاہیوں سے کیجاتی تھی آج کل کے رائفل بردار یا سوار کے فرائض سے بالکل مختلف تھے فوجی خدمت کے جسمانی مناصب ہی نہیں بدل گئے ہیں بلکہ اُن اخلاقی اوصاف میں بھی جنکی توقع سپاہی سے کیجاتی ہی تغیر واقع ہوگیا ہی۔ یہ فرد سپاہی اور کل فوج کیلئے ایک ہی حکم رکھتا ہی جنگ کی نوعیت برابر بدل رہی ہی۔ قرن ہائے وسطیٰ یا اٹھارھویں صدی میں نسبتاً تھوڑی فوج سے لڑنا اور بات تھی مگر آج کل کی قومی ہیکل فوجوں سے سابقہ ہونا بالکل اور بات ہی۔ لہذا جنگ کی تیاری فوجی نیز سوشل معنی میں ایک اعلیٰ ترقی یافتہ زمانہ حال کی مہذب سلطنت کے اندر اُن ممالک کی بنیاد دوسے بالکل مختلف ہونا چاہیے۔ جو تہذیب میں نیچے درجہ پر ہیں اور جہاں معمولی معاشرت

میں فوجی عناصر بھرے ہوئے ہیں اور جنگ مقابلتاً سادے طور پر کیجاتی ہے۔

اُن قوموں پر جو نیم مہذب ہیں اور جنکا جنگی نظام درست نہیں ہے مہذب ممالک کی قوی فوقیت اِس منتخب فوجی قابلیت کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح سے جاپان نے تھوڑے زمانہ کے اندر مشرقی ایشیا میں اپنی فضیلت قائم کر لی۔ جو بیج میدانِ جنگ میں اُس نے بویا تھا اُس سے وہ اب اپنی ترقی کی فصل کاٹ رہا ہے اور فوجی قابلیت کی بیشمار اہمیت کا سوشل و تعلیمی پہلوؤں سے بھی ثبوت دے رہا ہے۔

خود ہمارے ملک نے فوجی قوتوں کو کام میں لا کر تربیت کا وہ درجہ حاصل کیا ہے۔ جو اسی ترقی کے طریقوں سے کبھی نصیب نہیں ہو سکتا تھا جب ہم نوعیتِ قابلیتِ فوجی کی تبدیلی پر غور کرتے ہیں تو ہم اپنے آپ کو ایسے میدان میں جہاں تحفظ قومی کے جسمانی و اخلاقی قیام کا سوشل فرض خود تیاری جنگ کے سیاسی فرض سے ہمکنار ہو پاتے ہیں۔

جنگ کی فوری تیاریوں کے متعلق بہت سے طرزِ عمل ممکن ہیں اور حقیقتاً موجود ہیں۔ اِسکا اظہار ابتدائی صورت میں فوجی نظام سے ہوتا ہے مگر دیگر مختلف طریقوں سے بھی ہو سکتا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ جدا جدا سلطنتیں جوش سنجیدگی اور کافی صرف سے (اپنے جغرافیائی مواقع۔ دیگر سلطنتوں کے تعلقات اور اپنے ہمسایوں کی جنگی قوت کے لحاظ سے نیز اپنے تاریخی دعاوی اور دنیا کی سیاسیات میں اپنی کم و بیش اہمیت کی بنا پر) اپنی جنگی تیاریاں کرتی ہیں جب ہم مہذب قوموں کی پیچیدہ ورفتارِ معاشرت کو دیکھتے ہیں اور ان کے مختلف مقاصد اور بے شمار جذبات پر غور کرتے ہیں تو ہم کو اس خیال سے اتفاق ہوتا ہے کہ اِن لحاظوں کا افواج کی کمی یا بیشی پر ہر جگہ اثر ہے۔ جنگ تحفظ پولیٹکل اغراض کے حصول اور اخلاقی جرأت کی پرورش کا ایک ذریعہ ہے۔ چنانچہ اگر انگلستان اپنی بحری فوج کو نہایت وقیع سمجھتا ہے تو اپنے جزیرائی موقع و وسیع بحری اغراض کے تحفظ کی وجہ سے اُسکی پالسی بالکل حق بجانب ہے۔ لیکن برخلاف اِن کے اگر انگلستان اپنی بری افواج اپنی نو آبادیوں کے تحفظ کے واسطے کسی بعید الخیال مخالفانہ حملہ کے دفاع یا کسی اتحادی سلطنت کو یورپ کی جنگ میں مدد دینے کیلیئے بڑھائے تو اُسکی وجہ عام سیاسی موقع بتا سکتا ہے۔ حقیقتاً انگلستان اپنے خلاف مرضی کبھی کل یورپ کی

جنگ میں مبتلا نہیں ہو سکتا۔

علیٰ ہذا القیاس سوئیٹزرلینڈ بھی جسکی جانبداری کا اعلان بذریعہ معاہدات سیاسی ہوا ہے۔ اور جو صرف حملہ ہونے کی حالت میں میدان میں آسکتا ہے۔ بجا طور پر فوجی خدمت کی سوشل اہمیت پر زور دیتا ہے۔ اور دفاع کی ایک ایسی اسکیم بنانا چاہتا ہے جسکا خاص منشا اُس حفاظت کا بڑھانا ہے جو اُس کو اپنے پہاڑوں سے حاصل ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ کا یہ خیال ٹھیک ہے کہ وہ بہت مختصر بری فوج رکھتی ہیں اور اپنی تمام طاقت بحری قوت کے بڑھانے میں صرف کرتی ہیں۔ کوئی اتنا قوی دشمن کبھی براعظم امریکہ میں پیدا نہیں ہو سکتا اُسکو کسی بڑی فوج کے حملے کا اندیشہ نہیں ہے۔ مگر اُن کو قابل یادگار بحری جنگوں کا زرد نسل کی قوموں سے ڈر ہے جنکو اُن کے مغربی کنارہ کے مقابل خوفناک قوت حاصل ہوگئی ہے اور ممکن ہے اپنے بڑے تجارتی حریف انگلستان سے بھی جس نے اکثر مراعات توڑئیے ہیں مگر کیا بعید ہے کہ انجام کار وہ اپنی حیثیت عالم کے لیے جنگ کرنے پر مجبور ہو جائے بحالیکہ بعض سلطنتوں میں قدرتاً اور جائز طور پر فوج محدود مقدار میں ہوتی ہے یہ بات سریع الفہم ہے کہ فرانس کو یورپ کی بڑی فوجی قوموں میں اپنا پورا احساس کرانے کے لیے ہر طرح کے زور لگانیکی ضرورت ہے۔ اُسکی پر شکوہ تاریخ ماضیہ نے اُسکے اندر بڑے سیاسی دعاوی کی پرورش کی ہے اور ان دعاوی کو وہ بغیر جنگ دل سے نہیں نکال سکتا اگرچہ اب وہ باعتبار آبادی و باعتبار اہمیت بین الاقوامی جائز نہیں ہیں۔ فرانس اس بات کی نمایاں مثال ہے کہ وہ اعلیٰ معیاروں کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیتا ہے اور اس بات کی بھی کہ وہ سیاسی و اخلاقی فرایض کا ایک شاندار تصور قایم کرتا ہے۔

دیگر سلطنتہائے یورپ مثلاً فرانس میں جنگی تیاریوں کا طریقہ اور حد خارجی و داخلی سیاسی حالات و دعاوی کے اعتبار سے ہوتا ہے اور انکا وہی ڈھنگ جو ضرورت کے اقتضاء سے اختیار کرنا پڑتا ہے اپنے لیے جائز ہوتا ہے سلطنت قومی و تہذیبی نقطۂ خیال سے ایک ٹھوس واحد چیز خیال کیجا سکتی ہے۔ انسانی تربیت کی ترقی میں اُس کے ذمہ عظیم الشان فرایض ہو سکتے ہیں اور اُسمیں اپنی خود مختاری کی حفاظت اپنے اغراض کا تحفظ اور خاص حالتوں میں باوجود مخالفت اقوام دیگر اپنے شاندار سیاسی اسکیموں کا بچاؤ ہوتا ہے کسی میں ممکن ہے کہ افرادی قومی زندگی کے حالات

نا تربیت نہوں و دان وسائل سے محروم ہو جو دفاع وقیام وجود سیاسی کے لیے ضروری ہیں تنہا مخالفت کے مقابلہ میں اپنا تحفظ نہ کرسکے - اِن دونوں سلطنتوں میں بڑا فرق ہے۔
آخر الذکر جیسی سلطنت کو ہمیشہ کم وبیش اپنے قوی تر ہمسایوں کی دوستی پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے خواہ وہ عام قانون کی رو سے پوری خود مختار ہو یا بین الاقوامی معاہدات سے اُسکی غیر جانبداری کا اعلان ہو گیا ہو۔ اگر ایک طرف سے اُس پر حملہ ہوگا تو دوسری طرف سے اُسکی مدد ملنے کی توقع ہے آیا یہ سلطنت بہ حیثیت سلطنت قائم رہے اور کن شرائط سے اِسکا انحصار آنیوالی جنگ پر اور اُس سیاسی حالت پر ہے جو اُس سے پیدا ہونے والی ہے اور یہ ایسی باتیں ہیں جو اُسکے دائرۂ اختیار سے بالکل خارج ہیں۔
اس صورت میں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ آیا ایسی سلطنت کو سیاستاً حق حاصل ہے کہ وہ امن کے زمانہ میں اپنے شہریوں سے بڑی سے بڑی فوجی کوششوں کی اور اُسی مناسبت سے بڑے مالی صرف کی طلبگار ہو جنگ میں اُسکی شرکت تو ضرور ہو گی۔ اور شاید وہ خود ہی مالِ غنیمت بنے پس اصولاً اُس کے لیے بہتر ہوگا کہ بڑی سے بڑی ممکن فوجی قوت فراہم کرے مگر اس سوال کا ایک اور پہلو ہے جو کم از کم قابل بحث ہے۔ ایسی سلطنت کی فوج اِسقدر قلیل ہو سکتی ہے کہ اس زمانہ کے لاکھوں کے مقابلہ میں وہ صفر ہو۔ برخلاف ازیں اگر کسی ایسی سلطنت میں کوئی معقول فوج ہو تو یہ بہتر ہوگا کہ کسی فیصلہ کن معرکہ آرائی کے لیے اُس کو آراستہ نہ کیا جائے بلکہ فوجی تیاری کے معاشرتی اغراض پیش نظر رکھ کر اصلی جنگ میں دفاعی پالسی جسکا منشاء وقت گذارنا ہو اختیار کیجائے۔ حتیٰ کہ مددگار اتحادی آجائیں جن پر آخر فیصلہ کا انحصار ہے۔ جس غرض کے لیے یہ فوج رکھی گئی ہے اگر اُس کا پورا کرنا مقصود ہے تو اس فوج کو خوب زبردست بنانا لازم ہے۔ یہ فوج ایسی ہو کہ متوقع اتحادیوں کو اُس کے پُرا خرا اضافہ سے دشمن پر یقینی فوقیت ہو جائے۔ اُس صورت میں اتحادیوں کو لا محالہ اس ماتحت سلطنت کے فوائد کا لحاظ کرنا لازم ہے۔ مقامی حالات۔ جغرافیائی موقع وقدرتی ملکی ساخت کے ساتھ اتحادیوں کی فوج کا اس سلطنت کے لشکر پر ایک خاص اثر ہوگا۔ جب یہ مختلف حالتیں ہیں تو یہی اُمید کیجا سکتی ہے کہ فوجی نظامات بھی نہایت مختلف الاقسام ہوں اور درحقیقت یہی

حالت ہی بھی ۔ سوئٹزرلینڈ کے کوہستانی ملک میں جسکو جرمنی ۔ فرانس اور اٹلی کے سیاسی و فوجی حالات کا لحاظ کرنا پڑتا ہے جنگ کی تیاریوں کی صورت ہالینڈ سے بالکل مختلف ہے جو ساحل پر واقع ہے اور بیشمار آبی راستوں سے محفوظ ہے اور جسکی سیاسی خود مختاری پر جرمنی کی بری اور انگلستان کی بحری فوج کا اثر ہے ۔

ایسے ملک کے لیے صورتِ حالات بالکل اور ہے جسکو اپنی ہی قوت پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے قیاسی دشمنوں اور فرضی اتحادیوں کی قوت اُسکے لیے خاص اہمیت رکھتی ہے اور اسکی گورنمنٹ کو اپنی تدابیر اور جنگی تیاریوں میں اُنکی گروہ بندی اور ڈھنگ پر توجہ کرنا چاہیے ۔ مگر ان تیاریوں کا منشا صرف یہی باتیں نہوں ۔ ایک زبردست فوجی قوت کی ضرورت مستقل و غیر مشروط چیز ہے سیاسی ترتیبات و مجموعہ جات کی کوئی انتہا نہیں ہوتی اور ممکن اتحادیوں کی امداد غیر متعین و تلون پذیر ہوتی ہے جس پر کوئی بھروسہ نہیں کیا جاسکتا ۔ خود مختار سلطنت کی فوجی قوت صحیح معنوں میں ایسی ہونی چاہیے کہ اُس سے وہ فوج قایم رہ سکے جو کسی بڑی مہذب قوم کے اغراض کی حفاظت اور آزادانہ ضروری ترقی کے لیے کافی ہے ۔ اگر معاشرتی نقطۂ خیال سے قوم کی ایسی بڑی سے بڑی قربانی میں جس سے قومی فوجی قابلیت قایم ہے پس و پیش نہ ہو تو بلحاظ اُس مقصد کے جو حاصل ہونے والا ہے کوئی وجہ نہیں کہ سیاسی حالات کے لیے وہ اور زیادہ قربانیاں برضا و رغبت گوارا نہ کرے ۔ یہ مقصد جسکا ہر فرد کو احساس ہونا لازم ہے اگر حقیقی تدبر کے لحاظ سے دیکھا جائے اُن حالات پر حاوی ہے جو نہ صرف ہر متنفس شہری کی معاشرت کے لیے بلکہ سلطنت کے سیاسی و اخلاقی مستقبل کے لیے فیصلہ کن ہیں ۔

وہ تہذیب جو بذاتہٖ قابل قدر اور اس لیے نوع انسان کی ترقی کا ایک اہم جزو ہے صرف وہاں سرسبز ہوسکتی ہے جہاں قوم کی کل صحیح اور محرک قابلیتوں کو بین الاقوامی مقابلہ میں کافی میدان ملتا ہے ۔ افرادی قابلیتوں کے لیے روک اور قوی عمل کے لیے بھی یہی ضروری شرط ہے ۔ جہاں قدرتی صلاحیتِ نمو ہمیشہ خارجی واقعات سے روکی جاتی ہے سلطنت بڑھنے سے رہ جاتی اور افرادی نمو پیچھے ہٹا دیا جاتا ہے ۔ بڑھنے والی سیاسی قوت اور اُسکی وجہ سے متعدد امکاناتِ عمل بس یہی ایک قوی قوم کی [illegible] عی و اخلاقی [illegible] نت کے لیے ذردار زمین ہے

جیسا تاریخ کی ہر حالت سے ظاہر ہے۔

پس ایک صحیح قوم کے لیے اول تربیت کی خواہش کو سیاسی قوت کی خواہش کی صورت میں ظاہر کرنا چاہیے۔ اور تدبر کا سب سے بڑا فرض ہے کہ اس قوت کو حاصل کرکے محفوظ رکھے اور بڑھائے۔ آخر درجہ پر ہتھیاروں کے زور سے حفاظت کرے اس صورت سے پہلا اور سب سے زیادہ ضروری فرض ہر بڑی مہذب قوم کا جنگ کی تیاری ہے۔ اُس پیمانہ پر جو اُسکی سیاسی ضروریات کے ہم پلہ ہو۔ حتیٰ کہ دشمن کی فوقیت بھی اس کام کی انجام دہی سے بری نہیں کر سکتی۔ برخلاف ازیں اس فوقیت سے انتہائی فوجی کوششوں اور نہایت سرگرم سیاسی عمل کا جوش پیدا ہونا چاہیے تاکہ ایک فیصلہ کن معرکہ کے انجام کے واسطے موافق صورتیں پیدا ہوجائیں۔ زمانہ حال کی لڑائی میں پہلے سے بھی زیادہ محض کثرت تعداد کسی شمار میں نہیں اگرچہ ہمیشہ پوری فوج کا وہ ایک جزو اہم ہوتی ہے۔ مگر خاص حدود کے اندر جو قانون اعداد بنائے گئے ہیں فوقیت کا حقیقی عنصر بڑی فوجوں کے نظام حال کے مطابق روحانی و اخلاقی طاقت ثابت ہوا ہے۔ اور ایک قلیل مگر دل سے لڑنے والی فوج اچھے کمانیر کے زیر کماں کثیر لشکر کو شکست دیسکتی ہے جنگ روس و جاپان نے پھر اسکا ثبوت دیا ہے۔

ہم یہ فرض کیے لیتے ہیں کہ فوجی قوت کی ترقی ہر سلطنت کا سب سے پہلا فرض ہے مگر چونکہ اور کل باتوں کا انحصار قوت کے احساس کرانے پر ہے اسلیے یہ لازمی نہیں ہے کہ سلطنت اپنے کل جانی و مالی وسائل محض فوجی طاقت پر فوج اور بیڑے کے محدود معنی میں صرف کرے یہ نہ تو ممکن ہے نہ نافع۔ قوم کی فوجی قوت کا فیصلہ ان خارجی وسائل سے نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ جسمانی۔ روحانی۔ اخلاقی۔ مالی اور عناصر قوت کی باقاعدہ ترقی پر مشتمل ہے اعلیٰ سے اعلیٰ اور نہایت باثر فوجی نظام کو ترقی نہیں ہوسکتی۔ تاوقتیکہ یہ کل اجزا اُسکے ساتھ ملکر کام نہ کریں۔ اِس نظام کو باثر ہونے کے لیئے وسیع اور خوش ترکیب بنیاد کی ضرورت ہے۔ جنگ منچوریا میں جب جاپانیوں کی حملہ آورانہ قوت ختم ہوچکی تھی روسی فوجی نظام بیٹھ گیا تھا کیونکہ اُسکی بنیاد ناپائدار تھی سلطنت پر سیاسی و اخلاقی تنزل مسلط تھا اور فوج بھی انقلابی حالات میں آلودہ تھی۔

جنگی تیاریوں کی نوعیت و مقدار کا فیصلہ فوجی قابلیت کے قیام کی سوشل احتیاج اور

قیام کی سیاسی ضرورت سے ہوتا ہے مگر یہ یاد رہے کہ اس معیار کا اندازہ وہ پابندی خیال
فرائض سلطنت مختلف طور پر کیا جاتا ہے۔ مثلاً جرمنی میں نہایت سخت پابندی [illegible]
ہیں جب کبھی جنگی فوجوں کے نظم کا سوال پیش ہوتا ہے کیونکہ فرائض سلطنت و فرائض فوج کے
متعلق نہایت کثرت سے مختلف رائیں ہیں۔

سلطنتوں کے فرائض کا ایسا ضبط و تعین کہ کسی اور نقطۂ خیال سے اُن پر اعتراض [illegible]
نہو سکے درحقیقت ناممکن ہے۔ جمہوریت پسند جس کے نزدیک سوشل بہتری ایک غرض ہے
سلطنت کے فیوض کو اور نظر سے دیکھے گا برخلاف سیاسی شوقین کے جسکی [illegible]
ہے اور جو معاملات کے تعلقات کو صاف نہیں سمجھتا۔ یہی حال اُس مقنن و مدبر کا ہے جسکو قوم کی بہبودی
کا خیال ہے اور جسکی آنکھیں افق مستقبل کے میناروں کی روشنیوں پر لگی ہوئی ہیں۔

تاہم بعض نکات اس کے متعلق بیان کیے جا سکتے ہیں جو اصلیت واقعات پر مبنی ہیں
اور اسلیے ان اہم معاملات کے متعلق کسی باقاعدہ فیصلہ کو روک سکتے ہیں یہ نکات درحقیقت
صاف دماغی و تجربہ کار غور کرنے والوں کی ترغیب کے لیے بہت موزوں ہیں۔ اوّل یہ بات
دیکھنے کی ہے کہ موجودہ سیاسی دنیا میں فوجی قوت دفعتاً نہیں پیدا کی جا سکتی چاہے اُسکے لیے
کل عناصر فراہم ہوں۔ اگرچہ سلطنت جرمن میں ساڑھے چھ کروڑ باشندے ہیں اور اسکے
مقابلہ میں فرانس میں چار کروڑ ہیں مگر آبادی کی یہ بیشی محض بمنزلہ سرمایہ کے ہے جب تک
اسی نسبت سے ہر سال رنگروٹ بھرتی نہوں اور جب تک اس کے زائد حصہ [illegible]
کل اُسکے نظم کے لئے نہ لگائی جائے۔ یہ خیال کہ ضرورت کے وقت یہ لشکر کام دیگا۔ دھوکا ہے
اگر اس لشکر کو بلا تربیت کے نازک موقع پر جنگ میں بھیجا جائے گا تو اس سے فوج کی
مضبوطی نہیں بلکہ کمزوری ہوگی حتی کہ اُس کے لیے خطرہ ہوگا۔ بوئر کی (   )
کی معرکہ آرائی سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی تدابیر سے کیا توقع کیجا سکتی ہے چونکہ زمانہ حال میں معاملات
پیچیدہ ہوگئے ہیں ہنر و آلات حرب میں متواتر ترقی ہوتی ہے اور سپاہی کے کام بڑھ گئے ہیں
لہذا اعلیٰ فوجی قابلیت حاصل کرنے کے لیے طویل اور تفصیلی تیاریوں کی ضرورت ہے۔ اس کی
طرف شروع باب میں اشارہ کیا گیا ہے ۳۰ سنٹیمٹر کی توپ کی تکمیل میں ایک سال لگتا ہے

اگر کسی خاص وقت پر اُس سے کام لینا ہو تو اُسکی تیاری کا حکم بہت پہلے سے ہونا چاہیے
جس پر فوج کی تیاری کا فیصلہ اب ہو رہا ہے اُسکا پورا اثر شاید [illegible] اور
کی فہرستوں میں کہیں برسوں میں جاکر ہوگا - جس رنگروٹ نے
آج ملازمت شروع کی ہو اُس کو کارآمد سپاہی بننے کے لیے ایک سال کی تعلیم درکار ہو
قایم مقام رزرو ونگی شتابی کی تعلیم اور اسی قسم کی ترکیبوں سے ہم سنگین تیاریوں کی ضرورت کے
متعلق اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہیں - ہمیں حال ہی کا خیال نہ کرنا چاہیے بلکہ استقبال پر بھی
نظر رکھنا لازم ہے - یہی دلیل سیاسی حالات پر بھی چسپاں ہوسکتی ہے - وہ شخص جس کے
ہاتھ میں غالب حصہ اُس جنگ کی تیاریوں کا ہے جس کا انحصار زمانہ کے سیاسیات کی
غیر متصل تبدیلیوں پر ہے اور جو فوج کی تیاری میں سستی کرنا چاہتا ہے اس وجہ سے کہ سیاسی
افق پر بادل نہیں ہیں جو زیادہ جد و جہد کے متقاضی ہوں ایسا شخص کل حقیقی تدبر کے خلاف
عمل کرتا ہے اور اپنے ملک کا گنہگار ہے -

نازک موقع فیصلے کے لیے نہیں ہیں - بڑے سیاسی حوصلے - مخالفتیں اور کشیدگیاں
جو اصلیت واقعات پر مبنی ہیں ایسی چیزیں ہیں جو پلہ میزان کو بدل دیتی ہیں -

جب شاہ ولیم نے ۱۸۶۰ء کے ابتدا میں پروشیا کی فوج کی دوبارہ آراستگی شروع کی
تو اُسوقت کسی کشیدگی کا وجود نہ تھا - ۱۸۵۹ء کا نازک موقع اُسوقت دب گیا تھا - مگر بادشاہ
نے دیکھ لیا تھا کہ پروشیا کا لشکر آیندہ کی ضروریات کے لیے ناکافی ہے - بڑے جھگڑے کے بعد
اُس نے فوج کی جدید آراستگی کی اپنی رعایا سے جبریہ منظوری لی اور اس کارروائی نے
وہ بنیادیں ڈالدیں جنکے بغیر ہماری سلطنت کی مہتم بالشان ترقی کی ابتدا ہرگز نہ ہوتی - اسی
حقیقی تدبر کے جوش سے شاہنشاہ ولیم ثانی نے زور کے ~~[illegible]~~ کم نہ کریں - اس بیڑے کی ترقی کو مدد
اور وسعت دی ہے بغیر اس کے کہ کسی سیاسی ضرورت کا دباؤ ہو - رعایا کی دلی امداد اُن کے
ساتھ ہے کیونکہ جو اصلاح اُن کا مدعا تھی اُس کو کل رعایا نے اپنی مسلمہ آیندہ ضرورت
مان لیا اور تسلیم کرلیا کہ وہ قدیم جرمن خیال کے موافق ہے - گو بلا لحاظ اثرات سیاسی جنگی
تیاریوں کی تکمیل ہوجانی چاہیے مگر قیاسی دشمنوں کی فوجی قوت کی ایک حد ہے جس سے

نیچا درجہ یا قومی عافیت کو خطرہ میں ڈالے سلطنت اختیار نہیں کر سکتی اور یہ کہ سلطنت کا فرض ہے کہ جدید سائنس کی کل دریافتیں جس حد تک وہ جنگ میں کام دے سکیں اپنی تیاری میں شامل کرے - کیونکہ اگر یہ کل ترکیبیں اور حربی انجن دشمن کے قبضہ میں ہوئے تو اُس کو نمایاں فوقیت ہو جائیگی - یہ کھلی ہوئی ضرورت ہے کہ جہاں تک ممکن ہو جدید تعلیم سے واقفیت کار فوجیں میدانِ جنگ میں لائی جائیں اور اُنکی کارروائیوں میں سائنس اور کلوں کے ہر ذریعہ سے سہولت پیدا کی جائے - ماسوا اسکے فوج اتنی بڑی ہو کہ اُس سے ایک قومی اسکول بنجائے جسمیں پوری نہ کہ محض سطحی فوجی قابلیت پیدا ہو - آخر میں تیاری جنگ کی نوعیت ایک حد تک سلطنت کی سیاسی حالت کی پابند ہے - اگر سلطنت کے سیاسی حوصلے پورے ہو گئے اور اُنکو اپنی جگہ قائم رکھنے کی خاص کر ضرورت ہے تو اُس کی فوجی پالیسی کم و بیش دفاعی قسم کی ہو گی - برخلاف ازیں اُن سلطنتوں کو حملہ آورانہ غالب نظامِ فوجی اختیار کرنا چاہیے جو ابھی پھیلنے کی خواہشمند ہیں یا جنپر مختلف اطراف سے حملہ ہونیکا اندیشہ ہے - اِس صورت میں جنگ کی تیاریاں غیر مبہم طریقوں پر ہونا چاہیں جو ضرورت اور واقعات سے معلوم ہوتے ہیں - مگر باایں ہمہ بہت سی شخصی رایوں کے لیے وسیع میدان ہے بالخصوص وہاں جہاں سلطنت کے یقینی فرایض بحث طلب ہوں - اور یہ فرایض زبردست خارجی پالسی کا باعث ہو سکیں اور یہی حال حملہ آورانہ جنگ کا بھی سمجھنا چاہیے - اور جہاں تیاریِ جنگ کے متعلق الگ الگ رائیں ہوں - اِس صورت میں مدبر کے لیے ترغیب ہی ایک وسیلہ ہے اور اُس کو اپنی ضروری پالسی کی وضاحت و تائید ایسے روشن الفاظ میں کرنا چاہیے کہ قوم کی کثرت رائے اِسکی رائے سے اتفاق کرے - ہمیشہ اور ہر جگہ ایسی حالتیں ہوتی ہیں جو مخصوص ترغیبیں رکھتی ہیں اور جنکا عوام کے دماغ و حیات مسلمہ ضروری ہو گی -

سمندر پر قابو رکھنے کے قیام کی ضرورت کا نقش ہر انگریز کے دل پر ہے کیونکہ اُس کو احساس ہے کہ اِس پر نہ صرف ملک کی موجودہ زبردست حیثیت کا انحصار ہے بلکہ بحالتِ جنگ آبادی کی پرورش کا بھی دارومدار ہے - بیڑے کے لیے جو قربانی کیجائے کم ہے اور خارجی بحری فوجوں کا ہر اضافہ عام رائے کو خاموش کر دیتا ہے - فرانس بھی سوائے چند مخالف

جنگ حلقوں کے دُگنی کوشش سے سلطنت کی حیثیت قوی کرنے کی ضرورت کو محسوس کرتا ہو وہ حیثیت جس کو ۱۸۰۶ء کی شکستوں سے لغزش ہو گئی تھی - اور یہ مدعا قابل تعریف کثرت اتفاق سے حاصل کیا جا رہا ہی -

حتیٰ کہ غیر جانبدار سوئیٹزرلینڈ میں بھی یہ احساس کہ سیاسی خود مختاری کا انحصار بین الاقوامی معاہدات پر اتنا نہیں ہو جتنا کہ خود اپنی حفاظت کے امکان پر ہو اس قدر قوی اور عام ہو رہا ہو کہ قوم بھاری ٹکس فوجی تیاری کے لیے برضا و رغبت برداشت کرتی ہو - جرمنی میں سلطنت کے عظیم الشان فرائض کے متعلق تمام احساس پیدا ہونا ممکن ہو - بشرطیکہ ہمارے سیاست دان (بلا حیلہ و حکمت علی جس سے کوئی باہر والا تو دھوکے میں نہیں آتا مگر ہمارے گھر والوں کو ضرر پہنچتا ہو) اصلی سیاسی حالت اور ہماری پالسی کی ضروری مقاصد کو ظاہر کر دیں - یہ یقینی امر ہو کہ اُنکو عام رائے کے اتفاق سے جنگ کے مقابلہ کے لیے تیار رہنا چاہیے جیسے شاہ ولیم اول نے کیا تھا - کیونکہ جس صورت میں عام رائے کسی قوی الارادہ شخص یا مجبور کرنیوالی ضرورت کے قابو میں نہیں ہو تو بہت سے مختلف الاقسام اثرات سے آسانی کے ساتھ بیراہ ہو جانے کا امکان ہو - یہ خطرہ بالخصوص ایسے ملک میں زیادہ ہو جو جرمنی کی طرح اندرونی و بیرونی اعتبار سے ٹکڑے ٹکڑے ہو - ایسی حالت میں جو شخص عام رائے کی پابندی کرے وہ سلطنت اور قوم کے اغراض کو بڑا بھاری ضرر پہنچانے کے خطرہ میں ہو -

حقیقی تدبر کا ایک اصلی اصول یہ ہو کہ عارضی فوائد کے لیے مستقل اغراض کو کبھی نہ ترک کیا جائے نہ نقصان پہنچایا جائے - عارضی فوائد مثلاً ٹیکس کے باروں کو ہلکا کرنا - عارضی طور پر امن قائم رکھنا یا اسی قسم کے وسیع فوائد واقعات پیش آنے کی حالت میں اکثر صریح نقصانات ثابت ہوئے ہیں لہذا ایسے مدبر کو جو نہ عام رائے سے بیراہ ہو نہ مادی مخالفانہ مشکلات سے پریشان ہو جائے نہ ہموطنوں کے واجب لادا قربانیوں سے ڈرے اِن اغراض کو بہ احتیاط مدِ نظر رکھنا چاہیے جبتک ممکن ہو مخالفانہ اغراض میں موانست اور اِن کو اپنے اغراض سے ملانیکی کوشش کرے مگر جب مہتم بالشان اصولی معاملات مثلاً عام فوج کی واقعی تیاری یا ایسے ضروریات جن پر مستعدی جنگ کا انحصار ہی زیرِ تجویز ہوں تو بغرض اجتماع افواج جنگی سلطنت کو ضرورت ہی

یا آیندہ ہوگی اُسکو زبردست تدابیر سے نہ جھجکنا چاہیے۔

ایک نہایت ضروری سیاسی فرض یہ ہو کہ جنگ کی تیاریوں کی ابتدا و منظوری اُس پیمانہ پر کیجائے جو حالات موجودہ کے ہم پلہ ہو۔ اُکی قابلانہ ترتیب فوجی حکام کا فرض ہو۔ وہ فرض جسکا تعلق ایک اعتبار سے دائرہ فن صف آرائی سے ہو کیونکہ جو فوج میدان جنگ کے لیے بنتی ہو اُس سے کمانیروں کو ہی سروکار ہوتا ہو۔ پالسی و صف آرائی اِس دائرہ میں ملجاتی ہیں پالسی کو صف آرائی کا فرض بھی انجام دینا ہوتا ہو۔ کیونکہ وہ جنگ کی تیاریونکی منظوری دیتی اور اُنکے حدود مقرر کرتی

لہذا تدابیر و صف آرائی کے نقطۂ خیال کو مدنظر نہ رکھنا اور جنگی تیاریوں کے غالب حصہ کو عارضی مالی وسائل پر منحصر کردینا سیاسی کمزوری کا مہلک و احمقانہ فعل ہو۔ وہ کوئی صرف بغیر ضمانت نہ ہو، وہ گرہ ہو جس سے یہ پالسی ملبوس ہو۔ یہ پالسی اُسی حالت میں جائز ہو جب ضمانت کا تعین صرف سے کیا جائے کسی بڑی سلطنت میں جیساکہ ٹرٹسیچکی (

ہمارے ایک بڑے مؤرخ و قومی سیاست دان کا قول ہو صرف کا فیصلہ اُن فرایض سے ہونا چاہیے جو واجب العمل ہیں اور بڑا وزیر مال وہ شخص نہیں ہو جو قومی حسابات کا موازنہ قومی افواج کی پس اندازی سے کرے۔ دراں حالیکہ سیاسی حیثیت سے ناگریز صرف کو پس پشت ڈالدے بلکہ بڑا وہ ہو جو قوم کی کل زندہ قوتوں کو متحرک کرکے اُن میں شگفتگی چستی و چالاکی پیدا کرے اور اُن سے قومی اغراض کے لیے ایسے کام لے کہ محاصل سلطنت مسلمہ مطالبات سیاسی کے لیے کافی ہو۔ اُسکا یہ مدعا اسوقت پورا ہوسکتا ہو۔ کہ وہ وزرائے تجارت۔ زراعت۔ حرفت و نوآبادیوں کے ساتھ ملکر اتفاق سے کام کرے اِس غرض سے کہ وہ قیود جو کسی فرد کی اولوالعزمی و ہمت کی راہ میں حائل ہیں دُور ہو جائیں کل چیزیں جو بیکار پڑی ہیں منفعت بخش بنجائیں اور انتفاعی کاروبار کے لیے اچھی صورتیں نکل آئیں۔ اگر سلطنت کو اپنے موجودہ و آیندہ فرایض کی تکمیل منظور ہو تو اُسکی کل پیداداری و مالی حلقوں میں ایک بڑی تحریک کا زبردست جوش ہونا چاہیے۔

لہذا تیاری جنگ جس کے لیے آجکل بہت کثیر مصارف کی ضرورت ہو قوم کی کل معاشرتی و سیاسی زندگی اور سلطنت کی مالی پالسی پر نمایاں اثر رکھتی ہو۔

باب ہفتم

ہماری جنگ مابعد کی نوعیت

قوم کی قوت کو (خود اُس کے ذاتی تحفظ کے لیے) برقرار رکھنے کی تمدنی ضرورت۔ نیز سلطنت کے سیاسی دعاوی جنکو وہ پیش کرنے کا حق رکھتی ہے اور قرین قیاس دشمنوں کا حاسدانہ اجتماع وہ خاص امور ہیں جن سے شرائط تیاری جنگ کا تعین ہوتا ہے۔

میں نے بالتفصیل و بالترتیب پالسی و ترقی کے ذیل میں اُن فرائض کو بیان کر دیا ہے جو ہماری تاریخ و ہماری قومی خصائل سے ہم پر عاید ہوتے ہیں۔ اُس کے بعد میرا کام اُن ممکن الخیال فوجی اجتماعات پر غور کرنا ہے جنکے مقابلہ کے لیے ہمیں تیار رہنا چاہیے۔

بس اسی طریقہ سے ہم اُن خطرات کا اندازہ کر سکتے ہیں جو ہمارے لیے باعث تہدید ہیں اس سے اس بات کی بھی جانچ ہو جائیگی کہ ہم اپنے سیاسی اغراض کو کس حد تک کامیابی کے ساتھ پورا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ ان مخاصمانہ بدِ مقابل کی تحریکات کے ادراک سے جنگ مابعد کے متعلق ہم کو پوری بصیرت حاصل ہو سکتی ہے۔ اور یہ جنگ ہمارے مستقبل کے لیے فیصلہ کُن ہوگی۔

اپنے آیندہ مخاصمین کی صرف جنگی تعداد کا جاننا ہی کافی نہیں ہے اگرچہ یہ علم بھی ضروری بنیاد ہے جسپر ہم اپنی اور تحقیقات قایم کر سکتے ہیں لیکن حقیقتاً ہمکو سخت سے سخت مخاصمت اور دشمنوں کی قابلیت کا تصور اپنے دل میں قایم کرنا چاہیے دشمنی کا اندازہ بھی ایک دوسرے کے سیاسی مقاصد اور قومی مخالفت کے اعتبار سے لازم ہے نیز رقیبوں کی فوجی قابلیت کے متعلق ہماری رائے تازہ ترین معلومات پر مبنی ہونا چاہیے۔

اگر ہم جدا جدا و نیز بحیثیت مجموعی دول متخاصم کی افواج پر نظر ڈالیں تو نتائج مندرجہ ذیل

ہو سکتی - فرانسیسی وزیر مالی کلوٹز ( ) کی تازہ اطلاعات کی رو سے جو اسکی ایک تقریر میں شامل تھیں (جو اس نے اسودن میں ایک جنگی یادگار کے افتتاح کے موقع پر کی تھی) فرانسیسی فوج کی تعداد بزمانہ امن سنہ ۱۹۱۰ء میں پانچ لاکھ اسی ہزار تھی - اسمیں نوآبادیوں کا کوسینٹ فرانس بھی شامل تھا جو بحالت جنگ یورپ میدانی فوج وغیرہ اس مددگار فوج سے متعلق ہو جو تیس ہزار کے قریب غیر تربیت یافتہ اور بلا ہتھیار کے جنگ کے واسطے بھرتی کی گئی تھی - وزیر موصوف کی اطلاع کے موافق کل جنگی عملہ معہ میدانی اور محفوظ فوج کے اٹھائیس لاکھ آدمی ہیں جو بروقت تیاری جنگ اجتماع افواج فراہم ہو سکتے ہیں - لیکن انمیں اس اجتماع کیوقت کچھ کمی کرنا چاہیے یعنی فرانسیسی ذرایع سے بیس فیصدی لہذا کل فرانسیسی میدانی فوج اور محفوظ فوج کا تخمینہ تیس لاکھ کیا جا سکتا ہی

انمیں جیسا کہ مجھے اُس ذریعہ سے معلوم ہوا ہی ستر لاکھ نوآبادیوں کی فوج معہ اُنکی محفوظ فوج کے اور شامل کیجائے جسمیں سے پچیس فیصدی یا تخمیناً ساڑھے چار لاکھ خارج کر دیے جائیں -

اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ہتھیاروں کی تقسیم بحالت جنگ امن کی تقسیم کے مطابق ہو گی تو جدا جدا ہتھیاروں کی تعداد کے لحاظ سے جسکی گنجائش سنہ ۱۹۱۱ء کے بجٹ میں رکھی گئی تھی تیئیس لاکھ میدانی اور محفوظ فوج میں ہتھیاروں کی تقسیم اس طرح ہو گی - پلٹن کو تقریباً پندرہ لاکھ تیس ہزار - رسالہ کو تقریباً دو لاکھ تیس ہزار (کیونکہ بڑا حصہ اس ہتھیار بند محفوظ فوج کا باربرداری کے کام میں رہتا ہی) توپ خانہ کو تقریباً تین لاکھ اسی ہزار - سفر مینا کی پلٹن کو قریباً ستر ہزار - ریل اور انتظامی کاموں کے لیے (ریل - کالم - شفاخانہ وغیرہ) نوّے ہزار ان اعداد میں اس سے زیادہ بیشی کی گنجائش نہیں ہی کیونکہ فرانس میں نوّے فیصدی آدمی جو قابل خدمت تھے بُلا لیے گئے ہیں اور شرح پیدائش برابر گھٹ رہی ہی سنہ ۱۸۷۰ء میں یہ شرح نو لاکھ چالیس ہزار سالانہ تھی سنہ ۱۹۰۸ء میں گر کر سات لاکھ نوّے ہزار رہ گئی ہی - خود فوج کو سبکدوش کرنے کے لیے بمقابلہ سابق نوکری کے لیے معیار لیاقت کم کر دیا گیا ہی اور کثیر التعداد چھوٹی جگہیں (کلرک - خدمتگار) کم لیاقت لوگوں سے پُر کیجاتی ہیں -

اِن صورتوں میں نئے ذرائع کے دروازوں پر دستک دینے کی ضرورت پڑی - علاوہ

ترکیب کی گئی کہ فوج کی تعداد باشندگان الجیریا و ٹیونس کی بھرتی سے بڑھائی جائے تاکہ بحالت جنگ یورپ میں فوج کی قوت انھیں ملاکر زیادہ ہوجائے۔ اسی کے ساتھ حبشی جو نفیس اور قابل اعتماد عنصر ہیں مغربی افریقہ میں بھرتی کیے جاتے ہیں۔ محدود جبریہ بھرتی کا طریقہ جیسا ٹیونس میں ہے الجیریا میں بھی جاری ہونے والا ہے۔ ابتدائً حبشیوں کی فوج اُن لوگوں سے پُر کیجائیگی جو خود اپنی خوشی سے داخل ہوں اور جبریہ بھرتی کا طریقہ نازک موقع پر عمل میں لایا جائیگا۔ یہ حبشیوں کی فوج الجیریا اور ٹیونس کے قلعوں میں رکھی جائیگی تاکہ اُس فوج کو یورپ میں جنگ کے لیے سبکدوش کردے جس کی تعیناتی اُن قلعوں میں ہے۔ یہ بھرتی شدہ حبشی چونکہ کافر ہیں خیال ہے کہ اُن کا وزن مسلمان باشندوں کے ساتھ ٹھیک رہیگا۔ یہ ثابت ہوچکا ہے کہ حبشیوں کی فوج شمالی افریقہ کی گرمی کو خوب جھیل لیتی ہے اور بڑی کارآمد فوج ہے۔ دو حبشی بٹالین متعینہ شاجار (   ) نے جو فیز (   ) کے دھاوے میں شریک تھیں گرمی کو خوب برداشت کیا اور پورے طور پر مفید ہوئیں اسمیں شک نہیں کہ اس تدبیر پر زور کے ساتھ عمل کیا جائیگا اور اسمیں ہر طرح کامیابی کی اُمید ہے۔ ابتک یہ ابتدائی حالت میں ہے۔ باشندگان الجیریا و حبشیان مغربی افریقہ سے فوجی خدمات لینے کے متعلق گورنمنٹ نے قانونی تجاویز ابھی پارلیمنٹ کے روبرو پیش نہیں کی ہیں۔ یہ نہیں معلوم کہ دیسی اور حبشیوں کی فوج کی تعداد کہاں تک بڑھائی جائے گی۔ سابق وزیر جنگ میسیمی (   ) نے دیسی اہل الجیریا کی تھوڑی جبریہ بھرتی کی رائے دی تھی اٹھارہ سال کے مرد فوجی خدمت کے لیے الجیریا میں ہر سال بھرتی کیے جاتے ہیں اس غرض کے لیے جو کمیشن مقرر کیا گیا تھا اس نے ۱۹۱۱ء میں اطلاع دی تھی کہ باقاعدہ فوج اور محفوظ فوج میں محدود خدمت کے اجرا کے بعد الجیریا اور ٹیونس میں ملاکر تقریبًا ایک لاکھ سے ایک لاکھ بیس ہزار دیسی سپاہی بروقت جنگ فراہم ہوسکیں گے۔ ان سے یورپ میں بھی کام لیا جاسکتا ہے۔ گویا یہ فوج تین زبردست آرمی کور سے جنمیں اوّل درجہ کے سپاہی ہیں۔ دریاے رائین والی فوج کی تعداد بڑھانے کے لیے ہے۔ اور اس فوج کی تعداد کئی سال میں محفوظ فوج کی ترکیب سے بہت بڑھ جائیگی۔ حبشی فوج کی حالت اور ہے۔ فرانس کے پاس مغربی افریقائی مقبوضات کی فوج کو ملاکر سولہ ہزار حبشی ہیں۔ چونکہ حبشیوں کی آبادی ایک کروڑ سے

ایک کروڑ میں لاکھ تک ہی یہ تعداد بہت بڑھ سکتی ہے۔ جنوبی الجیریا میں تجربہ کے لیے سینی گال کے
گولندازوں کا ایک بٹالین (دستہ) مئی سنہ ۱۹۱۰ء میں تیار کیا گیا ہے اور سنہ ۱۹۱۲ء کے مسودہ بجٹ
جنگ میں یہ تجویز کی گئی تھی کہ سینی گالیوں کا ایک دوسرا بٹالین الجیریا منتقل کر دیا جائے۔ ہم
اس نتیجہ پر پہونچنے کے لیے مجبور ہیں کہ حبشی فوج کو زیادہ تعداد میں الجیریا بھیجنے کی تجویز پر زیادہ
عملدرآمد ہوگا۔ مگر سردست اُمید نہیں کہ حبشی فوج کثیر تعداد میں شمالی افریقہ بھیجی جائے
کیونکہ ابھی کافی تعداد میں تربیت یافتہ آدمی فراہم نہیں ہوئے ہیں۔ سینیگالیوں کی رجمنٹ
نمبر ۱ و ۲ و ۳ متعینہ سینی گیمبیا کی تعداد اتنی نہیں ہے کہ اُن سے سنگالی فوجوں متعینہ افریقائی
نوآبادیہائے فرانس کی تعداد پوری ہو سکے اگرچہ فرانس اس میں شک نہیں حبشیوں کی
زبردست فوج جمع کر سکتا ہے مگر حبشی دستوں کی یوروپین جنگ کے لیے فراہمی ابھی بعید
بات ہے۔ مگر اسمیں شک نہیں کہ ایکدن ایسا ہونے والا ہے۔

نیز مراکو فوج سے یورپ میں ابھی کام لیے جانیکا احتمال اس سے بھی زیادہ بعید ہے
مراکش کے سپاہی بہت اچھے لڑنے والے ہیں مگر سلطان کے اقتدار کا اثر صرف اُسی تھوڑے
حصہ پر ہے جو مراکش کہلایا جاتا ہے۔ اس لیے برسوں تک یہ خیال نہیں ہے کہ یہاں کے سپاہیوں سے
وسیع پیمانہ پر کام لیا جائیگا۔ فرانسیسی و مراکش گورنمنٹیں ملک پر اثر قایم کرنے اور فرانس کے
مراکش فوج کو سبکدوش کرنیکے لیے سلطان کی بیس ہزار جنگی فوج کے نظم میں مصروف ہیں سردست
مراکش کے الحاق سے فوجی قوت میں کچھ ایسا بڑا اضافہ نہیں ہوا ہے مگر انتظام ہو جانے کی
صورت میں ملک رنگروٹوں کا اچھا گودام ہوگا اور فرانس یقیناً اس ذریعہ قوت سے اپنے
معمولی جوش سے کام لیگا جسکا اظہار فوجی معاملات میں ہمیشہ ہوتا ہے۔

لہذا کچھ زمانہ تک فرانسیسی یوروپین فوج کو صرف الجیریا و ٹیونس کی فوج سے جبریہ
بھرتی کا قاعدہ جاری ہوتے ہی مدد پہونچ سکتی ہے۔ اس سے کم از کم ایک لاکھ بیس ہزار آدمی
ملجائیں گے اور ان افواج کی جنگی ترکیبیں ہر ایک شخص کو معلوم ہیں جس نے ولیسن برگ
(   ) اور ورتھ (   ) کے میدانہائے کارزار میں اُن کے کارنامہ
دیکھے ہیں۔ اسکے علاوہ کم از کم ایک دستہ ٹرکوز کا تو ہر وقت موجود ہی ہے۔

فرانس کے بعد روس کی فوجی طاقت سے کہیں بسرہ کار ہی۔ چونکہ زمانہ امن و زمانہ جنگ کے عملوں کا حال شایع نہیں ہوا ہو صحیح تعداد معلوم ہونا دشوار ہے۔ فوج کی مختلف شاخوں کی تعداد کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں مگر ہر ایک کی مجموعی تعداد کا اندازہ قریب قریب کیا جا سکتا ہے پچھلے تین سال کے رنگروٹوں کے کاغذات سرکاری کی رو سے روسی فوج کی تعداد بحالت امن تیرہ لاکھ چھیالیس ہزار آدمی ہوتے ہیں جنمیں کاسک و سرحدی محافظ فوجیں بھی شامل ہیں = پلٹن اور گل چلوں کے ستیس آرمی کور ہیں جنکی تفصیل یہ ہے۔ (محافظ فوج کا ایک۔ گرانیڈیر کا ایک۔ یورپ میں ۲۵ آرمی کور۔ کوہ قاف میں ۳ ترکستان میں ۲۔ سائبیریا کورہ) رسالہ ڈویژنوں خود مختار بریگیڈوں اور جدا جدا خود مختار رجمنٹوں میں تقسیم ہو۔

بحالت جنگ ہر آرمی کور میں دو ڈویژن اور ۴۲ ہزار آدمی ہوتے ہیں۔ ہر پلٹن کی ڈویژن کے بریگیڈ دو ہوتے ہیں جنکی تعداد بیس ہزار ہوتی ہے = ایک گل چلوں کی بریگیڈ میں نو ہزار آدمی ہوتے ہیں اور رسالہ کی ڈویژنوں میں چار ہزار پانچسو = ان اعداد کے اعتبار سے کل آرمی کوروں ڈویژنوں۔ گل چلوں کے بریگیڈوں اور رسالہ کے ڈویژنوں کی تعداد اٹھارہ لاکھ ہوتی ہو انہیں علیحدہ ترپ اور وہ ترپ جو سرحد یا قلعجات کی حفاظت کے لیے ہیں اور شامل کرنا چاہئیں۔ اس صورت سے کل مستقل فوج کی تعداد اندازاً بیس لاکھ ہوتی ہے۔

یہ کل فوج یورپ کے اندر جنگ میں نہیں لائی جا سکتی۔ سائبیریا اور ترکستان کے آرمی کوروں کو نکال دینا چاہیے کیونکہ یہ یقیناً اندرون ملک میں اور مشرقی سرحد پر چھوڑ دیے جائیں گے۔ اندرون ملک میں نظم قایم رکھنے کے لیے فلینڈز ( ) میں غالباً ترپ رکھنا پڑینگے۔ محافظ فوج سینٹ پیٹرس برگ میں۔ کم از کم ایک ڈویژن ماسکو میں اور کوہ قاف کے آرمی کور کوہ قاف میں۔ اس سے تیرہ آرمی کور گویا پانچ لاکھ چھیالیس ہزار آدمیوں کی کمی ہو جائے گی۔ اس لیے ہم کو چودہ لاکھ چون ہزار مستقل میدانی فوج سے کام ہوگا۔ اسمیں دوسرے و تیسرے بان کی ستو کاسک رجمنٹیں اور شامل کرنا چاہییں جنکی تعداد پچاس ہزار ہو سکتی ہے۔ علاوہ بریں محفوظ فوج کی تیاری کے واسطے اتنے تربیت یافتہ آدمی ہیں

ہر آرمی کور کے لیے اول اور دوسرے درجہ کا رزرو ڈویژن بن سکتا ہے۔ ان افواج کے آدمیوں کی تعداد اگر ہر ڈویژن میں بیس ہزار آدمی سمجھیں جائیں۔ چودہ لاکھ اسی ہزار ہوگی۔ ان اعداد میں کچھ کمی کرنا ضرور ہے نیز یہ بھی نہیں معلوم ہے کہ ان تربیوں میں کون سے بروقت اجتماع افواج جمع کیے جائیں گے۔ بہر صورت کسی بڑی جنگ کے لیے کثیر فوج میدان میں اُتارنے کے واسطے تیار ہوگی۔ اُن کل فوجوں کو جو اندرونِ ملک میں چھوڑی جائینگی منہا کرکے بیس لاکھ آدمیوں کی میدانی فوج یورپ میں بآسانی آراستہ ہوسکتی ہے۔ یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ اتنی بڑی فوج کے لیے ہتھیار سامان گولی بارود وغیرہ کافی مقدار میں جمع ہوسکے گا یا نہیں مگر روس جیسی سلطنت کو اِس اعتبار سے حقیر نہ سمجھنا چاہیے۔ ائتلاف ثلاثہ کے تیسرے فریق یعنی انگلستان کی طرف رُخ پھیرنے سے بالکل اور ہی تصویر ہمارے پیش نظر ہوتی ہے۔

سلطنت برطانیہ فوجی اعتبار سے دو حصوں میں منقسم ہے۔ ایک خود سلطنت متحدہ مع نوآبادیوں کے جو انگریزی کیبنٹ کے زیر فرماں ہے دوسرے خود مختار نوآبادیاں۔ نوآبادیوں کے پاس ملیشیا (قومی فوج) ہے۔ جو بعض اوقات تیاری کی حالت میں ہوتی ہے۔ لیکن یورپ کے میدانِ جنگ میں یہ بالکل نظر انداز کیجا سکتی ہیں۔

سلطنت کے بعض حصص کی فوج کے زیر ادارۂ انگریزی کیبنٹ دو حصے ہیں۔ ایک ریگولر آرمی (نظام فوج) جسمیں جگہیں بھرتی سے پر کیجاتی ہیں اور دیسی سپاہ سے جو زیر کمان افسران انگریزی ہوتی ہے۔ دوسرے ٹیری ٹوریل آرمی (نوآبادیوں کی فوج) جو والنٹیروں کی ملیشیا (قومی فوج) ہے۔ یہ ابھی تین لاکھ کی مطلوبہ تعداد تک نہیں پہنچی ہے اسکی اب دو لاکھ ستر ہزار تعداد ہے اور یہ صرف حفاظت وطن کے لیے مخصوص ہے۔ اِسکی فوجی قابلیت کا درجہ ابھی اعلیٰ نہیں ہے۔ براعظمی یورپین جنگ میں وہ کسی شمار میں نہیں ہوسکتی۔ اِس صورت میں صرف انگریزی نظام فوج کے ایک جزو سے ہمیں تعلق ہے۔ اِسکی تعداد قریباً ڈھائی لاکھ ہے۔ سپاہی بارہ سن خدمت انجام دیتے ہیں، ۷ سال جھنڈے کے نیچے اور ۵ سال رزرو میں رنگروٹوں کی سالانہ فراہمی پینتیس ہزار ہے۔ ریگولر رزرو (نظام رزرو) کی تعداد اب ایک لاکھ چھتیس ہزار

ہے۔ نیز ایک خاص محفوظ فوج بھی ہے جس کو ملیشیا جیسی تعلیم دیجاتی ہے۔ یہ خاص اغراض کے لیے بھرتی کیجاتی ہے۔ اس طرح کل مجموعہ محفوظ فوج کا دو لاکھ تک ہوتا ہے۔

انگریزی نظام فوج میں سے ایک لاکھ چونتیس ہزار آدمی انگلستان میں تعینات ہیں۔ چوہتر ہزار پانچسو ہندوستان میں (یہ یہاں مع ایک لاکھ انسٹھ ہزار دیسی سپاہ کے انگریزی ہندوستانی فوج کہلاتی ہیں) اور قریب اُنتالیس ہزار کے مختلف مقامات پر مثلاً جبل الطارق۔ مالٹا۔ مصر۔ عدن۔ جنوبی افریقہ ودیگر نو آبادیاں سلطنت محروسہ میں تعینات ہیں۔ اس ضمن میں حالات مصر نہایت قابل توجہ ہیں۔ چھ ہزار انگریزی سپاہ وہاں تعینات ہے۔ اور دیسی مصری فوج میں (سترہ ہزار۔ بزمانہ جنگ اُنتیس ہزار) پانچواں حصہ انگریز افسر ہیں۔ چونکہ دنیائے اسلام میں جوش پھیلا ہوا ہے انگریزوں کی حالت وہاں نازک ہوسکتی ہے۔ گیارہ ہزار سپاہ جو اس وقت جنوبی افریقہ میں تعینات ہے جلد سے جلد بحر روم کے قلعوں میں منتقل ہونیوالی ہے بحالت جنگ بروقت ضرورت ایک خاص ڈویژن وہاں آراستہ کیا جائیگا۔

یورپ کی جنگ میں ہم کو صرف نظام فوج متعینہ انگلستان پر لحاظ کرنے کی ضرورت ہے جب جنگ کے لیے تیار ہو جاتی ہے تو یہ نظام فوج میدانی فوج ہو جاتی ہے جس میں پلٹن کی چھ ڈویژنیں = ایک ڈویژن رسالہ کی = دو سوار بریگیڈ آرمی ترپ ہوتے ہیں۔ جنکی تعداد ایک لاکھ تیس ہزار علاوہ کالموں اور ٹرینوں کے ہوتی ہے سلطنت متحدہ کی باقاعدہ سپاہ جو میدانی نظام فوج کے علاوہ ہے تقریباً ایک لاکھ ہے۔ انمیں بہت تھوڑے سے کمزور سپاہی پیدل توپ خانے اور حفاظت ساحل کے لیے انجینیرز رزرو (زیر تیاری) ہوتے ہیں۔ یہ سپاہ مع قریب تیرہ ہزار ملیشیا توپ خانے و ملیشیا انجینیروں کے ہوم آرمی (خانگی فوج) کہلاتی ہے جسکی حفاظت میں ٹیری ٹوریل فیلڈ آرمی (نو آبادیوں کی میدانی فوج) اپنی آراستگی کی تکمیل کر رہی ہے۔ اس فوج کو جنگی نظام فوج کو قوت پہنچانے کے لیے مہینوں چاہییں۔ زیادہ سے زیادہ انگریزی ہماتی فوج ڈیڑھ لاکھ فراہم ہوسکتی ہے۔ ساتھ ہی یہ افواج افواج متعینہ نو آبادیوں کے رزرو ہیں جنکو سخت نازک مواقع پر امداد کی ضرورت ہے یہ انگریزی فوج کی دکھتی رگ ہے۔ انگلستان اپنی نظام فوج سے جب ہی کام لے سکتا ہے جبکہ نو آبادیوں میں

بالکل امن ہو۔ اِس سے یہ ضرورت پیش نظر ہوتی ہو کہ اگر انگلستان سے جنگ چھڑے تو اُس کو اُسکی نو آبادیوں میں دھمکایا جائے۔ بالخصوص مصر میں۔

اِن زبردست فوجوں کے مقابلہ میں جو دول اتحادِ ثلاثہ میدان جنگ میں لاسکتی ہیں جرمنی کے زیر تحت مندرجہ ذیل فوج ہی۔

۵۰۹۷۰۵ سپاہی (بحالت امن معہ افسران نان کمیشنڈ) اور ۲۵۵۰۰ افسر۔ آسٹریا کی فوج بحالت امن ۳۵۵۳۰۹ سپاہی اور تقریباً ۲۰۰۰۰ افسر۔ ہر دو سلطنت کی مجموعی تعداد کا تخمینہ مندرجہ ذیل ہی۔

جرمنی میں ۱۸۹۳ء میں فوج میں مع والنٹیروں اور رنگروٹوں کے ۲۶۶۴۹۱ آدمی بھرتی کیے گئے تھے۔ ۱۹۰۹ء میں ۳۰۲۲۶۲ آدمی۔ ۱۷ سال کی سالانہ اوسط ۲۳۰۹۷۵ رہی۔ اِس سے مجموعی تعداد سپاہیوں کی ۳۹۲۶۵۷۵ ہوتی ہی۔ اگر معمولی کمی کا تخمینہ ۲۵ فیصدی رکھا جائے تو ۲۹۴۴۹۳۱ تعلیم یافتہ آدمی باقی رہتے ہیں۔ زمانۂ امن کا عملہ اِس میں شامل کردینے سے کل تخمینی تعداد ۳۴۵۴۲۶۳ ہوتی ہی جس کا مقابلہ فرانسیسی بھی تقریباً اسی تعداد سے کرسکتے ہیں۔

آسٹریا میں سالانہ بھرتی کی تعداد قریب ایک لاکھ پینتیس ہزار ہی۔ ملازمت کی مدت لینڈس ٹرم (   ) کی خدمت جنگ منہا کرکے مجموعی تعداد ۱۲۱۵۰۰۰ یا معمولی ۲۵ فیصدی کمی کے بعد ۹۱۱۲۵۰ ہوتی ہی۔ اِس میں ۹ سالہ دستے تعلیم یافتہ لینڈس ٹرم کے شامل کرنا چاہییں جنکی تعداد بعد منہائی علیٰ ہذا القیاس ۹۱۱۲۵۰ ہوتی ہی۔ فوج کی زمانہ امن کی تعداد شامل کرنے سے پوری مجموعی تعداد جنگی حیثیت سے ۲۱۸۴۰۵۳ ہی۔ قریب قریب اُتنی جتنی روس کل منہائیوں کے بعد یورپ کے میدان میں لاسکتا ہی۔ یہ معلوم نہیں کہ میدان جنگ کی ترتیب کے لیے جرمنی و آسٹریا میں کتنے سپاہی بحالت جنگ فراہم ہونگے۔ اِسکا یہاں بیان کرنا مصلحت نہیں۔ اِسکا انحصار کچھ تو اُن افواج پر ہوگا جو فراہم ہوسکیں گی اور کچھ اور واقعات پر جو پبلک میں نہیں آسکتے۔ نئی ترتیبوں کا تخمینہ چاہے کتنا ہی زیادہ ہو ہماری تعداد روس و فرانس کی تعداد کے برابر نہیں ہوسکتی ہم کو دشمن کی، عدادی فضیلت کے توڑنے کے لیے

فوجی ترکیبیں۔ اچھی سپہ سالاری اور موقع و محل کے بروقت استعمال کو کام میں لانا چاہیے حتی کہ اگر اٹلی کی فوج بھی جرمنی و آسٹریا کے ساتھ ملجائے تو بھی جہاں تک مجھے علم ہے میدان جنگ میں اعدادی مساویت نہو گی۔

اٹلی کی فوج کا عملہ بزمانۂ امن ۲۲۵۰۰۰ آدمی ہے۔ جو ۱۲ آرمی کور اور ۲۵ ڈویژنوں میں تقسیم ہے۔ پلٹن کی تعداد جسکی ۹۶ رجمنٹیں ہیں ۱۴۰۰۰۰ ہے۔ علاوہ بریں ۱۲ رجمنٹیں برسگلیری میں ہیں۔ جس کے ساتھ ۱۲ بائیوں گارڈ کے بٹالین اور آٹھ الپائن رجمنٹیں ہیں جسکی کل ۷۰ کمپنیاں ہیں۔ رسالہ کی ۲۹ رجمنٹیں جنمیں سے ۱۲ ملاکر ۳ کیولری ڈویژن بنائی گئی ہیں۔ توپ خانہ کی تعداد ۲۴ میدانی توپ خانہ رجمنٹوں اور ایک سوار توپ خانہ کی رجمنٹ پر ہے اور کل توپیں ۸ سوار اور ۱۹۳ میدانی ہیں علاوہ بریں ۲۷ کوہی توپیں اور قلعہ کے توپ خانہ کی ۱۰ رجمنٹیں ۹۰ کمپنیوں میں ہیں۔ ۶ انجنیر رجمنٹیں ہیں جنمیں ایک تاربرقی کا رجمنٹ اور ایک ہوائی جہاز کا بٹالین ہے۔ جنڈارمری میں ۲۸۰۰۰ آدمی ہیں۔

لائق جنگ فیلڈ آرمی کی تعداد سات لاکھ چھتر ہزار ہے۔ تقریبًا ستر ہزار آدمی اول و دوم لائن کی ترتیبوں میں بھرتی کیے جاتے ہیں۔ ملیشیا کی تعداد تقریبًا تین لاکھ نوتے ہزار ہے موبلایز ہونے والے ریزرو کی تعداد معلوم نہیں ہے۔ فیلڈ آرمی تین آرمیوں میں تقسیم ہے جسکے کل نو آرمی کور ہیں۔ اور ان میں آٹھ سے بارہ تک ٹیری ٹوریل آرمی کے ڈویژن اور چار کیولری ڈویژن اور شامل کر دیے گئے ہیں۔ نوآبادیوں میں اٹلی کے پاس بناڈیر میں اڑتالیس افسر اور ۱۶ نان کمیشنڈ افسر اٹلی نژاد اور تین ہزار پانچسو دیسی سپاہی ہیں ارٹریا میں ایک سو اکتیس افسر۔ چھ سو چالیس نان کمیشنڈ افسر اور سپاہی اٹلی نژاد اور تین ہزار آٹھ سو دیسی ہیں۔

اس طرح اٹلی کثیر فوج میدان میں لاسکتا ہے۔ مگر جنوبی اٹالوی سپاہ کی جنگی قابلیت میں شبہ ہے ممکن ہے کہ ساحل کے تحفظ کے لیے کثیر التعداد فوج کی ضرورت پڑے۔ اور طرابلس کی حفاظت کے لیے جو آسان کام نہیں ہے فرانس کے مقابلہ میں زبردست فوج چاہیے۔

ترکی فوج بڑی کارآمد ہوگی جس کسی کے ساتھ شریک ہو جائے خواہ اتحاد ثلاثہ کے خواہ

اُس کے مخالفین کے ۔

بحالتِ امن ٹرکی نظام فوج کی تعداد دو لاکھ پچھتر ہزار ہی سنہ ۱۹۱۰ء میں اُس کے تین ڈویژن تھے ۔

اوّل ۔ جنگی نظام فوج ۔

پلٹن	۱۲۳۰۰۰
رسالہ	۲۶۰۰۰
توپخانہ	۴۳۰۰۰
سفرمینا	۴۵۰۰
سپاہ خاص	۷۵۰۰
دستہائے ٹرین	۳۰۰۰
کاریگر	۳۰۰۰
کل	۲۲۰۰۰۰ آدمی

دوم ۔ ردیف (ملیشیا) کیڈر جسکی پلٹن میں ۲۰۵۰۰ آدمی شامل ہیں ۔ اِس تعداد کے اندر قانون ردیف کے مطابق مختصر تعلیم کے لیے آدمی باری باری بھرتی کیے جاتے ہیں ۔

سوم ۔ افسران سپاہ نظام ور دلیف ۔ فوجی ملازمین حکام و دیگران بیش از ۳۰۰۰۰ نفر ترکی فوج کی کل تعداد سات لاکھ ہی ۔ ہم کو صرف سپاہ یورپ ۔ اناتولیا ۔ آرمینیا و شام پر لحاظ کرنا چاہیے ۔ یہ کل سپاہ یورپ کے میدان جنگ میں جمع نہیں ہوسکتی برخلاف ازیں مستحفظ فوج کو غیر معمولی امداد خیال کرسکتے ہیں ۔ یہ فوج عموماً لوکل حفاظت اور اندرونی امن و امان قایم رکھنے کے لیے کارآمد ہی ۔ اِس ملیشیا کے تیس یا چالیس ہزار آدمی جمع ہوجانا دشوار کام نہیں ہی ۔ ترکی سپاہیوں کی اعلیٰ فوجی قابلیت کی وجہسے ترکی فوج نہایت کارآمد چیز خیال کیجاسکتی ہی اِسلیے ترکی اتحاد کا ایک بیش قیمت جزو ہی خواہ جس فریق کے ساتھ شامل ہوجائے ۔

چھوٹی چھوٹی بلقانی ریاستیں بھی کثیر فوج میدان میں لاسکتی ہیں ۔

مانٹی نگرو چالیس ہزار سے پینتالیس ہزار فوج میدان میں لاسکتا ہی ۔ ۱۰۴ توپیں ۲۴

مشین گن علاوہ گیارہ کمزور رزرو بٹالین کے جو سرحدی و خانگی کاموں کے لیے ہیں۔

سرویا کے پاس بحالت امن اڑتالیس ہزار فوج کا تخمینہ کیا گیا ہی۔ اِس تعداد تک فوج کبھی نہیں پہونچتی اور موسم سرما میں اُسکی تعداد گرکر دس ہزار رہ جاتی ہی۔ جنگی عملہ ڈھائی لاکھ آدمیوں کا ہی جنکے پاس ۱۶۵۰۰۰ رائفل ۵۵۰۰ تلواریں۔ ۴۳۲ میدانی و کوہی توپیں (۴ توپوں کے ۱۰۸ توپخانے) ہیں۔ علاوہ بریں ۴ سے ۶ تک توپوں کے ۶ بھاری توپخانے اور ۲۲۸ مشین گنیں ہیں۔ آخر میں رزرو کے دستے ہیں (تھرڈ لائن) اس صورت سے کل تین لاکھ پانچ ہزار آدمی فراہم ہوسکتے ہیں۔ باستثنائے ملیشیا جو غیر تیقن چیز ہی۔

بلغاریہ کی فوج کا کل عملہ بہ حیثیت امن ۵۹۸۲۰ ہی۔ یہ نہیں معلوم کہ فوج کی مختلف شاخوں میں اُنکی تقسیم کیا ہی۔ بحیثیت جنگ ۳۳۰۰۰۰ فوج جمع ہوتی ہی مع بلٹن جسکے پاس ۲۲۳۰۰۰ رائفل - ۴۸۰ توپیں ۲۳۲ مشین گنیں اور ۶۵۰۰ تلواریں ہوتی ہیں۔ کل فوج کی تعداد ۴ لاکھ ہی۔ اِنمیں رزرو اور ملیشیا بھی شامل ہی۔ ملیشیا خانگی خدمت کے لیے کام میں آتی ہی اور اِس میں اکتالیس سے چھیالیس سال تک کی عمر کے آدمی ہوتے ہیں۔

رومانیہ جس کی حالت عجیب ہی بذات خود ایک جدا قوت ہی۔ رومانیہ میں ملیشیا کا رسالہ مسمیٰ "کالاراشی" (سمجھدار نوجوان کسانوں کا) ہی اسکے سپاہی قلیل زمانہ تک باری باری خدمت کرتے ہیں۔ علاوہ بریں اور سپاہ مدت خدمت کے اعتبار سے ہمیشہ جھنڈے کے ساتھ رہتی ہی۔

بحالت امن فوج میں ۵ ہزار افسر اور نوّے ہزار کا مستقل عملہ ہوتا ہی اور کم وبیش ۱۲ ہزار آدمی باری باری خدمت کرتے ہیں بلٹن کی تعداد کم وبیش ڈھائی ہزار افسر اور ستاون ہزار سپاہی ہیں۔ مستقل رسالہ (رزرو یوری) کی تعداد تقریبًا آٹھ ہزار سپاہی اور چھ سو افسر اور توپخانے کے چودہ ہزار سپاہی اور سات سو افسر ہیں۔

جنگ کے لیے میدانی فوج قریب ۶۰۰۰ افسر اور ۲۷۴۰۰۰ سپاہیوں اور ۵۵۰ توپوں کے فراہم ہوسکتی ہی۔ انمیں ۲۱۵۰۰۰ بلٹن۔ ۷۰۰۰ رسالہ اور ۲۰۰۰۰ توپخانہ ہوتا ہی۔ لہذا رسالہ بمقابلہ زمانۂ امن کمزور ہوتا ہی۔ کیونکہ بظاہر دہ کالاراشی کے ایک حصہ سے رسالہ کا کام نہیں

لیا جائیگا۔ معہ رزرو و ملیشیا کل فوج کی تعداد ۰۰۰۰۳۴۳ ہوگی ۰۰۰۵۶ تعلیم یافتہ سپاہی جنگی خدمت کے لیے فراہم ہیں۔

اگرچہ فوجی نقطہ خیال سے ریاستہاے بلقان کو خاص طور پر آسٹریا۔ ٹرکی و روس سے سروکار ہے اور بالواسطہ اُن کے تعلقات جرمنی سے ہوتے ہیں تاہم چھوٹی چھوٹی وسطی یورپین سلطنتوں میں براہ راست ہمارے واسطے اہمیت پیدا ہوسکتی ہے اگر اُن کو ہمارے ساتھ یا ہمارے خلاف جنگ میں شرکت کرنے کے لیے مجبوری یا ترغیب ہو۔

ہمارے مغربی ہمسایوں میں سب سے پہلے سوئیٹزرلینڈ و ہالینڈ قابل لحاظ ہیں اُس کے بعد بلجیم۔ سوئیٹزرلینڈ بحالت جنگ ۰۰۰۳۴۶۲ آدمیوں کی مجموعی فوج جمع کرسکتا ہے۔ ہماتی سپاہ کی تعداد جو حملہ آورانہ جنگ کے لیے سب سے زیادہ ضروری ہے ۰۰۰۹۶ پلٹن اور ۵۰۰ ۵ رسالہ مع ۲۸۸ میدانی توپوں اور ۸۴ میدانی ہوٹزر (ہوٹزر کے توپ خانے زیر تیاری ہیں) کے ہے اسکا کل مجموعہ ۰۰۰۱۴۱ ہوتا ہے۔

لینڈویر میں پچاس ہزار پلٹن چار ہزار رسالہ ہوتا ہے مع ۳۶ بارہ سینٹیمیٹر توپوں کے جو پیدل توپ خانہ کے ساتھ ہوتی ہیں۔ اِسکی کل تعداد ۰۰۰۹۶ ہے اور لینڈس ٹرم کی سپاہ میں ۰۰۰۵۳ آدمی ہوتے ہیں۔

ہالینڈ کی فوج کا اوسط بزمانۂ امن ۰۰۰۰۳ آدمی ہیں۔ جو بوجہ قلیل مدتہاے ملازمت ہمیشہ بدلتا رہتا ہے۔ بالعموم ۰۰۰۱۳ پلٹن ۰۰۰۳ رسالہ ۰۰۰۵ میدانی توپ خانہ ۰۰۴۳ قلعہ کا توپخانہ اور ۰۰۴۱ انجنیر۔ کشتی ران اور سپاہ باربرداری تیار رہتے ہیں۔ جنگ میں میدانی فوج کی تعداد ۰۰۰۰۸ ہوتی ہے۔ اور اِس میں ۰۰۰۴۲ پلٹن بائیسکل والے مشین گن کے دستے ۰۰۶۲ (دو ہزار چھ سو) سوار ۰۰۴۲ توپخانے اور ۱۰۹ انجنیر ہوتے ہیں۔ یہ فوج ۴ آرمی ڈویژن فی ۱۵ بٹالین۔ ۴ اسکواڈرن۔ ۶ توپخانوں اور ایک دستہ انجنیر پر مشتمل ہے علاوہ بریں اسی ہزار قلعہ کی فوج ہے جسمیں ۱۲ قابل شرکت جنگ اور ۸۴ لینڈویر پلٹن کے بٹالین۔ ۴۴ قابل شرکت جنگ اور ۴۴ لینڈویر پیدل توپخانہ کی کمپنیاں اور دس انجنیروں اور عارضی پل بنانیوالوں کی جماعتیں مع لینڈویر کے شامل ہیں۔ ہالینڈ کا ساحل بھی قلعہ

بندہی۔ ہیلڈر ( ) ہک آف ہالینڈ ( ) موئیڈن ( ) وہیز نگلیٹ ( ) و مل کریک ( )

میں مختلف پشتے ہیں۔ اگرچہ فلشنگ ( ) کے استحکامات ابھی کار آمد نہیں

ہیں۔ امسٹرڈم ( ) بھی ایک قلعہ ہی جس کے ادھر اُدھر جدید فورٹ

ہالینڈ میں استحکامات ہیں۔

اِس صورت میں ہالینڈ انگریزی فوجوں کے اُترنے میں سخت دشواریاں پیدا کرنے کے لیے بہت موزوں ہی مگر اُسکے ساتھی توپخانوں پر اچھی توپیں چڑھادی جائیں۔ لیکن اگر وہ ہمارے خلاف ہوا تو جرمن حملہ کی تاب نہ لاسکے گا۔ بلجیم کی بحالت امن ۴۲۰۰۰ سپاہ ہی جسکی تقسیم اِس صورت سے ہی ۲۶۰۰۰ پیدل۔ ۴۰۰۰ رسالہ ۴۶۵۰ میدانی توپ خانہ۔ ۴۳۰۰ قلعہ کا توپخانہ۔ ۱۵۵۰ انجینیر و باربرداری۔ جنگی حیثیت سے میدانی فوج کی تعداد ایک لاکھ ہوگی۔ ۷۴۰۰۰ پلٹن۔ ۷۲۵۰ رسالہ ۱۰۰۰۰ میدانی توپ خانہ۔ ۱۹۰۰ انجینیر و باربرداری اور یہ فوج چار آرمی ڈویژنوں اور دو کیولری ڈویژنوں میں تقسیم کی گئی ہے ہر کیولری ڈویژن میں ۲۰ اسکواڈرن اور توپ خانے ہیں۔ ہر آرمی ڈویژن میں بڑے سترہ انفنٹری بٹالین۔ ایک اِسکواڈرن۔ ۱۲ توپخانے اور ایک دستہ انجنیروں کا ہوتا ہی علاوہ بریں اسی ہزار قلعجات کی فوج ہی جو شہرونکی محافظ فوج سے زیادہ ہوسکتی ہی۔ اینٹ ورپ خاص فوجی مرکز ہی اور بہت مستحکم قلعہ خیال کیا جاسکتا ہی۔ علاوہ بریں ماس کے کنارہ کنارہ لیئر ہائی اور نامور قلعہ بند شہر ہیں۔ کنارہ پر کوئی استحکامات نہیں ہیں۔ ڈنمارک چونکہ اُس سے بالٹک کا راستہ ہی۔ ہمارے لیے بڑی فوجی اہمیت رکھتا ہی۔ کوپن ہیگن دارالسلطنت میں بڑا مستحکم قلعہ ہی۔ برخلاف ازیں فوج قابل توجہ چیز نہیں ہی۔ کیونکہ سپاہیوں کی تعلیم چند ماہ ہوتی ہی۔ سلطنت میں بہ زمانۂ امن تقریبًا دس ہزار پلٹن۔ آٹھ سو رسالہ ۲۳۰۰ توپ خانہ اور ۱۱۰۰ خاص آدمی رہتے ہیں۔ کل ۱۴۲۰۰ آدمی مگر تعداد مابین ۷۵۰۰ و ۲۶۰۰۰ بدلتی رہتی ہے بوقت جنگ ۶۲۰۰۰ سپاہیوں و ۱۰۰۰۰ ارزروں کی فوج میدان میں لائی جاسکتی ہے جسمیں ۵۸۰۰۰ پیدل ۳۰۰۰ سوار ۹۰۰۰ توپخانہ اور ۲۰۰۰ خاص سپاہی ہوتے ہیں

سلطنت		جنگی جہازات جنکا وزن ۵ ہزار ٹن سے زیادہ ہے		مسلح محافظ ساحل جہازات ۳۰۰۰ سے ۵۰۰۰ ہزار ٹن تک		مسلح جہاز اور کشتیاں جنکا وزن ۳ ہزار ٹن سے کم ہے		مسلح کروزر		محفوظ کروزر		تارپیڈو جہاز		آبدوز
		تعداد	وزن	تعداد	وزن	تعداد	وزن	تعداد	وزن	تعداد	وزن	۹۰۰ ٹن سے زیادہ وزن کے	۹۰۰ اور ۲۰۰ ٹن کے درمیان	تعداد
جرمنی	تیار	۲۵	۳۳۲۴۱۰	۵	۲۰۶۰۰	+	+	۱۰	۱۱۴۵۹۰	۳۳	۱۲۲۱۳۰	۱۱۷	۷۰	۱۲
	منظورشدہ یا زیرتعمیر	۱۲	+	+	+	+	+	۴		۷				
انگلستان	تیار	۵۰	۷۹۳۲۶۰					۳۸	۴۸۴۹۷۰	۶۶	۳۵۳۵۴۰	۲۴۳	۳۶	۶۳
	منظورشدہ یا زیرتعمیر	۱۲	۲۸۶۶۴۰					۶	۱۴۵۳۲۰	۲۰		۵۱		۱۹
فرانس	تیار	۳۲	۳۱۴۹۳۰					۲۲	۲۱۴۶۷۰	۱۰	۵۰۷۸۰	۷۱	۱۹۱	۶۲
	منظورشدہ یا زیرتعمیر	۴	۹۳۸۸۰									۱۳		۱۹
اٹلی	تیار	۸	۹۶۹۱۰						۷۹۵۳۰	۴	۱۰۰۴۰	۵۵	۳۹	۷
	منظورشدہ یا زیرتعمیر	۴	۸۴۰۰۰							۳	۱۰۲۰۰	۱۴	۲۸	۱۳
آسٹریا ہنگری	تیار	۱۱	۱۰۲۶۲۰					۳	۱۸۸۷۰	۴	۱۰۵۹۰	۱۸	۶۶	۷
	منظورشدہ یا زیرتعمیر	۵	۹۴۵۰۰							۳		۶		
روس	بیڑہ بالٹک (تیار)	۴	۶۲۳۰۰			۱	۱۷۶۰	۶	۶۴۹۵۰	۴	۲۷۲۷۰	۶۰	۱۹	۱۳
	منظورشدہ یا زیرتعمیر۔	۸										۱		۱
	بیڑہ بحر اسود (تیار)۔	۶	۷۲۶۴۰							۲	۱۳۶۲۰	۱۷	۱۰	۴
	منظورشدہ یا زیرتعمیر۔	۴										۱۴		۷
	بیڑہ سائبیریا۔									۲	۹۱۸۰	۲۰	۷	۱۳
ممالک متحدہ امریکہ	تیار	۳۰	۴۳۴۸۹۰	۴	۱۳۱۲۰			۱۴	۱۸۱۲۶۰	۱۶	۶۵۲۷۰	۴۰	۲۲	۱۹
	منظورشدہ یا زیرتعمیر	۷	۱۹۰۰۰۰									۱۴		۲۰
جاپان	تیار	۱۳	۱۹۴۶۹۰	۲	۸۵۴۰			۱۳	۱۳۹۸۳۰	۱۳	۴۹۱۷۰	۵۹	۴۹	۱۱
	منظورشدہ یا زیرتعمیر	۳						۴	۱۰۶۱۲۰	۳	۱۵۰۰۰	۲		۱

سوئیڈن میں آٹھ قسم کے اوّل بآن ہیں جسمیں اکیس سال سے اٹھائیس سال تک کے عمر کے لوگ رکھے جاتے ہیں اور اُس کی تعداد دو لاکھ ہو۔ نیز چار قسم کے دویم بآن ہیں جنکی تعداد نوّے ہزار ہو اور اُس میں اٹھائیس سے بتیس سال کی عمر کے لوگ لیے جاتے ہیں تیس ہزار تعلیم یافتہ والنٹیر نئے پرانے طالب علم اکیس سے بتیس سال کی عمر تک کے موجود ہیں۔ لینڈس ٹرم کی آٹھ قسمیں ہیں جنکی تعداد ایک لاکھ پینسٹھ ہزار نفر ہو۔ چنانچہ معمولی تخمینہ سے معلوم ہوسکتا ہو کہ کتنی میدانی فوج بحالت جنگ جمع ہوسکتی ہو۔ پوری اوّل بآن بھی اسی کے ذیل میں آتی ہو۔

یونان میں ایک لاکھ چھیالیس ہزار قابل جنگ فوج میدان میں آسکتی ہو۔ یونان یورپین جنگ میں قابل توجہ نہیں ہو مگر چھوٹی چھوٹی بلقانی ریاستوں کی شرکت میں ٹرکی کیلیے بہت تکلیف دہ ہوسکتی ہو اور اسلیے ہمارے لیے خالی از اہمیت نہیں ہو۔ اسمیں ایک لاکھ چھیالیس ہزار فوج میدان میں آسکتی ہو۔ علاوہ ازیں ۳۰۰۰۰ آدمی لینڈ ویر میں ہیں اور ۳۴۰۰۰ لینڈس ٹرم میں

ہسپانیہ میں زمانۂ امن کے فوج کی تعداد ۱۶۲۳۳۲ نفر ہو جسمیں ۳۴۰۰۰ آدمی مستقل طور پر افریقہ میں تعینات ہیں۔ جنگ میں وہ تین لاکھ ستائیس ہزار آدمی جمع کرسکتا ہے (ایک لاکھ چالیس ہزار جنگی فوج۔ ایک لاکھ چون ہزار سیاہ قلعجات تینتیس ہزار جنڈارمری) اجتماع افواج کا انتظام اِس قدر خراب ہوتا ہو کہ مہینہ بھر کی کوشش میں بھی زیادہ سے زیادہ ستر اسّی ہزار آدمی میدان میں لائے جاسکتے ہیں۔ نقشہ منسلکہ سے اُن سلطنتوں کی بحری قوت کے متعلق جن سے آجکل ہمیں سروکار ہو ایک دوسرے کی قوت کا خلاصہ معلوم ہوتا ہو۔ یہ خلاصہ ۱۹۱۱ء تک کا ہو۔ اِس سے باعتبار تعداد ظاہر ہوتا ہو کہ انگریزی بیڑا ہمارے بیڑے سے دوگنا زبردست ہو۔ یہ فضیلت رفتار اور جدید جہازوں کی تعداد سے اور بڑھ گئی ہے مئی میں ہمارے پاس صرف چار جدید جنگی جہاز اور ایک مسلح کروزر تھا انگریزوں کے پاس دس جنگی جہاز اور چار مسلح کروزر ہیں جو جنگی جہازوں کے برابر ہیں۔ ہمارے نئے جہازوں سے اِس نسبت میں فرق نہیں آتا جنگی جہازوں کی نسبتی تعداد زیادہ بہتر ہوتی جاتی ہو مسلح کروزروں کی تعداد بہ نسبت اسکے ایسی بہتر نہوگی ہمارے کروزروں میں بہت سے ایسے جہازات ہیں جو جنگی اعتبار سے بیکار ہیں۔ اور آہن پوش ساحلی حفاظت کے جہازات کا شمار جنگی جہازوں میں

نہیں ہو سکتا فرانس بھی مئی سنہ ۱۹۱۱ء میں باعتبار تعداد جہازات جنگی ہم سے کچھ آگے تھا۔ مگر فرانسیسی بیڑے کے متعلق جو کچھ معلومات ہم پہونچی ہیں اُن کی رو سے وہ جرمنی بیڑے کا باعتبار خوبی جہازات و قابلیت ملاحان مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تاہم انگریزوں کے ساتھ مکروہ کارآمد چیز ہو جائیگا۔

فرض کرو کہ بحالت جنگ فرانس نیز انگلستان کو کچھ بحری فوج بحر روم میں چھوڑنا پڑی لیکن یہ ضروری نہیں کہ یہ فوج مجموعی اٹالوی و آسٹروی بیڑے سے زیادہ زبردست ہو بلکہ تقسیم دول کی تبدیلی پر ممکن ہی کہ اول سے کمزور ہو۔ ہم یہ بھی فرض کرتے ہیں کہ متعدد کروزر دیگر مختلف یوروپین مقامات پر روک لیے جائیں گے۔ مگر ابھی یہ بات باقی ہی کہ انگلستان اور فرانس بحر شمالی میں جرمنی کے خلاف صرف جنگی جہازوں کا بیڑا جرمنی سے تگنا زبردست لا سکتے ہیں۔ اور اُسکی مدد کے لیے کہیں زیادہ برتر فوج تارپیڈو جہازوں اور آب دوز کشتیوں کی ہوگی۔ اگر ان دول کے اتحاد میں روس بھی شامل ہو گیا تو ہمارے مخاصمین کی فوج میں اور بھی اضافہ ہو جائیگا جس کو حقیر نہ سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ بحر بالٹک میں سنہ ۱۹۱۱ء کے موسم گرما میں دو بڑے روسی جنگی جہاز تھے نیز کروزروں کا بالٹک کا بیڑہ ہمارے ساحلوں کو ہمیشہ دھمکا سکتا ہے۔ بلکہ بالٹک کا راستہ روک سکتا ہے۔ ایک نہ ایک صورت سے ہمیں اس بیڑے سے بھی بھڑنا پڑیگا۔ اتحادیوں کے مددگار کروزروں کا بیڑہ بھی جس کے لیے انگلستان وقتاً فوقتاً مدد بھیج سکتا ہے ہمارے مقابلہ میں افضل ہوگا۔

جہازوں کی خوبی اور ملاحوں کی تعلیم کے لحاظ سے یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ ہمارا بیڑہ فرانس و روس کے مقابلہ میں بیّن طور پر افضل ہی۔ مگر اس لحاظ سے انگلستان کے برابر ہے۔ ہماری جہازی توپیں غالباً انگریزوں کی توپوں سے افضل ثابت ہونگی۔ اور ہمارا تارپیڈو کا بیڑہ اپنی جرأت نفیس تعلیم اور دلیرانہ جوش کی وجہ سے اعدادی نقصانات کی تلافی کر دیگا۔ مگر یہ دیکھنا ہی کہ ان باتوں کا انگریزی جیسے تجربہ کار و مشہور بیڑے کی بھاری فضیلت پر کیا اثر پڑیگا غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ بحری فضیلت جس کا خاص حالتوں میں لحاظ کرنا ضروری ہی بہت زیادہ ہی۔ اور اس اعتبار سے ہماری حالت بدتر ہو رہی ہی کیونکہ سلطنتہائے

ایتلاف ثلاثہ اُستنے زمانہ میں ہم سے کہیں زیادہ جہازات تعمیر و آراستہ کر سکتے ہیں۔

اگر ہم سیاسی نقطۂ خیال سے اُن جُدا جُدا سلطنتوں کے قرین قیاس طرز پر غور کریں جو جنگ مابعد میں جرمنی کے خلاف حصہ لینگی تو ممکن ہو کہ جنگ کی شدت ہر سلطنت کی صورت میں ایک ہی نہو۔ کیونکہ ہمارے امکانی دشمنوں کے سیاسی اغراض بہت مختلف ہیں۔

سب سے پہلے فرانس پر نظر ڈالنے سے ہم کو یہ خیال کرنیکا حق حاصل ہو کہ تن تنہا وہ ہمارے مقابلہ کا نہیں ہو۔ مگر بحیثیت ممبر اتحاد ہمارے لیے خطرناک ہوسکتا ہو۔ فرانسیسی سپاہ کی فوجی قابلیت درحقیقت اعلیٰ ہو۔ اعدادی لحاظ سے ہمارے مغربی ہمسایہ کی فوج تقریباً برابر ہو۔ اور بعض شاخوں میں باعتبار نظام و آراستگی فرانس کو فضیلت ہو۔ لیکن بعض شاخوں میں ہم کو ترجیح ہو۔ چنانچہ فرانسیسی فوج ایک کمانیر کی ماتحتی اور متحدہ اسپرٹ سے عاری ہو جو جرمن فوج۔ جرمن قوم کی استوار قوت اور افسروں کی اجتماعی اسپرٹ کا خاصہ ہو فرانس کے پاس وہ قومی ریزرو بھی نہیں ہیں جنسے ہماری فوج کی تعداد دُگنی ہوسکتی ہو۔ لیکن اگر فرانس کوئی بڑی افریقائی فوج یوروپین میدانِ جنگ میں لاسکے تو اُسکی فوج کی تعداد کا تخمینہ ہماری تعداد کے مقابلہ میں بالکل اور ہوگا۔ یہ امکان بھلادینے کے قابل نہیں ہو بلحاظ حالات و معاملات سابقہ ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ فرانس چاہے تھوڑے ہی عرصہ کے لیے سہی جرمنی پر فضیلت حاصل کرنے کے لیے کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھے گا۔ وہ خوب جانتا ہو کہ وہ اپنے سیاسی مقصود تک بغیر اپنے مشرقی ہمسایہ کی پوری شکست کے نہیں پہونچ سکتا۔ اور یہ نتیجہ صرف غیر معمولی کوششوں کے عمل میں لانے سے حاصل ہوسکتا ہو یہ امر یقینی ہو کہ فرانس انتہائی سرگرمی کے ساتھ صرف اپنی فوجی قوت کے بڑھانے میں ہی ساعی نہو گا بلکہ اگر جرمنی نے اس پر حملہ کیا تو اپنے تحفظ میں جان توڑ کر کوشش کریگا۔ لیکن غالباً جرمنی پر وہ حملہ آور نہ ہوگا تاوقتیکہ وہ اپنی قابلیت کو انتہائی درجہ پر نہ پہونچا دے اور اس کو یہ یقین نہ ہوجاوے کہ قابل جنگ اتحادیوں کی مدد سے اُسے فوجی غلبہ حاصل ہو غیر موافق حالتوں میں بازی نہایت سخت ہو لیکن اگر فرانس کے خیال میں کل ترپ اُس کے ہاتھ میں ہیں تو اُس کو حملہ آورانہ جنگ سے جھجک نہ ہوگی اور ہم کو مہلک ضرب لگانے کے لیے ہر چیز کی بازی لگادے گا۔ اس دشمن سے ہم کو نہایت

سخت خصومت کی اُمید کرنا چاہیے۔ اگر اتحاد ثلاثہ ٹوٹ جاے جسکا اب گمان ہی تو یہ وقت
بہت قریب آگیا سمجھ لینا چاہیے۔ اگر ہم سے یہ جنگ بہ شرکت انگلستان ہوئی تو متحدہ دول
عظمیٰ ہمارے ترکیبی داہنے بازو کو بلجیم و ہالینڈ میں سے آکر ہٹانے کی کوشش کرینگے اور ویزل
( ) و فلشنگ ( ) کے درمیان جو قلعے ہیں اُنکے بیچ میں سے
ہو کر جرمنی میں گھس آئینگے۔ لیکن اس سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ رائین ( ) کا
مستحکم خط بچ جاے گا اور ہمارے مرکزوں پر خشکی کی طرف سے حملہ نہوگا۔ انگریزی فرانسیسی متحدہ
بیڑے کی فوقیت کی وجہ سے حملہ آور فوج بلا دقت ہمارے سواحل پر اپنا مرکز قایم کرلیگی۔
ایسی کارروائی سے ہماری مغربی سرحد پر سامنے سے حملہ کرنے میں بیحد سہولت ہوگی اور
فرانسیسی میٹز ( ) اور ڈیڈن ہوفن ( ) کا محاصرہ کرنے کے بعد
فتحیابی کے ساتھ رائین ( ) کی طرف آگے کو بڑھ سکیں گے۔ انگلستان جسکی دشمنی کا
مثل فرانس کے ہم کو یقین ہی ہمارے خلاف بری جنگ صرف ایسے اتحادی کی حمایت
سے کریگا جو اصلی حملہ میں آگے ہو انگریزی سپاہ صرف امدادی ہوگی۔ اُس میں الگ
معرکہ آرائی کی قوت نہیں ہی۔ انگلستان کے اغراض کا میدان بالکل الگ ہی اور یہ اغراض
فرانس کے اغراض سے میل نہیں کھاتے۔

انگلستان کی غرض ہماری بحری فوج و ہماری بحری تجارت کی تباہی ہی تاکہ وہ بوجوہات
مفصلۂ ماقبل ہماری قوت کو اور آگے پھیلنے سے روک سکے۔ مگر اُسکا اس میں کوئی فائدہ نہیں
کہ ہماری یوروپین سلطنتی حیثیت کو تباہ کرنے یا فرانس کو یورپ کے اندر فوقیت حاصل کرنے میں
مدد دے۔ انگریزی اغراض کا اقتضا ہی کہ یوروپین سلطنتوں کے درمیان خاص توازن قایم ہے
انگلستان فرانس سے اس غرض کے لیے کام لینا چاہتا ہی کہ اُس کی مدد سے اپنے ذاتی اغراض
حاصل کرے مگر وہ اپنے اتحادی کے فائدہ کے لیے کبھی ایسی قربانیاں گوارا نہ کرے گا جو
قطعًا ضروری نہیں ہیں۔ مختصر یہ کہ اگر اُس نے دیکھا کہ وہ اپنی سیاسی حالت و اغراض فضیلت
بحری سے ہمارے خلاف جنگ میں حصہ لینے کے لیے مجبور ہے۔ تو یقینًا اس کی تدبیر
معرکہ آرائی انھیں اصول پر ہوگی۔

اگر انگلستان جیسا گمان غالب ہے جلد یا دیر میں اِس ارادہ پر قائم ہو جائیگا تو ظاہر ہے کہ اُسکا نفع سریع فتح میں ہے۔ اِس میں اوّل تو اُسکی تجارت کو ضرورت سے زیادہ دنوں تک جنگ سے ضرر نہیں پہونچے گا۔ دوسرے اگر انگلستان کے ہاتھ پیر بڑی جنگ سے بندھ گئے تو اُسکی عالمگیر سلطنت کی ڈھیلی اور بعید المرکز قوتوں میں حرکت پیدا ہو جانیکا اندیشہ ہے۔ اسلئے ممکن ہے کہ نوآبادیاں اپنے اپنے اغراض کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ اگر انگلستان کی فوجیں زیادہ عرصہ تک یوروپین جنگ میں مصروف رہیں تو بعید نہیں کہ ہندوستان لہ اور مصر میں انقلابات شروع ہو جائیں علاوہ بریں ممکن ہے کہ وہ سلطنتیں جو شریک جنگ نہیں ہیں تعویق فیصلہ کی صورت میں ہماری طرفدار بنکر بیچ میں پڑیں۔ مداخلت غیر جانبداری کی پیش بندی کے لیے ۱۸۷۰ء میں ہمارے لیے پیرس کا جلدی لینا مفید ہوا۔ ایسی ہی حالتیں انگلستان کے معاملہ میں پیدا ہو سکتی ہیں۔ اِس لیے ہم کو دل میں ٹھانے رہنا چاہیے کہ بحری حملہ سخت ترین حملہ ہوگا اور اِس مستحکم ارادہ کے ساتھ کیا جائیگا کہ ہمارا بیڑہ اور ہمارے بڑے تجارتی مرکز بالکل نیست و نابود کر دیے جائیں۔ نیز یہ ممکن ہی نہیں بلکہ اغلب ہے کہ انگلستان براعظم یورپ میں اپنے اتحادیوں کے ساتھ ملکر لڑنے کے لیے فوج لائیگا۔ نیز ساحل پر بحری حملے میں مدد چاہے گا۔ دوسری طرف بری جنگ میں صرف اُس حد تک اِس قسم کی جان توڑ ہمت کا اظہار کیا جائیگا جس حد تک کہ ہمارے بحری مرکزوں کے فتح و برباد کرنے کے اغراض پر عمل ہو۔ انگریز اِس سے زیادہ کرنے پر راغب نہ ہوں گے کیونکہ جرمن مددگار جو اکثر انگلستان کی لڑائیاں لڑتے ہیں اب شامل نہیں ہوں گے۔ قوم کی بڑی سے بڑی کوششیں بحری جنگ تک محدود ہو جائینگی بری جنگ محض محدود غرض کے لیے کیجائے گی جس پر اُس کی نوعیت کا انحصار ہوگا۔ یہ بہت مشکوک بات ہے کہ انگریزی فوج کامیابی کے ساتھ یوروپین افواج کے خلاف حملہ آورانہ

لہ لیکن ہندوستان اور مصر جنکی بغاوتوں پر اسکو بھروسہ تھا اسکی اُمید کے خلاف نکلے۔ ہندوستان نے اِس موقع پر جس شاندارانہ طریقے سے اپنی وفاداری کا اظہار کیا ہے اسکی نظیر تاریخ میں نہیں ملسکتی۔ جرمنی کو اب کم از کم اپنی اصولی غلطی کا ادراک ہو گیا ہوگا۔ نہ صرف جرمنی بلکہ دیگر مخاصمین سلطنتوں کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہندوستان کا ہر ہر فرد جو انگریزی حکومت کی برکت کو محسوس کر چکا ہے تاج برطانیہ پر سے قربان ہونے کو طیار ہے۔

جنگ کرنے کے قابل ہوسکے گی جنوبی افریقہ میں انگریزی رجمنٹیں بہت دلاوری سے لڑیں اور انھوں نے نقصانات اُٹھائے نیز حملہ آورانہ جنگ میں چالاکیوں اور جنگی تدابیر دونوں میں اُنھیں پوری ناکامی ہوئی اور چند مستثنیات کے ساتھ سپہ سالاری بھی اتنی ہی خراب رہی خبروں سے معلوم ہوا ہی کہ آخر کرتب جو آئرلینڈ میں بڑے پیمانہ پر جنرل فرنچ کی نگرانی میں ہوتے تھے - جہاں تک قابلیت صف آرائی سے تعلق ہو اُن سے انگریزی فوج کی حالت اچھی ثابت نہیں ہوئی۔ مشرق کی طرف متوجہ ہونے سے پیشینگوئی کرنے کے لیے کہ روس کیا کریگا ہم روسی نقطہ خیال سے یہ تسلیم کرسکتے ہیں کہ بہ نسبت کسی جدید مشرقی جنگ کے (چین یا جاپان کے خلاف) اُسکو مغرب میں کامیابی کی زیادہ اُمیدیں ہیں۔ سلطنت روس کے مغرب میں زبردست اتحادی ہیں جو جرمنی پر حملہ میں شریک ہونے کے لیے بیچین ہیں - بوجہ حالات جغرافیائی و وسایل خبر رسانی بمقابلہ منچوریا وہاں قوت کی تیز اور باقاعدہ ترقی کے لیے بہت زیادہ موقع ہیں - عام رائے جسمیں مثل سابق جرمنی کے ساتھ سخت نفرت شامل ہو اس جنگ کے موافق ہوگی اور جرمنی و آسٹریا پر فتح حاصل ہونے سے صرف قسطنطنیہ کا ہی راستہ نہیں کھلجائیگا بلکہ مغربی یورپ میں روس کا سیاسی و تجارتی اثر بہت بڑھ جائیگا - اس کامیابی سے ایشیا کی شکستوں کی بڑی تلافی ہوجائے گی اور ایسے اچھے موقع ملیں گے جنکی سلطنت کی بعید مشرقی سرحدوں پر کبھی توقع نہیں ہوسکتی تھی -

لہٰذا اگر روس ان مواقع کا موازنہ کرکے مغربی حملہ آورانہ جنگ میں مبتلا ہوا تو جنگ کیصورت غالبًا فرانسیسی جرمن جنگ سے بالکل مختلف ہوگی - اول تو روس اپنی وسعت ملک کی وجہ سے کامل تسخیر سے محفوظ ہی - بحالت شکست اُسکا مرکز ثقل ہٹ نہیں سکتا - اس لیے روسی جنگ پر سلطنت کی سیاسی ہستی یا عدم ہستی کا انحصار نہیں ہوسکتا - روسی بدقت اُن جنگوں میں کبھی انہماک ظاہر کرینگے جنکے مقاصد صاف صاف اُنکی سمجھ میں نہیں آئے ہیں - اسکی تمام سلطنت بھر میں تمدنی و نیز سیاسی تعلیم اس قدر کم ہی بالخصوص کسانوں میں کہ خارجی پالسی کے مسائل کا سمجھنا ناممکن ہی رعایا کے علاوہ وہ فرقے جنھوں نے کچھ تھوڑی سی سطحی ناقص تعلیم اسکولوں میں پائی ہی انقلابات کے حامی ہوگئے ہیں یا آنکھ بند کرکے اُس پالسی کے پیرو ہیں

جو انکے اغراض کے لیے مناسب معلوم ہوتی ہو۔ کم از کم کسان جنگ سے صرف اپنے انقلابی تدابیر کی ترقی میں کام لیں گے جیسا اُنھوں نے روسی جاپانی جنگ کے نازک موقع پر کیا تھا۔ ان صورتوں میں خیال نہیں کہ اُس متحدہ قومی جوش کا اظہار ہو جس سے حملہ آورانہ جنگ مستقل دلی قوت کے ساتھ عمل میں آسکے۔ صورت معاملات میں ۱۸۱۲ء سے غیر معمولی تبدیلی واقع ہوئی ہو جب دفاع حملہ میں کچھ اتفاق رائے کا اظہار ہوا تھا۔ اگر روس آجکل جرمنی و آسٹریا کے ساتھ مغربی جنگ میں مبتلا ہوا تو وہ اپنی کل فوج میدان میں نہیں لاسکتا اول تو انقلابی عناصر جو سلطنت کے اندرونی حصہ میں پائے جاتے ہیں بلالحاظ اغراض قوم وسائل قوت قومی کی ہر کمزوری کو غنیمت سمجھکر اندرونی سیاسیات میں انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ دوسرے مشرق بعید میں جاپان یا چین جب روس کی فوجیں مغرب میں خوب گھری ہونگی اپنی سیاسی اغراض بزور شمشیر پورے کرنے کے موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دینگے۔ لہذا جیسا پہلے بیان ہوچکا ہو روس کو اس موقع کے لیے کچھ فوج محفوظ رکھنا پڑیگی۔

حالات موجودہ میں اگرچہ روس اپنی پوری قوت جرمنی و آسٹریا کے مقابلہ کے لیے نہیں لاسکتا اور اُسکو ہمیشہ کچھ فوج یوروپین جنوبی سرحد پر چھوڑنے کی ضرورت ہو مگر اُس پر بمقابلہ دیگر سلطنتوں کے شکستوں کا کم اثر ہوتا ہو۔ روسی سیاسی اقتدار پر نہ تو جنگ کریمیا سے نہ اُن سنگین قربانیوں سے جو اسکو ترکوں کے مقابلہ میں حصول فتح کے لیے کرنا پڑیں نہ جاپانیوں کے مقابلے میں زک اُٹھانے سے کوئی بھاری اثر پڑا ہو۔ مشرق یا جنوب میں شکست کھاکر وہ کسی اور مہم کی طرف متوجہ ہوتا ہو اور کسی دوسری سرحد پر اپنے نقصانات کی تلافی کرنے کی کوشش کرتا ہو۔

ظاہر ہو ان حالتوں کا اثر نوعیت جنگ پر پڑیگا۔ روس یقیناً ہمارے مقابلہ میں بھاری فوج میدان میں لائیگا۔ ٹرکی و جاپان کی جنگوں میں اندرونی معاملات کی وجہ سے وہ اپنی پوری طاقت سے کام نہ لے سکا۔ معرکہ جاپان میں خود فوج کی انقلابانہ شورش کا جنگی کارروائیوں پر اثر پڑا تھا اور گمان غالب ہو کہ یوروپین جنگ میں بھی یہی حالتیں زور سے ساتھ ہونگی بالخصوص اگر شکستوں نے انقلابی تحریکات کی مدد کی۔ روس کے خلاف جنگ

بمقابلہ کسی اور جنگ کے ہم کو ابتدا ہی میں بہت کچھ کرنا پڑے گا۔

اگر جنگ میں ابتدائی کارروائیاں ناکامیاب رہیں تو اُنکا اثر کل حالت پر بمقابلہ کسی اور جنگ کے زیادہ وسیع ہوگا۔ کیونکہ اس سے ملک کے اندر صرف ہمدردانہ خیالات ہی نہیں پیدا ہونگے بلکہ مخاصمانہ تحریکیں بھی ظہور میں آئینگی جن سے عمل جنگ کو سخت صدمہ پہونچیگا۔

روسی فوج کی قابلیت کا جہاں تک تعلق ہے روسی جاپانی جنگ نے ثابت کردیا کہ سپاہ بڑے استقلال سے لڑتی ہے۔ اس جنگ میں بہت سی مثالیں نفس کشی کی ظاہر ہوئیں۔ اور سنگین نقصانات کو جوانمردی کے ساتھ برداشت کیا گیا۔ برخلاف ازیں حملہ آوری میں روسی بالکل ناکامیاب رہے کچھ تو جنگی ترکیبوں کے لحاظ سے مگر خاص کر کمانیروں کی کوتاہی اور افراد کی پست ہمتی سے طریقہ عمل جنگ بالکل غلط تھا۔ عدم قوتِ فیصلہ و عدم ہر درجہ کے افسروں کی خصوصیات میں تھے اور ایک متنفس بھی ایسا سامنے نہیں آیا جس نے اوسط درجہ سے اوپر اُبھرنے کی کوشش کی ہو۔ یہ خیال نہیں ہوسکتا کہ شکست منچوریا کے زمانہ سے روسی سپہ سالاری کی اسپرٹ بالکل بدلگئی ہے اور یہ کہ ممتاز شخصیتیں اسٹیج پر آئی ہیں۔ لہذا اس فوج کا مقابلہ نہایت جرأت کے ساتھ حملہ آورانہ پالسی سے کرنا چاہیے جب ہم ان باتوں کا مقابلہ جرمنی کی حالت سے کرتے ہیں تو اس بات سے چشم پوشی نہیں کرسکتے کہ ہمیں اگر اپنے سیاسی اغراض کا حصول یا اپنے دشمنوں کے حملے کا دفاع منظور ہے تو سخت فوجی مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا

اوّل ہمارے ملک کی جغرافیائی ترکیب اور مواقع ہمارے بہت خلاف ہیں ہمارے ملک کی کھلی ہوئی سرحد کی وجہ سے ہمیں مسلسل تحفظ کا موقع نہیں ہے اور برلن مرکز گورنمنٹ وانتظام سرحد کے خطرناک قرب میں واقع ہے۔ ہماری مغربی سرحد پر جو بذاتِ خود مستحکم ہے شمال کی جانب سے بلجیم و ہالینڈ میں ہوکر بآسانی حملہ ہوسکتا ہے۔ کوئی قدرتی روک کوئی مستحکم قلعہ مخاصمانہ حملے کے مقابلہ کے لیے نہیں ہے اور غیر جانبداری محض کاغذی شہر پناہ ہے علیٰ ہذا القیاس جنوب میں سدِ راین کا توڑ سوٹیزرلینڈ میں ہوکر حملہ کرنے سے ہوسکتا ہے۔ گو ملک کی ساخت کی وجہ سے بھاری دشواریاں حائل ہیں۔ اور اگر اہل سوٹیزرلینڈ

استقلال کے ساتھ اپنا تحفظ کریں تو انکی روک کو توڑنا آسان کام نہیں ہی۔ انکی فوج کوئی حقیر چیز نہیں ہی۔ اور اگر دشمن ان کے پہاڑوں میں حملہ کیا جائیگا تو وہ ویسے ہی لڑینگے جیسے سیپاک ( ) اور مرٹمین ( ) میں لڑے تھے۔ بحر شمالی سے بالٹک کے قدرتی راستے یعنی ساؤنڈ ( ) وگریٹ بیلیٹ ( ) خارجی توپوں کے سامنے ہیں اور آسانی سے ہمارے دشمنوں کا شکار ہوسکتے ہیں۔
تنگ ساحل جہاں بحر شمالی کا سامنا ہی بذاتِ خود ایک مستحکم جلوہ ہی مگر ہالینڈ میں ہوکر بآسانی مسخر ہوسکتا ہی۔ انگلستان ہمارے ساحل کے سامنے اس طرح واقع ہوا ہی کہ ہماری پوری بحری تجارت کا بآسانی سد باب ہوسکتا ہی۔ صرف جنوب و جنوب و مشرق میں آسٹریا کی وجہ سے ہم براہ راست حملہ سے محفوظ ہیں۔ باقی ہر طرف دشمن ہمارا حلقہ کئے ہوئے ہیں تین طرف سے ہمارے اوپر حملہ ہوسکتا ہے۔ یہ حالت ہمیں اندرونی خطوط پر لڑنے کے لیے مجبور کرتی ہے اور اس اعتبار سے ہم کو اچھے موقع ہیں۔ لیکن اگر ہمارے دشمن صحیح و موزوں تدبیر عمل سمجھیں تو یہ بھی خالی از خطرات نہیں ہی۔
اپنی عام سیاسی حالت پر نظر ڈالنے سے یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی کہ ہم سب سے الگ ہیں اور اپنے متیقن سیاسی تدابیر کے عملدرآمد میں ہم کو کسی سے اعانت نہیں ملسکتی۔ انگلستان فرانس وروس ہماری قوت کے توڑنے میں غرض مشترکہ رکھتے ہیں۔ اس غرض کا احساس جلدی یا دیر میں بذریعہ ہتھیاروں کے کرایا جائے گا۔ لہذا جرمنی کی قوت بڑھانا کسی قوم کی غرض نہیں ہی اگر ہم اپنی قوت کی توسیع چاہتے ہیں جسکی ہماری حالت مقتضی ہی تو ہمیں بزور شمشیر نہایت برتر دشمنوں کے مقابلہ میں اسکو حاصل کرنا چاہیے۔ ہمارے اتحادات تحفظی ہیں نہ صرف ضابطہ میں بلکہ اصلیت میں بھی۔ میں پہلے بتلاچکا ہوں کہ یہ ان کی کمزوری کا باعث ہے نہ تو آسٹریا نہ اٹلی کی طرح اس بات پر مجبور ہیں کہ مسلح فوج سے ایسی جرمن پالسی کی تائید کریں جس کا منشاء اضافہ قوت ہوجتی کہ ہمیں ان سے سیاسی امدادکی بھی توقع نہیں جیساکہ اٹلی کے طرز عمل نے الجیراز ( ) کی کانفرنس میں کافی طور پر ثابت کردیا۔
اسوقت یہ بھی مشکوک معلوم ہوتا ہے کہ آیا ہم ہمیشہ ممبران اتحاد ثلاثہ کی حمایت پر تحفظی جنگ میں

بھروسہ کرسکتے ہیں یا نہیں۔ حال میں جو میل فرانس و انگلستان کے ساتھ اٹلی کا ہوا ہے وہ ایک غیر معمولی صورت کے خیال سے بھی بالاتر ہی جب ہم اس بات پر خیال کرتے ہیں کہ اٹلی کی فوج فرانس کا مقابلہ کرنے اور اپنے سواحل کو دشمنوں کے حملہ سے بچانے کے لائق نہیں ہی اور اس پر کہ طرابلس کے الحاق سے ایک نیا مقبوضہ پیدا ہو گیا ہی جسکا تحفظ فرانس و انگلستان کے مقابلہ میں آسان کام نہیں تو ہمیں اس بارہ میں کافی شک ہوتا ہے کہ اٹلی ایسی جنگ میں شریک ہو سکتا ہی جسمیں انگلستان فرانس ہمارے خلاف متحد ہوں آسٹریا لاریب ہمارا وفادار اتحادی ہی اُس کے اغراض کو ہمارے اغراض سے قریب تعلق ہی۔ اور اُس کی پالسی میں وفاداری وراستبازی کی وہی اسپرٹ ہی جو ہماری پالسی میں آسٹریا کے ساتھ۔ باینہمہ اُس کی طرف سے بھی ہم خالی از فکر نہیں ہیں کیونکہ آسٹریا جیسی مختلف النسل سلطنت میں جہاں متعدد سلافی عناصر ہیں ممکن ہی کہ حب الوطنی اس درجہ نہو کہ گورنمنٹ روس سے آخر دم تک لڑنا گوارا کرے۔ دراں حالیکہ روس ہمیں شکست دیدے۔ ایسا ہونا بعید نہیں ہے۔ اُن امکانات کے بیان کرنے میں جنکا ہماری پالسی پر اثر ہو سکتا ہی ہم اس خیال کو نظرانداز نہیں کر سکتے۔ لہذا شاید ایک نہ ایک دن ہم کو اقوام کی عظیم الشان جنگ میں تنہا کھڑا ہونا پڑے گا جسطرح فریڈرک اعظم کھڑا ہوا تھا جب انگلستان بیچ لڑائی میں رذالت کے ساتھ اُس کو چھوڑ بھاگا تھا لہذا ہم کو اپنی ہی طاقت اور عزم فتح پر بھروسہ کرنا ہوگا۔

ایسی جنگ بمقابلہ کسی اور قوم کے ہمارے لیے بہت زیادہ سیاسی و قومی وجود کی جنگ ہوگی یہ ایسی ہی ہونی چاہیے کیونکہ ہمارے مخالفین اپنے سیاسی مقاصد ہماری بری و بحری تباہی سے حاصل کر سکتے ہیں اگر فتح ناقص رہی تو اُن کو متواتر جنگ کا اندیشہ رہیگا اور یہ اُن کے اغراض کے خلاف نہ ہوگا۔ وہ اُسکو خوب جانتے ہیں اور اسلیے جنگ سے بچتے ہیں کیونکہ ہم اپنا تحفظ انتہائی شدت اور استقلال سے کریں گے۔ باینہمہ اگر واقعات نے جنگ کو اٹل کر دیا تو ہمارے دشمنوں کے اس ارادہ سے کہ ہمیں بیوندِ زمین کر دیں اور ہمارے اس عزم سے کہ اپنی حیثیت فتحیابی سے قایم رکھیں جنگ جان توڑ جنگ

ہو جائے گی۔ جو جنگ ان صورتوں میں لڑی جائے گی اور ناکامیاب رہے گی اس سے
ہماری محنت شاقہ سے حاصل کی ہوئی سیاسی اہمیت برباد ہو جائے گی۔ ہماری قوم کا
مستقبل جو کھوں میں پڑ جائیگا۔ ہم صدیوں پیچھے پھینک دیئے جائیں گے۔ مہذب دنیا میں جرمن
خیال کے اثر کو لغزش ہو جائے گی۔ اور اس طرح پر نوع انسان کی وہ صحیح ترقی
رک جائے گی جس کے لیے سرسبز و شاداب جرمنی ضروری شرط ہے ہماری جنگ
ما بعد ہمارے ملک اور نوع انسان کے اعلیٰ ترین اغراض کے واسطے لڑی جائیگی۔
اس سے وہ تاریخ عالم کی اہمیت کے جامہ سے مزین ہو جائے گی "عالمگیر سلطنت
یا تنزل" ہمارا نعرۂ جنگ ہو گا۔ اس خیال کو پیش نظر رکھ کر ہم کو جنگ کے لیے تیار
ہو جانا چاہیے فتح کرنے کے پورے ارادہ اور آخر تک مستقل رہنے کے عزم سے چاہے
کچھ بھی ہو ہم ابتدا کریں گے۔

لہذا ہم کو مختصر جنگ کے لیے ہی نہیں بلکہ طویل معرکہ کے واسطے تیار ہو جانا چاہیے
اپنے دشمنوں کی شکست کی تکمیل کے واسطے ہمیں مسلح رہنا چاہیے۔ تاوقتیکہ ہمیں
فتح نصیب ہو لیکن اگر شکست ہو تو اپنے ملک کے اندر اپنا تحفظ کرتے رہیں
حتیٰ کہ آخر میں کامیابی حاصل ہو۔

اس لیے اپنے دشمنوں کے ساتھ کوئی اعدادی مساویت قایم رکھنا کافی نہیں
ہے۔ برخلاف ازیں ہمکو قوم کے کل زوروں کو جمع کرنے کی کوشش لازم ہے۔ اور
اس بڑے فیصلہ کے لیے تیار اور مسلح ہونا جو سر پر ہے واجب ہے ہم کو نیز دشوار باتوں
میں اپنے مخاصمین پر کچھ فوقیت حاصل کرنے کی سعی کرنا چاہیے تاکہ ایسی جنگ میں
جو شروع ہی سے غیر مساوی ہے ہمارے ہاتھ میں چند جیتنے والے ٹرپ ہوں۔ اثنائے
تیاری جنگ میں یہ دو باتیں یاد رکھنا چاہییں۔ صرف ان فرائض کے متواتر احساس سے
جو جنگ نے ہم پر عاید کئے ہیں ہم اپنی پوری تیاریاں عمل میں لا سکتے ہیں اور ان مطالبات
کو پورا کر سکتے ہیں جنکا مستقبل ہم سے طلبگار ہے۔ ساڑھے چھ کروڑ نفوس کی
قوم جو اپنے کل زوروں کی بازی اپنی ذات کے لیے تحصیل حیثیت اور اس حیثیت کے

قیام پر لگا دے مغلوب نہیں ہو سکتی مگر اُس کے لیے وہ دن بڑا دن ہے جب وہ محض
قوت کے عکس پر بھروسہ کرے یا اپنے دشمنوں کی قوت کا غلط اندازہ کر کے ناقص تدابیر
پر قانع ہو جائے اور تقدیر یا اتفاق پر بھروسہ کر کے اس چیز کے ملنے کی تمنا رکھے جو صرف
جد و جہد اور کل قوتوں کی ترقی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

آیندہ بحری جنگ

یورپ کی آیندہ بری جنگ میں غالباً آسٹریا کی معیت میں ہم اپنے دشمنوں سے نبرد آزما ہوں گے اور اِس طرح جو فوجیں بھی ہمارے مقابل ہونگی اُن کو مغلوب کرسکیں گے مگر بحری جنگ میں ہم کو اپنی ہی کائنات پر بھروسہ کرنا پڑے گا اور تن تنہا اُن برتر افواج کے مقابلہ میں اپنا تحفظ کرنا ہوگا جو یقیناً ہم کو سخت دبائینگی۔

اِس میں شک نہیں کہ یہ جنگ انگلستان سے ہوگی۔ اگرچہ ہم انگلستان پر حملہ کرنے کا خیال نہیں کرسکتے کیونکہ ایسے حملہ میں سوائے مایوسی کے اور کیا دھرا ہی مگر خود انگلستان کو ہماری سیاسی قوت کے روکنے میں خاص توجہ ہی لہذا ہمارے بیڑے کو نیست و نابود کرنے اور فرانس کو مدد دینے کے لیے خاص حالتوں میں وہ ہم پر حملہ کریگا علاوہ بریں انگریزوں نے اس بات کی کوشش کی ہی کہ اُن کے ساتھ جنگ کا خیال ہمیشہ ہمارے پیش نظر رہے۔ وہ جرمن حملہ کا اس قدر زیادہ ذکر کرتے ہیں کہ اُن کو حیرت نہو گی اگر اس مسئلہ پر مخالفانہ نقطۂ خیال سے روشنی ڈالی جائے۔ علاوہ بریں جو تیاریاں وہ بحر شمالی میں کر رہے ہیں اُن سے صاف ظاہر ہی کہ اُن کا خیال جرمنی پر حملہ کرنیکا ہی۔ یہ تیاریاں شل ترکیبی دھاٹ کے ہیں اور بحری مرکزوں کی توسیع سے اُن کے اس ارادہ میں کسی شک وشبہ کی گنجایش باقی نہیں رہتی راستہ ( ) کا بڑا فوجی بندرگاہ یقیناً جرمنی سے جنگ کے مواقع کے لیے بنایا گیا ہی اسکے ہرگز کچھ اور معنی نہیں ہوسکتے ہاروچ ( ) بھی حال میں ایک زبردست بحری مرکز کردیا گیا ہی اور جزائر ارکنیز ( ) میں اسکاپافلو ( ) کا معمولی لنگرگاہ بھی بڑھا کر کروزر اسٹیشن بنادیا گیا ہی۔ یہ کارروائیاں براہ راست وعلانیہ ہمارے

خلاف ہیں اور فوجی حالت جو اس صورت سے پیدا ہو گئی ہے قابل تفحص ہے۔
انگریزوں کو جرمنی سے جنگ کا خیال ۱۹۰۲ء سے پیدا ہوا ہے اس سال سے پہلے کوئی خیال اس امکان کا نہ تھا اور اس لیے یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے کہ گذشتہ کھوئے وقت کی وہ تلافی کرنا چاہتے ہیں۔ اس سے تدابیر کی مخالفانہ نوعیت میں فرق نہیں آتا اور نہ اس بات میں کہ انگریزوں کی تیاری ہائے جنگ جرمنی کی خلاف ہیں۔ کوئی تبدیلی واقع ہوتی ہے لہذا ہمیں جیسا کہ دنیا کی عام حالت ہمکو یقین دلاتی ہے اس امکان پر بھروسہ کرنا چاہیے کہ انگلستان سے بحری جنگ ہوگی اور اسوقت ہمیں بے انتہا فوقیت تعداد کے مقابلہ میں لڑنا پڑیگا۔ دشمن کی فوقیت اتنی زیادہ ہوگی کہ عرصہ دراز تک ہم انگریزی بیڑے پر مجاربانہ کارروائی نہ کر سکیں گے۔ مگر ہم کو اس امکان کا تصور کرنا چاہیے کہ اگر انگلستان نے ہمپر حملہ کیا تو کسی نہ کسی طرح ہم اُسپر غالب ہو جائیں گے اور بحری آزادی حاصل کرلیں گے۔ ہم اس امکان پر اب بحث کرتے ہیں۔ اس معاملہ میں میں مختصراً اپنی ذاتی رایوں کا اظہار کرتا ہوں جنمیں کوئی اصطلاحی بحری معلومات شامل نہیں ہیں اور اُنکا تعلق محض اُن فوجی خیالات سے ہے جو ہمارے قرین قیاس مخاصمین کے دل میں گذر سکتے ہیں اور گذرینگے۔ میں امیر البحر جی کے کوئی راز بتا نہیں سکتا کیونکہ مجھے کوئی راز معلوم ہی نہیں۔ مگر میں ضروری خیال کرتا ہوں کہ اہالیان جرمنی کو اس بات کا صاف ادراک کراؤں کہ انگلستان کی طرف سے کیا خطرات ہیں اور اُنکا کس طرح مقابلہ ہو سکتا ہے ان خطرات اور اس بات کے یقین سے کہ ہم میں اتنی قوت نہیں ہے کہ ہم خود جنگ کے محرک ہوں۔ یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ تحفظی بحری ترکیب سے وہ کیا وسائل ہیں کہ ایک فائق اور چاق چوبند دشمن کے مقابلہ میں حفاظت ہو جائے اور بتدریج غلبہ حاصل ہو۔
یہ ترکیب اس طرح ممکن ہے کہ دشمن پر اسکے حملے کا انتظار کیے بغیر ناگہانی حملہ کر دیا جائے اور جو عمل جاپان نے پورٹ آرتھر کے سامنے کیا تھا وہی یہاں بھی کیا جائے۔ اس طریقہ سے البتہ جنگ کے ابتدا ہی میں انگریزی بیڑے کو سخت نقصان پہونچ سکتا ہے اسکی فوقیت گھٹ سکتی ہے اور کامیاب محاصرہ کا آغاز کچھ عرصہ کے لیے معرض التوا میں پڑ سکتا ہے۔ ایسی کوشش بعید از قیاس نہیں ہے مگر اس کارروائی میں میرے نزدیک کسی بڑی کامیابی کی امید

نہیں۔ انگریزوں نے اپنے کھلے ہوئے بندرگاہوں میں وسیع تحفظانہ عمارات سے اپنے آپکو ایسے حملوں سے محفوظ کر لیا ہے ایسا کرنے سے تارپیڈو اور آبدوز کشتیوں کو جوکھوں میں ڈالنا خطرناک ہے۔ ان کشتیوں کی بعد کو جنگ میں ایسی ایسی دلاورانہ کارروائیوں کے لیے سخت ضرورت پڑیگی۔ حتیٰ کہ انگریزی تجارت کے خلاف بھی جنگ میں بمقابلہ سابق کم اُمیدیں ہیں جونہی کہ سیاسی کشیدگی شروع ہو جائیگی انگریزی تجارتی جہازوں کو اُن کے متعدد کروزر اپنی پناہ میں لیجائیں گے۔ ان صورتوں میں ہمارے معاون کروزر کچھ نہ کرسکیں گے اور ہمارے خارجی جنگی جہاز کوئلہ ختم ہونے سے پہلے دشمن کے جنگی جہازوں پر فوراً حملہ کرنا شروع کردیں گے کیونکہ ان جہازوں کے کوئلے کے صندوق پھر بھرنا سخت کام ہو جائیگا۔

بایں ہمہ انگریزی تجارت کے خلاف جنگ دلاوری وجوش کے ساتھ کرنا لازم ہے اور یکایک شروع کردینا چاہیے۔ جہازات جو مال غنیمت میں ہاتھ لگیں اُن کو سفاکی کیساتھ تباہ کردیا جائے کیونکہ انگریزوں کی بڑی فوقیت وغیرہ اپنے کم خارجی مرکزوں کے باعث ہم اپنے جہازوں کو بڑے خطرے میں ڈالے بغیر خیریت سے واپس نہیں لاسکتے اُن غیرجانبدار جہازوں کا جنمیں ممنوعہ اشیا لدی ہوں سخت تدارک کیا جائے مگر کوئی بڑے قیمتی نتائج انگلستان کی تجارت کے خلاف جنگ کرنے سے نہیں نکل سکتے برخلاف ازیں انگلستان متعدد کروزروں و معاون کروزروں سے جو اسکے پاس ہیں ہماری بحری تجارت کو بیکار کرسکتا ہے۔ حتیٰ کہ زمانہ امن میں ناگہانی حملہ کے لیے ہمیں تیار رہنا چاہیے۔ انگلستان کے اغراض اگر جوکھوں میں ہوتے ہیں تو اسکی یہ عادت نہیں کہ اپنے فعل کو اعلیٰ لحاظات سے پابزنجیر کردے۔

ان صورتوں میں ہمارے لیے سوائے اسکے کوئی چارہ نہیں کہ اپنے ساحلی قلعوں کی توپوں کے سایہ میں اپنا جنگی بیڑا لیکر سٹ آئیں اور سرنگوں سے اپنی سواحل کی حفاظت کریں اور ان کو انگریزی جہازوں کے لیے خطرناک بناویں۔ سرنگیں حملہ کی محض پُراثر روک ہیں بشرطیکہ اُن کی حفاظت کیجاسکے مگر ان سے کثیر نقصان بھی ہوسکتا ہے اگر دشمن کو اُنکا علم ہو نیز اسکا انتظام کرنا ہم پر واجب ہوگا کہ باہر سے ضروریات کی اشیا آسکیں کیونکہ

ہمارے سلسلہائے مراسلات انگریز بالکل منقطع کردینگے۔ سب سے سہل اور ارزاں طریقہ یہ ہوگا کہ باہر کا مال بذریعہ ہالینڈ یا شاید غیر جانبدار بیلجیم آئے اور ہمارا اچھا تیار شدہ مال ہالینڈ اور فلانڈرس کے بندرگاہوں کے ذریعہ سے باہر جائے۔ نئے تجارتی راستے ڈینمارک میں سے نکالے جاسکتے ہیں۔ ہماری بحری تجارت معطل رہیگی مگر ان تدابیر سے تجارت کا کامل سدِ باب نہوگا۔

لیکن یہ بہت ممکن ہو کہ انگلستان ایسے مراسلات کا غیر جانبدار علاقہ میں سے ہوکر گذرنا گوارا نہ کرے کیونکہ اس طریقہ سے ہماری تجارت پر اُسکی جنگ کا اثر بہت خفیف ہو جائیگا۔ ان تجارتی راستوں کے بند کرنے کی کوشش غیر جانبداری کے خلاف ہوگی اور سلطنتوں کے سامنے یہ اہم سوال ہوگا۔ کہ آیا وہ انگلستان کی مرضی کے موافق کاربند ہوں اور جرمنی کو اپنا دشمن بنائیں یا جرمن سلطنت کے ساتھ اُس حسبیئت کو ترجیح دیں جو جغرافیہ کی روسے اُنکو حاصل ہو۔ اُن کو دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کرنا پڑیگی انگلستان سے بحری جنگ یا اپنے جرمن ہمسایہ سے یورپین جنگ۔ انمیں ہر ایک بہت خطرناک ہو یہ بات کہ انگلستان کمزور تر ہمسایوں کی غیر جانبداری کی زیادہ پروا کریگا درآں حالیکہ ایسا خطرہ زیر تنقیح ہو قابل یقین نہیں۔ انفرادی غیر جانبدار سلطنتوں کے اخیر فیصلے کے متعلق کوئی پیشینگوئی نہیں کیجا سکتی اِسکا انحصار غالباً اُس عام سیاسی حالت اور سیاسی مطلع پر ہوگا جو دیگر دول عالم کا انگریزی فرانسیسی جنگ کے متعلق اُسوقت رہیگا۔ اِس بارہ میں فرانس وروس کی پالسی ایک اہم جزو ہوگی۔ ان صورتوں میں اِسکی علت آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہو کہ ہالینڈ والے جانب سمندر اپنی غیر جانبداری قائم رکھنے کے لیے اپنے ساحل کے ضروری مقامات کو قلع بندی سے مستحکم کرنے کی زور کے ساتھ تجویزیں پیش کر رہے ہیں۔ نیز انھیں اپنی مشرقی سرحد کی بھی فکر ہو جس پر ظاہر ہو کہ جب وہ ہمارے دشمنوں کے ساتھ ہونگے جرمنی کا حملہ ہوگا۔ میں آگے اُن سیاسی و فوجی امکانات کا بیان نہیں کرونگا جو پیدا ہوجائینگے بحالیکہ ہالینڈ۔ بیلجیم۔ و ڈنمارک جنگ سے مجبور ہوکر کوئی ہمدردانہ معاہدہ کرلیں۔ مگر میں صرف یہ بتلاؤنگا کہ بحری جنگ کا یورپ کی جنگ اور بالعموم سیاسی تعلقات پر بڑا وسیع اثر ہوگا اور ہونا چاہیے

وتجارت کا طرز عمل بہت اہم ہوگا کیونکہ بالٹک کی آمد و رفت کے راستہ کا انحصار اُسی پر رہیگا ہمارے لیے نہایت ضروری ہے کہ یہ راستہ کھلا رہے اور اسی کے انتظام کی طرف اطمینان کر لینا لازم ہے بیلٹ اور ساؤنڈ کا کھلا ہوا دروازہ جنگ کرنے کے لیے نہایت اہم ہوسکتا ہے۔ سویڈن (کیساتھ کھلی تجارت ہمارے لیے ضروری ہے کیونکہ جب اور ممالک سے برآمد اشیا بند ہوجائینگی تو ہماری حرفت کا زیادہ انحصار سویڈن کے لوہے کی کچی دھات پر رہ جائیگا۔ اسکا انحصار معاملات کی عام حالت اور متعلقہ اقوام کی پالسی پر ہوگا کہ آیا یہ بحری راستہ حکمت عملی کے معاہدات سے محفوظ رہ سکتا ہے یا فوجی کارروائی سے کھلا رہنا چاہیے جزائر ڈینمارک پر ہم دشمن کا قبضہ گوارا نہیں کرسکتے پیچیدہ اور سنگین معاملات سیاسی و فوجی دونوں اس طرح پر انگریزی و جرمن جنگ سے اُٹھ کھڑے ہونگے۔ ہماری تجارت کو ہر صورت میں بڑا نقصان ہوگا کیونکہ بحری سلسلہائے خبر رسانی ہر طرف سے منقطع ہوجائیں گے فرض کرو کہ فرانس و روس ہماری بری سرحد کو بند کردیں۔ اُس صورت میں صرف سوئٹزرلینڈ و آسٹریا میں ہوکر تجارت کا راستہ ہمارے لیے کھلا رہے گا۔ اس حالت میں ہماری خانگی مشکلات سخت ہوجائینگی اور زیادہ سختی کے ساتھ جنگ کرنیکا جوش ہم میں پیدا ہوجائے گا۔ بہر صورت جب جنگ سامنے ہو ہم کو بلا توقف ایک راستہ تیار کرنا چاہیے جسکے ذریعہ سے ہم ضروری اشیا خوردنی اور کچا مال باہر سے منگا سکیں اور اپنی بنائی ہوئی فاضل چیزیں چاہے تھوڑی مقدار میں ہوں بھیج سکیں۔ یہ تدابیر وقت کے وقت عمل پذیر نہیں ہوسکتیں۔ اِن کو زمانۂ امن میں محنت سے مکمل کرنا چاہیے اور گورنمنٹ کے ایک معین سررشتہ کی سپردگی میں یہ تیاریاں دیدی جائیں۔ وزارت تجارت ظاہر ہے اس کے لیے موزوں سررشتہ ہے اس سررشتہ کو بڑی تجارتی کوٹھیوں کے مشورہ سے وہ راستے تیار کرنا چاہییں جن پر ہماری تجارت کو چلنا لازم ہے۔ گویا ایک قسم کی تجارتی بیداری ہونا چاہیے۔

یہ ہدایتیں ابتدائی تدابیر ہیں جن پر انگلستان سے جنگ چھیڑنے کی حالت میں ہم کو

عمل کرنا ہی اوّل ہم کو دفاعی جنگ کرنا چاہیے اور اسلیے اپنی سواحل کے محاصرہ کا خیال کرنا پڑیگا دراں حالیکہ ہم انگریزی حملہ کا دفاع کردیں۔ اس محاصرہ کے دو طریقہ ہوسکتے ہیں انگلستان ہمارے پورے ساحل بحرِ شمالی کا محاصرہ کرسکتا ہو اور ساتھ ہی ڈینمارک کے آبنایوں کو بند کرسکتا ہو جس سے بندرگاہان بالٹک کا سلسلۂ مراسلات منقطع ہوجائے گا یا ایک جانب تو انگلش چینل ( ) اور دوسری جانب شمالی اسکاٹلینڈ و ناروے کے درمیان ہیگیرہیڈ اکرشنڈر ( ) خط پر کھلے ہوئے سمندر کا سدِ باب کرسکتا ہو اور اس طرح ہماری بحری تجارت کو بیکار اور بیلجیم و ہالینڈ۔ ڈینمارک وسوئیڈن کے جہازوں کو قابو میں لاسکتا ہو پورے محاصرہ سے انگریزی بیڑہ پر بڑا بار پڑیگا۔ انگریزی ماہرین فن کے خیال کے مطابق مستقل محاصرہ کی صورت میں مرکز و محاصرائی خط کے درمیان دو سو بحری میل سے زیادہ فاصلہ نہ ہونا چاہیے۔ چونکہ کل انگریزی بندرگاہ ہمارے ساحل سے بہت زیادہ فاصلے پر ہیں محاصرہ جاری رکھنے کی دقتیں بہت زیادہ بڑھ جائینگی یہی وجہ ہو کہ ہارچ ( ) کی کھاڑی حال میں مستحکم بحری بندرگاہ بنا دی گئی ہو۔ انگریزی ساحل پر وہ سب سے اچھا بندرگاہ سمجھا جاتا ہو اور جرمن ساحل سے تین سو میل سے زیادہ اُس کا فاصلہ نہیں ہو۔ اس میں قلع بندی و نیز جنگ کے زمانہ میں محفوظ آمد و رفت کے واسطے موقع ہیں مگر جرمن بندرگاہوں کا فاصلہ اغراضِ محاصرہ کے لیے کوئی بہت اہم چیز نہیں ہو اگر انگریزوں نے ایسے محاصرہ کا خیال کیا تو وہ یقیناً ہمارے کنارہ پر اور شاید ہالینڈ کے کنارہ پر مرکز قائم کرنے کی کوشش کریں گے ہمارا کام یہ ہو کہ ہر صورت سے کوشش کرکے روکیں۔ صرف ہر مقام کو مثل ہیلی گولینڈ ( ) (بورکم) و سلیٹ ( ) کو زمانۂ امن میں مستحکم کرنے کی ہی ضرورت نہیں ہو بلکہ کُل اُترنے کی کوششوں میں بذریعہ اپنے بیڑے کے روک اور پیچیدگی پیدا کرنا لازم ہی۔ اس کام کو بڑا بذریعہ آبدوز کشتیوں کے انجام دیسکتا ہو رات کو تارپیڈو و

کشتیاں ساتھ ملکر کام کر سکتی ہیں اگر اُترنے والی فوج اُسوقت بھی جہاز پر ہو۔

ایسے پورے محاصرہ میں دشمن کو نقصان پہنچانے کے بہت سے موقع ہیں۔ بشرطیکہ ساحلی بچگاہات کی ترکیب بغرض حملہ آوری ایسی ہو کہ اُنکی پناہ میں بیڑا اکٹھا ہو سکے اور اپنے مقامات سے حملہ آورانہ کارروائیوں کے لیے آگے بڑھ سکے۔ ایسے موقع ہمارے شمالی کنارہ پر ہیں اور ہم کو اپنی کوششوں سے مختلف طور پر اُن سے کام لینا چاہیے۔ ہمکو لازم ہے کہ متواتر اور ناگہانی حملوں سے بوقت شب کچھ تو بذریعہ آبدوز کشتیوں اور تارپیڈو کشتیوں اور کچھ بذریعہ جنگی جہازات حملہ آور بیڑے کو سانس لینے کی مہلت نہ دیں اور اُسکو امکان بھر نقصان پہنچائیں۔ ہم کو برتر مخالف افواج سے مصروف جنگ نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ سمندر میں جنگ کے سلسلے کو منقطع کرنا ناممکن ہے اسلیے کہ دشمن کی توپوں کی زد سے بچنے کے لیے کوئی پناہ نہیں ہوتی۔ جو جنگ چھڑ گئی بس اُسکا خاتمہ ہی ہو جانا چاہیے۔ دشمن کو معتدبہ نقصان اُس حالت میں پہونچ سکتا ہے کہ اُس پر جبری حملہ ہو۔ چھڑی ہوئی جنگ کو بغیر کثیر نقصانات اُٹھائے چھوڑ دینا صرف نہایت غیر معمولی طور پر اچھے موقعوں کی صورت میں ممکن ہے مثلاً جب قلعہ بند مرکز قریب ہو۔ کامیاب جنگی ناکہ بندی سے دشمن پر متواتر حملے کرنا یقینی ممکن العمل ہو سکتا ہے۔ ایسے موقعوں پر جب ایک دفعہ ایک جگہ وہ کمزور ہو گیا ہے۔ محاصرہ کے لیے فوجوں کی تفریق لازمی ہے اور حملہ آور فریق کا جنگی بیڑا جو محاصرہ کے بعید ترین خطوط سے پیچھے اور نظر سے دور ہوتا ہے ہمیشہ طوفان خیز سمندر کے مقابلہ میں پوری تعداد کے ساتھ نہیں ٹھہر سکتا مگر تحفظ کرنیوالے فریق کی فوج محفوظ بندرگاہوں میں ہوتی ہے اور ہر وقت نکلنے اور جنگ کے موقع کی منتظر رہتی ہے۔

کل باتوں پر لحاظ کر کے ایسا محاصرہ حملہ آور فریق کے لیے بہت گراں ہو سکتا ہے اسلیے ہم خیال کر سکتے ہیں کہ انگریز دوسری ترکیب پر چلنے کا فیصلہ کرینگے۔ بہر صورت بندرگاہی تعمیرات راسیتھ (　　　) واسکاپافلو (　　　) جنمیں بعض زیر تعمیر اور بعض مجوزہ ہیں

اسی خط محاصرہ کے لیے منتخب کی گئیں تھیں۔ اس ترکیب سے تین سو بحری میل لمبا خط محدود کر لیا
جائیگا۔ اور فوجی پہلو سے یہ ممکن العمل ہی۔ انگلش چینل کے روکنے کے لیے تھوڑی سی فوج کی ضرورت ہی
کیونکہ جہازوں کا راستہ بہت تنگ ہی ماسوا ان کل باتوں کے بڑے انگریزی بحری گودام ڈاور
( ) پورٹسمتھ ( ) پورٹ لینڈ ( ) ویلی متھ
( ) خط محاصرہ پر یا اسکے ذرا پیچھے ہی واقع ہیں۔ علاوہ بریں جرمن ساحل کی
پناہ کا سدباب کرنے کے لیے اس خط پر ہر ایک حملے کے لیے شیرنیس ( )
اور ہارچ ( ) کے بازو کی مدد ہی۔ شمالی خط محاصرہ کی حالت بھی مجوزہ بندرگاہی
تعمیرات ختم ہونے پر ایسی ہی اچھی ہو جائیگی۔ لہذا محاصرہ کرنے والے بیڑے کے لیے راستھ
( ) بڑا بندرگاہی مرکز ہی اور کرہ ڈرکا اسکو ڈرن مدد کے لیے جنزبرلر کی
( ) سے اُدھر رہ سکتا ہی۔ جرمن شمالی کنارہ کے ہر حملہ آور بیڑے پر جہاں کیطرف
راستھ ( ) و شیرنیس ( ) سے بلا پس و پیش حملہ ہوگا اور خط
پناہ سے اُسکا سلسلہ منقطع کر دیا جائیگا۔ لہذا بوجہ فوقیت قوت انگریزی اس خط پر حملہ آور
بیڑے کو کوئی بھاری نقصان پہونچانا قریب قریب ناممکن ہی سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ
بالٹک سی محاصرہ اُسی خط کے شمال مشرقی حصہ پر دھاوا کیا جائے۔ یہاں ہم کو خاص محفوظ پناہ
ملیگی اسکے لیے یہ نہایت ضروری ہی کہ جس طرح ممکن ہو ساونڈ ( ) اور گریٹ بلیٹ
( ) کا راستہ کھلا رکھیں۔ ان آبنایوں کے تصرف سے صرف بالٹک ہی ہمارے
قبضہ میں رہیگا بلکہ انگریزی محاصرہ کرنیوالے بیڑے کے خلاف ہیں حملہ آورانہ کارروائیوں
کے لیے اجتماع کے واسطے بندر کھلے ملیں گے۔ اُن کل نفعوں کے باوجود توسیع شدہ نظام
محاصرہ سے انگریزوں کو ہونگے اس نظام پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں جو انگریزی نقطہ خیال
سے قابل لحاظ ہیں۔ اول اُس سے بہت سی قوموں کے اغراض کو نقصان پہنچتا ہی جنکے سواحل
سے بحری شمالی و بحر بالٹک ٹکراتے ہیں کیونکہ یہ بحر محاصرہ میں شامل ہیں۔ دوسرے انگلستان کو اپنا

بیڑا دو یا تین حصوں میں متفرق طور پر تقسیم کرنا پڑتا ہے۔

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ انگلستان اپنے فائدے کی کوشش میں کمزور فریقوں کے اغراض کا لحاظ نہ کریگا جیسا ہم پہلے کہہ چکے ہیں۔ یہ بھی خیال ہو سکتا ہے کہ محاصرے کے بارہ میں سلطنتہائے متعلقہ سے رضامندی کے ساتھ کوئی معاملہ ہو جائے۔ بیڑے کی تقسیم کے متعلق یہ ہے کہ اس سے خاص طور پر کوئی مضر صورتیں پیدا نہیں ہوتی ہیں۔ عارضی طور پر منقسمہ حصص کو پھر ملا دینے میں کوئی دشواری نہیں ہے۔ اور جرمنی بحری فوج پر بیڑے کی مجموعی قوت جدا جدا حصوں کی فوقیت کی ضامن ہے تاہم حملہ آور بیڑے کی اس تقسیم سے دفاعی فریق کو اصلی حصہ میں شامل ہونے سے پہلے بعض جدا جدا حصوں پر حملہ کرنے اور اُن کو ضرر پہنچانیکا موقعہ مل سکتا ہے بشرطیکہ دشمن کو دھوکا دیا جائے اور چستی کے ساتھ اچانک اُس پر حملہ کیا جائے۔ ایسی حالتوں میں معمولی بحری جنگ کی ترکیبوں سے کام نہیں لیا جا سکتا کیونکہ گشت لگانے والے جہاز برابر پھرتے رہتے ہیں۔

اس محاصرہ سے حملہ آور فریق آخر کار کمزور وخستہ ہو جائیگا۔ گر سمجھ لو کہ یہ ترکیب بمقابلہ پورے محاصرہ کے زیادہ سہل العمل ہے اور اس سے ہمارے بیڑے کی حملہ آور انہ قوتوں پر زیادہ سخت بار پڑتا ہے۔ ہم کو صرف بعید سمندروں میں ہی جاکر حملوں کی ہمت نہ کرنا ہوگی بلکہ ہم کو اتنا زبردست ہونے کی ضرورت ہے کہ اپنے حملہ آور بیڑے کے بازو کو دشمن کے حملہ سے اچھی طرح بچا سکیں۔

بالآخر یہ اُمید نہیں کہ انگریز محاصرہ جیسی خفیف ترکیب پر عمل کرینگے۔ وجوہ جو جلد سے جلد فیصلہ کے لیے اُن کے واسطے محرک ہوں گے پہلے بیان کر دیے گئے ہیں یہ بتا دیا گیا ہے کہ فرانس سے متحد ہو کر لڑنے کی حالت میں اپنے بیڑوں کو خشکی کی طرف مدد پہنچانے کے لیے وہ غالباً فوج اُتاریں گے۔ اُن کو کوئی فیصلہ کُن نتیجہ حاصل نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ وہ ہمارے بحری مرکز لینے کی کوشش نہ کریں یعنی دل ہلمس ہیون ( ) ہیلی گولینڈ

(   ) وہانہ ایلیب (   ) وکیل (   ) اور ان مقامات کے بچانے کی کوشش میں ہمارے بیڑے کو تباہ نہ کردیں اور اس صورت سے ہمیں بحری جنگ کے قابل نہ رکھیں۔

یہ بھی اتنا ہی یقینی امر ہے کہ ہماری بری فوج انگریزوں کو اترنے سے باز رکھنے میں مدد دیگی اور عقب کے حملوں کے دفاع اور سلسلہ خبر رسانی کے جاری رکھنے سے ساحل کے تحفظ میں نہایت مفید اعانت پہنچائے گی۔ انگریزوں کے حملہ کی کامیابی کا انحصار زیادہ تر ہمارے ساحلی قلعوں کی فوج اور توپوں پر ہوگا اس جنگ سے بخوبی اندازہ ہو جائیگا کہ یہ قلعے دفاع اور حملے کے لیے کیسے ہیں۔ ہماری کل آئندہ تاریخ کا انحصار ان قلعوں کے ناممکن التسخیر ہونے پر ہے۔ یہ قلعے بیڑے کی شرکت میں ہمارے سواحل و بحری مرکزوں کے تحفظ کے لیے ہیں اور ان سے دشمن کو اس قدر کثیر نقصان پہنچنا چاہیے کہ دونوں بیڑوں کا تفاوت بتدریج برابر ہو جائے۔ یہ یاد رہے کہ ہمارے جہازات اُس وقت تک اچھا کام کر سکتے ہیں جبتک ہمارے قلعے مقابلہ کرتے رہیں گے۔

یہ امر کسی ثبوت کا محتاج نہیں ہے کہ ایسے دفاع کے لیے پالسی کی بنا راجانک حملوں پر ہو۔ مگر ایک اچھا نظامِ خبر رسانی ضروری ہے۔ ایسے ہی نظام سے حملے کے ٹھیک موقعوں کا اطمینان ہو سکتا ہے اور اس کے ذریعہ سے مخالف بیڑے کی نقل و حرکت کی اطلاع اسقدر جلد مل سکتی ہے کہ ہم دفاع کی ضروری تدابیر اختیار کر سکتے اور ہمیشہ اپنے سے زیادہ تعداد میں دشمنوں کے حملے سے پناہ گزیں ہو سکتے ہیں۔ انگریزی کروزروں کی تعدادی فضیلت اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ ہم کو غالباً جاسوسی کے لیے ہوائی بیڑے کی سریع و قابل اعتماد امداد پر بھروسہ کرنا پڑیگا۔ ہوائی بیڑے کی اہمیت کو اس لیے کم نہیں سمجھنا چاہیے اور مخالف ہوائی کے جہازوں کے دفاع کے لیے یا تو خاص ترکیب کی توپیں ہوں یا ویسے ہی اُن پر حملہ کیا جائے۔

ہوائی جہازوں سے بھی کام لیا سکتا ہے کثیر انگریزی فوج کے ساتھ جنگ کرنے میں ہمارے بیڑے کو انسے مدد ملیگی اور دشمن کے جہازوں پر اُس سے گولے پھینکے جائینگے ممکن ہے کہ اس طرح پہ بتدریج مخالف فوجوں میں توازن پیدا ہو جائے مگر یہ امکانات موہوم ہیں۔ جہازات ایک حد تک اُن گولوں سے جو جہازوں سے پھینکے جا سکتے ہیں بذریعہ زرہ محفوظ ہیں اور غبارہ سے صحیح نشانہ لگانا آسان نہیں ہے مگر ایسے حملے کے قاعدوں کا امکان ذہن نشین رہنا چاہیے۔

فن پروازی کا جہاں تک تعلق ہے دفاعی فریق نفع میں رہتا ہے کیونکہ جرمن ساحل سے اُڑکر ہمارے ہوائی جہاز اور پرواز کرنے والے آلات انگریزی حملہ آور بیڑے پر زیادہ کامیابی کے ساتھ عمل کر سکتے ہیں بہ نسبت اِس کے کہ انگریز ہمارے قلعوں اور جہازوں پر کر سکتے ہیں کیونکہ اُنکا مرکز یا تو خود بیڑا ہوگا یا بعید انگریزی ساحل۔

فوقیت کے اِن امکانات کی تاک جہانتک احتیاط سے کرنا چاہیے اور کسی بات سے غفلت نہ کیجائے جس سے دشمن کو ضرر پہنچتا ہو اور زبردست سے زبردست جوش حملہ آوری اور بلا جھجک دلاوری کے ساتھ ساتھ اُن ذرایع سے کام لیا جائے جو صنعت اور بحری تعمیرات استحکامات کے لیے سائنس سے حاصل ہیں۔ یہی ایک طریقہ ہے کہ ہم اپنے مغرور دشمن کو ضعیف کرنے کی توقع کر سکتے ہیں تاکہ آخر میں اِسکو کھلے سمندر میں فیصلہ کن جنگ کی دعوت دسکیں۔ اِس جنگ میں ہم کو فتح ہونی چاہیے یا بہر حال اپنے آپ کو شکست نہ ہونے دیں کیونکہ اِس سے یہ فیصلہ ہوگا کہ آیا ہم ایک دولت کی حیثیت انگلستان کے پہلو بہ پہلو یا اُس کے مقابلہ میں حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ فتح محض جرمنی کے اغراض کے لیے بلا اشتراک غیری نہوگی۔ ہم اِس جنگ میں جیسا اکثر پہلے بھی ہوا ہے مشترکہ اغراض دنیا کے وکیل ہونگے۔ کیونکہ یہ جنگ محض اپنے ہی واسطے امتیاز حاصل کرنے کے لیے نہ ہوگی بلکہ سمندروں کی آزادی کے واسطے ہوگی یہ مہتم بالشان مقصد

روس کا ملکہ کیتھراین دوم کے عہد حکومت میں تھا اور فرانس کا نپولین اول کے زمانہ میں اور نہایت سخت کوششوں کے ساتھ فرانس کی تاریخ کے آخری تختوں میں ۱۸۱۵ء تک مصروف رہا اور عظیم الشان سلطنت جمہوری ریاست ہاے متحدہ امریکہ سخت محنت سے اسکی کوشش کرتی ہے۔ یہ قوموں کے حقوق کی ترقی ہے جس کی ہر قوم متمنی ہے۔ اس جنگ میں ہم روحانی حیثیت سے تنہا نہیں کھڑے ہیں بلکہ کل لوگ اس وسیع کرۂ ارض پر جن کے جذبات میں خودداری و آزادی ہے ہمارے ساتھ اس معرکہ میں ایک قوم کے متکبرانہ حوصلوں کے خلاف شریک ہیں۔ وہ قوم جسکا مقصد باوجود مصنوعی فیاضانہ ہمدردانہ پالسی کے کچھ اور نہیں رہا ہے سواے اس کے کہ اپنے ذاتی نفع کی تلاش ہو اور اپنے حریفوں کو بے دریغ ابھرنے سے روکے اگر فرانسیسی بیڑا جسکی ہم امید کرسکتے ہیں انگریزی بیڑے کے ساتھ ملکر شریک جنگ ہوا تو انگلستان کے مقابلہ میں تنہا جنگ کرنا ہمارے لیے اُس وقت اور بھی سخت ہوجائے گا۔ فرانس کا نیلے پانی والا بیڑا ہمارے اتحادیوں کو بحر روم میں روکے رہے گا اور انگلستان اپنی کل فوج سے ہمیں دبا سکے گا یہ ممکن ہوگا کہ ہر دو دول کے متحدہ بیڑے بحر روم و بحر شمالی دونوں میں آئیں کیونکہ انگلستان اپنے بحر روم کے اغراض کی حفاظت خالی فرانس کے ہاتھ میں مشکل سے چھوڑے گا۔ اس لیے کسی آخری کامیاب نتیجے کی اُمید ہمارے لیے مفقود ہوجائے گی۔ مگر ہم کو اُس حالت میں بھی دل نہ چھوڑنا چاہیے۔ برخلاف اس کے ہم کو فرانسیسی بیڑے سے گویا خشکی پر لڑنا چاہیے یعنی یہ کہ فرانس کو ایسی پوری شکست دیجاے کہ وہ مجبور ہوکر انگلستان کے ساتھ اتحاد سے دست بردار ہوجائے اور پوری تباہی سے بچنے کے لیے اپنا بیڑا ہٹالے۔ جس طرح ۱۸۰۷ء میں ہم اٹلانٹک کے کناروں تک گئے تھے اسی طرح اب بھی پوری تسخیر کی دل میں ٹھانی چاہیے کہ فرانسیسی بحری بندروں پر قبضہ ہوسکے اور فرانسیسی بحری گودام برباد کیے جاسکیں۔ یہ جنگ فرانس

کے ساتھ دست بدست جنگ ہوگی یہ ایسی جنگ ہے جس سے بشرط فتحیابی فرانس کی حیثیت باعتبار دولت عظمیٰ ہمیشہ کے لیے نیست ونابود ہو جائے گی اگر فرانس با وجود تنزل اوسط پیدائش ایسی جنگ کی دل میں ٹھانے گا تو یورپین اقوام کی اوّلی قطار میں جو جگہ لیے ہوئے ہے اُس کے جاتے رہنے اور دوسری سیاسی ماتحتی کی ذلت میں پڑ جانے کا خطرہ ہے غرضکہ اس قسم کی بازیاں لگی ہوئی ہیں اور نتیجہ پر سب کی نگاہ ہونا چاہیے۔

بحری جنگ میں روس کی شرکت کا بھی خیال کرنا چاہیے یہ کم خطرناک ہے کیونکہ روسی بالٹک بیڑا ابتک بھی کمزور ہے اور ایسی آسانی سے متحد نہیں ہو سکتا جیسے انگریزی بیڑا فرانسیسی سے آسکے خلاف ہم اندرونی خط پر جنگی کارروائیاں کر سکتے ہیں یعنی یہ کہ موقع سے بالٹک میں بسرعت بذریعہ نہر قیصر ولہلیم (

اپنے جہازوں کو متحد کرنا ممکن ہے۔ ہم روسی جہازوں پر نہایت فائق فوج سے حملہ کر سکتے ہیں اور پھر بیٹ کر بحر شمالی میں واپس آسکتے ہیں۔

البتہ کی آ بنائے دشمن کے قبضہ میں نہ جانا چاہیں اگر یہ انگریزوں کے ہاتھ لگ گئیں تو بالٹک میں کل آزادانہ کارروائیاں قریب قریب ناممکن ہو جائینگی اور ہمارے ساحلِ بالٹک کی دفاعی حفاظت صرف ہماری ساحلی توپوں سے ہوسکے گی۔

باب نہم

فیصلہ کن مسئلہ

میں نے بحری جنگ ابعد کی قیاسی حالتوں پر تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے کیونکہ میرے خیال میں عام سیاسی و جنگی حالت کا ٹھیک اندازہ بحری و بری جنگ کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے سے ہو سکتا ہے اور اُن امکانات و خطرات کے احساس سے بھی جو ہمارے سواحل و بری و سرحدات پر متحدہ فوجوں کے عمل سے پیدا ہو سکتے ہیں ممکن ہے۔ بس اسی طریقہ سے ہم اُس نہج کا فیصلہ کر سکتے ہیں جس پر ہماری جنگی تیاریاں ہونی چاہییں۔

اُن خیالات سے جو انگلستان کی بحری جنگ اور اُس کے اتحادیوں کے متعلق بحث میں آچکے ہیں ظاہر ہوتا ہے کہ ہمیں مخالفانہ بحری حملہ سے کامیابی کے ساتھ اپنے آپ کو بچانے کے لیے بڑی جدوجہد کرنا پڑے گی۔ اِن سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ہم کو آخری بحری فتح پر بھروسا نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ خشکی پر ہم فتحیاب نہوں۔ اگر متحدہ انگریزی فرانسیسی فوج نے ہالینڈ میں سے شمالی جرمنی پر حملہ کیا اور پیچھے سے ہمارے ساحلی قلعوں کو دھمکایا تو ہمارے بحری استحکامات بیکار ہو جائینگے۔ یہی حالت مشرقی حصہ کی ہوگی۔ اگر روسی فوجیں کامیابی سے بالٹک کے کنارے کنارے بڑھیں اور مخالفین کے متحدہ بیڑے نے ملکر کام کیا تو دشمن کی بری کارروائیوں سے بحری جنگ کا جاری رکھنا فعل عبث ہو جائیگا۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ سب سے پہلے ضروری بات یہ ہے کہ خشکی پر فوجوں کی ترتیب ایسی خوبی کے ساتھ کیجائے کہ کل صورتوں میں ہم فتحیابی کے ساتھ براعظم یورپ پر اپنی حالت قائم رکھ سکیں۔ کامیابی کے ساتھ بحری جنگ کرنے اور شاہی پالسی کو جو قوت پر مبنی ہو اختیار کرنے سے قبل اس حالت کو بالکل محفوظ کر دینا لازم ہے۔

جب تک اٹلی میں رومانیہ بھی اس امر کا خوف لگا رہا اس وقت تک سلطنت کی بابت کوئی خیال قایم نہ ہو سکا۔ تاریخ میں اسکی غیر معمولی ترقی کا آغاز نہ ہوا تاوقتیکہ اس کو اپنے ملک میں پورا اطمینان حاصل نہ ہو گیا۔

مگر ہمارے استدلال سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بحری جنگ کا اثر بری کا معاون بن ہو سکتا ہے۔ اگر دشمن کو ہماری بیڑی کے تباہ کرنے اور شمالی بحر کے ساحل پر زبردست دستے اتارنے میں کامیابی ہوئی تو ان کو پسپا کرنے کے لیے کثیر بری فوج کی ضرورت ہوگی اور اس سے سرحدات کی جنگی ترقی پر وسیع اثر ہوگا۔ اس لیے بیحد ضروری ہے کہ اپنے سواحل کے تحفظ کا انتظام ایسا کیا جائے کہ ہر حملہ کو کثیر تعداد ہی کے ساتھ کیوں نہ ہو کامیابی سے پسپا کیا جا سکے۔

اسی کے ساتھ سیاسی حالت کے لحاظ سے یہ یقین بھی دل میں جاگزیں ہوتا ہے کہ ہماری اس جنگ کی تیاریوں میں بری و بحری فوج کے تدریجی اضافہ کا خیال ہرگز نہ ہونا چاہیے جن سے قومی خزانہ پر کچھ بھی بار پڑتا ہو اور تمدنی ترقی کے لیے گنجایش نکلتی ہو۔ امر قطعی یہ ہے کہ اور سب خیالوں کو بالاے طاق رکھ دیا جائے اور انتہائی کوشش سے اس جنگ کے لیے تیاری کی جائے جو سر پر ہے اور جس پر ہماری کل آیندہ سیاسیات و تہذیب کا دار و مدار ہے۔ دنیاوی پالسی کے وسیع خیالات اور جدا جدا سلطنتوں کے سیاسی حوصلوں نے یہ بتا دیا کہ ہر جگہ صورت معاملات ہمارے لیے نازک ہے اور یہ کہ ہمارے اوپر وہ وقت ہے کہ یا تو ہم دنیا کی زبردست طاقت ہو جائینگے یا ہمیں زوال ہو جائیگا۔ اتحاد ثلاثہ کے اندرونی شگاف نے جیسا اٹلی نے اپنے علانیہ عمل سے ٹرکی کے ساتھ ظاہر کر دیا اس نازک موقع کو ہمارے سامنے لا کھڑا کیا ہے۔ وہ موقع جو مشیت نے اجتماع افواج و تیاری جنگ مہلک کے لیے مقرر کیا ہے جلد گزر جائیگا۔ ہم کو اس موقع سے کام لینا چاہیے اگر ہم الیکزانڈر اعظم کی اس کارروائی کو نہیں بھولے ہیں کہ ہم جرمن ہیں۔ اس نقطۂ خیال سے ہم کو جنگ بری و بحری کے لیے تیاریاں کرنی چاہئیں۔ اسی صورت سے بس ہم قومی فرض کا حق ادا کر سکتے ہیں۔

اس سے میری مراد یہ نہیں ہے کہ ہم اندھا دھند وہ تدبیریں اختیار کرلیں جو صرف ضروریات موقع کے لیے ہوتی ہیں جو کچھ ہم فوجی قابلیت کی خاطر کریں اُس میں دو ضرورتوں کا لحاظ لازم ہے اول اُس سے سنگین عقدہاے موجودہ حل ہوجائیں دوسرے آیندہ کی ترقی میں مدد ملے مگر ہماری خطرناک حالت جان توڑ کوششوں کے لیے محرک ہوسکتی ہے تاکہ اُس وقت ہم کو وہ چیزیں مل جائیں جو پچھلے سالوں میں ہم کھو بیٹھے ہیں کچھ ملجاوے۔

چونکہ فیصلہ کُن سوال براعظم یورپ پراپنی نہایت خطرناک حالت کا تحفظ ہے اول ہمارے سامنے بری جنگ کا سخت مسئلہ پیش ہونا چاہیے یعنی یہ کہ کن ذرائع سے ہم دشمنوں کی عظیم الشان کثرت تعداد پر غالب آنے کی توقع کرسکتے ہیں۔ یہ کثرت اُس وقت جب کہ اٹلی اتحاد ثلاثہ کا رفیق والا ممبر نہ رہے یقینی ہے بحری جنگ کی تیاریوں کی اہمیت اس کے بعد ہے۔

سب سے پہلے لازمی ضرورت یہ ہے کہ بحالت جنگ بری قوم کی کل لڑنیوالی فوج فراہم کیجائے ملک کے کل جوانوں کو ہتھیاروں کی تعلیم دیجائے اور فوجی خدمت عام کردیجائے۔

عام فوجی خدمت کے نظام نے جو ضرورت کے وقت ایجاد ہوا تھا تعداد کی شاندار ترقی کر کے ہم کو غیروں کی غلامی سے نکالا ہے۔ اس کے سالہاسال دراز میں زبردست اور مسلح قوم کو تعلیم دی ہے۔ جرمنی کو جنگہائے اتحاد میں فتح پر فتح دلائی ہے۔ قوم کی معاشرتی ترقی میں اُسکی اہمیت کا جو درجہ ہے اُس پر علحدہ باب میں بحث ہوچکی ہے۔

فرانس کی آبادی اس وقت تقریباً چار کروڑ ہے۔ یورپین روس کی مع پولینڈ و کوہ قاف چودہ کروڑ۔ اس کے مقابلہ میں جرمنی کی آبادی صرف ساڑھے چھ کروڑ ہے۔ مگر چونکہ روسی فوج زیادہ تر متعدد اسباب سے مجبور ہو کر کسی خاص وقت یا جگہ پر کام میں نہیں آسکتی اور فوجی قابلیت میں بھی کم ہے اتنی جرمن فوج جو اس آبادی کی مناسبت سے ہو کامیابی کے ساتھ دونوں دشمنوں کا مقابلہ کرسکتی ہے بشرطیکہ استقلال کے ساتھ اندرونی خط پر کام کرے۔ چاہے انگلستان بھی شریک جنگ کیوں نہ ہوجائے۔

اپنی بدبختی سے جیسے عام جنگی خدمت کے خیال کو پس پشت ڈال دیا ہے اور نظام اس پر باقاعدہ عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ وہ ملک جہاں عام فوجی خدمت کا طریقہ جاری ہے اب فرانس ہے۔ ہم اسکی بابت قیل و قال تو بہت کرتے ہیں مگر چھوٹے چھوٹے سے قائم کیے ہوئے ہیں۔ کیونکہ شاید صرف پچاس فیصدی صحیح البدن لوگ تعلیم کے لیے بھرتی کیے جاتے ہیں بالخصوص بڑے بڑے شہروں سے فوج کے لیے کم رنگروٹ لیے گئے ہیں۔

اس بارہ میں جدید نظم کی ضرورت ہے۔ جس سے جوش کے ساتھ قومی افواج مجتمع ہو جائیں اور ایسی سپاہ بن جائے جو اسوقت ہمارے پاس نہیں ہے۔ جبتک اس ضرورت کو پورا نہ کیا جائیگا۔ ہم دول مخالف کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکیں گے۔

مگر اس ضرورت کو قومی فرض سمجھنے کے بعد یہ بات ہمارے پیش نظر رہنا چاہیے کہ اس کمی کا قلیل عرصہ میں پورا ہونا ناممکن ہے۔ ہماری فوج کی تعداد یکبارگی بقدر ڈیڑھ لاکھ کے نہیں بڑھ سکتی۔ تعلیم دہندہ عملہ و سامان ضروری تیار نہیں ملیگا اور مالی اعتبار سے صرف مطلوبہ فوراً نہیں برداشت کیا جاسکتا۔ اضافی افواج کا پورا اثر بتدریج اُسوقت محسوس ہونا شروع ہوگا جب کہ محفوظ فوج اور لینڈویر ا کی تعداد اسی مناسبت سے بڑھ جائیگی۔ لہذا ہم عام فوجی خدمت کے اضافہ کی طرف آہستہ آہستہ آسکتے ہیں۔ پنج سالہ قانون کسی اعتبار سے جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر ہم اپنی فوج کی تعداد وسیع پیمانہ پر بڑھانا چاہتے ہیں تو ہمکو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ باوجود پورا زور لگانے کے کام آہستہ آہستہ ہوگا اور عرصہ دراز تک ہمکو اپنے دشمنوں کی تعداد کے پاس بھی پھٹکنے کی اُمید نہ کرنا چاہیے۔

اس لیے اپنی فوج کے اضافۂ تعداد پر ہی ہم کو قناعت نہ کرنا چاہیے ہمکو وہ تدبیریں بھی دشمن پر غالب ہونیکی نکالنا چاہییں ان تدبیروں کا پتہ روحانی سلطنت میں ملیگا

تاریخ بیشمار نشانوں سے بتاتی ہے کہ اعداد بذات خود جنگ کے اندر اُس وقت اہم جزو ثابت ہوئے ہیں جب مخالفین بھی اور اعتبارات سے دوسرے فریق کے ہم پلہ رہے ہیں

یا جب ایک فریق کی فوقیت اعدادی قانونِ مقررہ کی نسبت سے بڑھی ہوئی ہو۔

بہت سی حالتوں میں ایک فریق کی خاص فوقیت (مثلاً بہتر سامان۔ سپاہ کی زیادہ قابلیت نمایاں سپہ سالاری یا زیادہ ترکیبیں) اعدادی فضیلت پر غالب ہی ہے۔

رومانے دنیا کو تھوڑی فوج سے فتح کیا۔ فریڈرک اعظم نے قلیل فوج سے یورپ کی متحدہ فوجوں کا مقابلہ کیا۔ حال کی تاریخ اعدادی اعتبار سے کمزور۔ جاپان کی فتح کو نہایت زبردست دشمن کے مقابلہ میں بتلاتی ہے۔ ہمیں بھروسا نہیں کہ کوئی بڑا کمانڈر سرداری کے لیے ملیگا۔ دوسرے فریڈرک اعظم کا پیدا ہونا دشوار ہے۔ نہ ہمیں پہلے سے یہ علم ہے کہ ہماری سپاہ مخالف افواج کے مقابلہ میں فائق ثابت ہوگی۔ مگر ہم اس بات کے جاننے کی کوشش کر سکتے ہیں کہ آیندہ جنگ میں وہ کونسی فیصلہ کن باتیں ہونگی جنسے پلڑا فتح یا شکست کی طرف جھک جائیگا۔ اگر ہم کو اس کا علم ہو اور جنگ کی تیاری معینہ غرض سے کرتے ہیں اور ضروری باتوں کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے ہیں تو ہم فوقیت کا حقیقی ذریعہ پیدا کر سکتے ہیں اور مخاصمین پر وہ سبقت حاصل کر سکتے ہیں جن کی برابری کرنا اثنائے جنگ میں اُن کے لیے دشوار ہو جائیگا اگر اس کے بعد خود جنگ میں ایک غالب اصول ایسی پالسی کا اختیار کرینگے جو زمانہ موجود کی جنگ کی خاص نوعیت سے پیدا ہوتی ہے تو ہمارے لیے ایسی یقینی فوقیت حاصل کرنا ممکن ہے کہ جو کثیر تعدادی فضیلت کے مساوی ہو جائیگی۔

اصل نکتہ کی بات یہ نہیں کہ بٹالین کے مقابلہ میں بٹالین ہو۔ توپ خانہ کے مقابلہ میں توپ خانہ یا جسقدر توپیں مشین گن۔ ہوائی جہاز اور دیگر صنعتی آلات دشمن کے پاس ہیں اُتنے ہی ہمارے پاس ہوں۔ اگر تمام کوشش مادی دائرہ میں دشمن کے برابر کی جائے تو یہ حماقت ہے اس سے ایک قسم کی روحانی غلامی و کمتری کا خیال پیدا ہوتا ہے

بجائے اس کے ان باتوں میں فضیلت حاصل کرنے کی کوشش کیجائے جن پر آخری فیصلہ کا دارومدار ہے ہمارے محکمہ جنگ کا فرض ہے کہ قوت کے یہ فیصلہ کن عناصر امن کے زمانہ میں ہی

تیار کرے اور ان سے ایک مسلمہ اصولِ فضیلت کے مطابق جنگ میں کام لے۔ اس سے ہم کو دشمنوں پر روحانی فوقیت اور روحانی فوقیت کے ذریعے مادی فوقیت حاصل ہو سکتی ہی ورنہ خطرہ ہی کہ اُن کی کثرت تعداد سے ہم کچلڈالے جائیں۔

ہم اس منزلِ مقصود پر روایت اور رسم کے فرسودہ راستوں سے بذریعہ رقابت تیاری فوج نہیں پہنچ سکتے۔ ہم کو صاف نظر سے جنگ کی آیندہ حالت کو دیکھنا چاہیے اور ضرورت پڑے تو اُن راستوں پر چلنے سے خائف نہونا چاہیے جن کا تجربہ اور استعمال سے تزکیہ نہیں ہوا ہی۔ نئے منازل مقصود پر نئے راستوں ہی سے پہنچ سکتے ہیں اور ہماری فوجی تاریخ متعدد مثالوں سے بتاتی ہی کہ ترقی اور اوراکی جدت جب کے یے دل نشین دلائل ہوں فضیلت کے لیے لازمی ہیں۔ متغیر حالتوں میں اس علم کی روحانی قابلیت کے فیصلے کی تلاش کہاں کیجائے نئے طرزِ عمل پر چلنے کی روحانی جراَت کہاں مل سکتی ہی۔ یہی وہ چیزیں ہیں جن سے عظیم الشان کامیابیاں ہم آغوش ہو سکتی ہیں۔

باقاعدہ اُن خیالات تک پہنچنے کے لیے جو آیندہ جنگ میں فیصلہ کن ہوں، اس جگہ انکی نوعیت پر زیادہ صراحت کے ساتھ بحث کرنا خالی از طوالت نہوگا۔ ان مسائل کا پورا بیان میں نے اپنی کتاب "آجکل کی جنگ" میں کردیا ہی۔ اس مقام پر میں صرف اپنی تحقیقات کے نتائج کا خلاصہ دونگا تاکہ آیندہ کے ضروری مسائل پر غور کرنے کے لیے بنیاد قائم کیجائے۔

آیندہ یورپ کی جنگ میں آدمیوں کے دل کے دل اس کثرت سے کام میں لائے جائینگے جس کی نظیر کسی سابق جنگ میں نہ ملے گی۔ وہ ہتھیار استعمال کیے جائینگے جو زیادہ مہلک کبھی دیکھنے میں نہ آئے ہونگے۔ اسقدر کامیاب اور مختلف ذرائع خبر رسانی کے فراہم ہونگے جو اس سے پہلے جنگوں میں نصیب نہیں ہوئے تھے۔ یہ تین اہم باتیں آیندہ جنگ میں ہونگی۔

ٹڈی دل بذاتِ خود زیادتی قوت پر دال ہی مگر انمیں عناصر کمزوری بھی ہوتے ہیں۔

جسقدر جنگی تعداد زیادہ ہوگی، اور جس قدر کم وہ پیشہ ور سپاہیوں کے زیر کمان ہوں گے اُسی قدر اُن کی جنگی و نظامی قابلیت کم ہوگی۔ جنگ کے وقت بالخصوص جب وہ اکٹھا ہوں اُن میں جنگی کم حصلاحیت صبر و تحمل کی ہوگی اور کھانے کی زیادہ خواہش اتنے ہی وہ زیادہ سُست و کاہل ہوں گے۔

چونکہ پھیلنے کے لیے انھیں زیادہ جگہ کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے سب سے ایک ہی وقت میں نتیجہ خیز کام لینا بیحد دشوار ہوجاتا ہے نیز اُن میں بمقابلہ چھوٹے مجتمع سپاہ کے دستوں کے اخلاقی پست ہمتی کے اثرات قبول کرنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے اپنے سرداروں کی جنگی ترکیبوں کے لیے خطرناک ہو سکتے ہیں۔ جب رسد کم ہوجاتی ہے انتظام خراب ہوجاتا ہے اور کمانیر کا ڈڈی دل پر قابو جاتا رہتا ہے جن پر وہ مقررہ قاعدوں سے کمان کرتا ہے۔

آج کل کے ہتھیاروں کی خوبی یہ ہی نہیں ہو کہ زیادہ دور ماریں بلکہ زیادہ ہلاکت پھیلائیں اور اس لیے سپاہی کے اوسان زیادہ اچھے ہونے چاہییں۔ خطرناک رقبہ زمانہ سابق کے مقابلہ میں جلد شروع ہوجاتا ہو۔ حملہ میں جو جگہ طے کرنا ہوتی ہے وسیع تر ہوگئی ہے۔ حملہ آور فریق اس کو آہستہ چلکر یا دوڑ کر طے کرتا ہو۔ دفاعی کارروائیوں میں سپاہی کو اکثر پھاوڑہ بھی چلانا پڑتا ہو اور اس اثنا میں بمقابلہ زمانہ سابق تیز آتشبازی کا سامنا ہوتا ہو اور کل صورتوں میں ایام گزشتہ کے مقابلہ میں اُس کو زیادہ فیر کرنا پڑتے ہیں۔ کیونکہ فائرنگ یعنی لگاتار گولیاں برسانے سے جس کا سپاہ کو سامنا ہوتا ہو ہر غلط حرکت پر اموات کی تعداد بڑھتی ہو۔ ان حالتوں میں فوجی پیشہ کے شعبے کو نقصان پہنچتا ہو۔ پناہ اور رسدوں کی بمقابلہ سابق قلت ہو جائیگی۔ القصہ دراں حالیکہ سپاہی کی قیمت اوسطاً گھٹ گئی ہو۔ اسکے کام بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں۔

آخر میں مراسلات کے بہتر ذرایع سے کثیر التعداد فوج کے انتظام خورد و نوش میں سہولت ہو گئی ہے مگر اُنھوں نے اس کو ریل اور خاص سڑکوں تک پابند کر دیا ہے جس سے اثنائے جنگ میں شکست کھانے یا خستہ ہو جانے سے فوج کو سخت تر دقتوں کا سامنا ہو سکتا ہے کیونکہ سپاہ اُن پر بسر کرنے کی عادی ہو گئی اور کمانیروں کو ان ذرایع پر بھروسا ہے۔

ان خیالات سے لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بڑی فوقیت اُس سپاہ کو ہو سکتی ہے جس کی جنگجویانہ صلاحیتیں اور ترکیبی قابلیت بمقابلہ اپنے مخاصمین کے زیادہ ہوتی ہے۔ وہ کمانیر جو بمقابلہ دشمن کے کل کارروائیاں جلد تر کر سکتا اور کثیر التعداد سپاہیوں کو تھوڑی جگہ میں جا کر ان سے کام لے سکتا ہے۔ ہمیشہ اعدادی حیثیت سے فائق فوج کو فیصلہ کن صورتوں میں جمع کر سکے گا اگر قابل تر فوج پر اُس کا پورا قابو ہے تو مخالف فوج کے ایک حصہ پر اُس کو فیصلہ کن کامیابیاں ہونگی اور وہ اُس سے اور حصوں کے مقابلہ میں کام لے سکتا ہے بیشتر اس سے کہ دشمن کو میدانِ جنگ کے اور حصوں میں ایسے اچھے موقع ملیں۔

چونکہ افواج کی ترکیبی قابلیت اور اوسان زیادہ تر حملہ آوری میں ظاہر ہوتے ہیں اور اس صورت میں سب سے زیادہ ضروری ہیں لہذا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ عافیت حملہ آورانہ جنگ میں ہے۔

حملہ میں قطع نظر اخلاقی قوت کے جو اس کی وجہ سے کام میں لائی جاتی ہے فوقیت کا انحصار زیادہ تر سرعتِ کار پر ہوتا ہے۔ چونکہ حملہ آور فریق اپنی تدابیر کے موافق حملے کی سمت کا تعین کرتا ہے وہ منتخبہ مقام پر اچانک حملہ شدہ مخالف کے مقابلہ میں فائق فوج جمع کر سکتا ہے۔ آغاز سے جو حملہ آور فریق کا حق ہے وقت اور جگہ کی سبقت حاصل ہو جاتی ہے جو جنگی کارروائیوں اور ترکیبوں کے لیے بہت مفید ہے جس فریق پر حملہ ہوا ہے وہ اس سبقت کی برابری جب کر سکتا ہے کہ اُس کو وقت پر حملہ آور کے

ارادوں کی اطلاع ہوجائے اور اُن تدابیر کے اختیار کرنے کا موقع ملجائے جس سے کامیابی کی امید ہو۔ اس لیے جتنی سرعت سے حملہ آور جنرل چھاپہ مار یگا اور کامیابی حاصل کریگا اور جتنی قابل اس کی افواج ہوگی اُتنی ہی زیادہ فوقیت ہوگی۔ جسکا ضامن فطرتاً حملہ ہو۔

اس فوقیت کی مقدار کثرت فوج سے زیادہ ہوتی ہو۔ اگر دھاوا کرنیوالی افواج کثیر التعداد ہیں جن پر قابو نہیں ہو سکتا اور کھڑے ہونے کے فاصلے زیادہ ہیں تو تحفظ کرنے والے کنا ئیر کے واسطے اچانک حملہ کی روک نہایت دشوار اور دقت طلب امر ہوجائے گا۔ برخلاف ازیں حملہ آور جنرل کے لیے کامیابی کے اچھے موقع نہ ہوں گے۔ بالخصوص جب خوش قسمتی سے اُس کے پاس اچھی فوج بھی ہے۔ آخر میں آغاز سے اعدادی کمزوری کو فتح کا امکان حاصل ہوجاتا ہو حتی کہ چاہے اور حالتیں مساوی ہوں اور مصروف کارزار آدمیوں کی کثرت تعداد سے اور بھی زیادہ بہت سی صورتوں میں آجکل کی فوج کے ٹڈی دل کو ایک ہی وقت میں اور پورے طور پر مصروف جنگ کرنا ناممکن ہو۔ لہذا فیصلہ کن سمت میں یعنی اس سمت مین جس سے دشمن کی شریانیں کٹ جائیں فتح بالعموم کل جنگ کے زمانہ کے لیے فیصلہ کن ہوتی ہو اور اسکا اثر میدان جنگ کے بعید حصوں تک میں محسوس ہوتا ہو۔ اس لیے اگر حملہ آور اس سمت میں فائق تعداد کے ساتھ دھاوا کرکے فتح پاسکے بدیں وجہ کہ دشمن اپنی تعدادی فضیلت سے نفع نہیں اُٹھا سکتا تو ممکن ہو کہ اعدادی حیثیت سے قوی تر فوج کے مقابلہ میں فتح حاصل ہوجائے اس قانون کے موافق **فریڈرک اعظم** فائق ترکیبی قابلیت و حملہ آورانہ طاقت سے محض کثیر التعدادی کی بہت زیادہ قوت رکھنے والے دشمن پر ہمیشہ غالب رہتا تھا۔

اسکے لیے اور ثبوت درکار نہیں ہو کہ حملے کی فوقیت سُرعت کی نسبت سے بڑھتی ہو اور مخالف افواج کی کاہلی سے۔ اِسلیے اپنی نقل و حرکت چھپانے اور دشمن کی پراثر ترکیبوں کو خراب کرنیسے ایسی فوقیت حاصل ہوجاتی ہو جو باوجود بالواسطہ ہونیکے بہت زیادہ قابل لحاظ ہو۔

اب ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ آیندہ جنگ میں فوقیت حاصل کرنے کے لیے ہمارے اوپر
حسب ذیل باتیں واجب ہیں۔ اول جہاں تک ممکن ہو تیاری کے زمانہ میں افواج کی جنگی
ترتیبوں اور صلاحیتوں کو ترقی دیجائے اور حملہ آورانہ نقل و حرکت کے چھپانے اور دشمن کی ترتیبی
قوتوں کو خراب کرنے کے ذرائع بڑھائے جائیں۔ دوسرے خود جنگ کے اندر حملہ آورانہ طریقہ
اختیار کرکے پہلا وار کیا جائے اور فیصلہ کن اطراف میں فوقیت حاصل کرنے کے لیے افواج
کی تاک جھانک کی قابلیت کو جہاں تک ممکن ہو کام میں لایا جائے۔ بالخصوص وہ سلطنت
اس قاعدہ پر عمل کرنے کے لیے مجبور ہے جس کے مقاصد ناقابل واگزاشت ہوں اور جو اپنے
سے زیادہ قوی دشمنوں کے حملے کی زد میں ہو۔ اس کو سب سے پہلے اپنی فوج کی حملہ آورانہ
قوتوں کو بڑھانا چاہیے کیونکہ ترکیبی مدافعت کو اکثر حملہ آورانہ طریقے اختیار کرنا پڑتے
ہیں۔

یہ اصول نمایاں طور سے جرمنی پر عاید ہوتا ہے۔ جن باتوں پر میں نے زور دینے کی کوشش
کی ہے ان کو نظرانداز نہ کرنا چاہیے جب کہ ہم مستقبل کا بھروسے کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہتے
ہیں۔ ہماری کل تدابیر کا منشا فوج کی قابلیت کا بڑھانا ہو۔ بالخصوص حملہ کے متعلق اس
مقصد کے سامنے کل مقاصد کو سرِ تسلیم خم کرنا لازم ہے۔ اس صورت سے ہمارا ایک مرکزی
نقطہ ہوگا جس پر کل تدابیر کا مرکز قائم کیا جا سکتا ہے۔ ہم ان تمام تدابیر سے ایک ہی غرض
کے لیے کام لے سکتے ہیں اور اس طرح پر ہم ان غلط راستوں پر بھٹک جانے سے باز
رہینگے جن کو معاملات کی جدا جدا صورتوں پر لحاظ کرنے کی حالت میں ہم آسانی سے اختیار
کر لیتے ہیں اگر ہم اس متحد کن اصول پر پابندی کرتے تو ہماری بہت سی فروگزاشتوں اور
ارتکابات کا کچھ اور ہی رنگ ہوتا۔

وہ ضرورتیں جنکو میں نے نہایت لازمی بتایا ہے ہماری موجودہ کوششوں کے رجحان
کے یک گونہ خلاف ہیں اور اس زمانہ کے عادی اثرات کو ثابت قدمی سے روکنے کی
ضرورت ہے۔

فوجیں جن کے ذریعہ سے ایک سلطنت دوسری سلطنت پر سبقت لیجانے کی کوشش

بھرتی ہو جتنی بڑی ہونگی اُتنی ہی قابلیت اور سپاہیوں کی ترکیبی لیاقت کم ہو گی
نہ صرف اوسط لیاقت کی یہ حالت ہوگی بلکہ ہر جُدا جُدا دستے کی بھی یہی
حالت ہوگی۔ بڑی فوجیں اپنے ہی مدعا کے لیے خطرناک ہو جاتی ہیں جنرل فان
برینڈن اطھن (جنھوں نے ۱۸۸۱ء
کے دھاوے مرتب کیے تھے فرانسیسی عام بھرتی کا ذکر کرتے ہوے کہتے ہیں " وہ
بڑی فوجیں اپنی ہی چربی سے گھٹ کر مر جائین گی "۔ اگر پوری فوج کی نسبت سے
رسالہ نہ رکھا جاے تو اُس سے کمانیر کو دشمن کی ترکیبی قابلیتوں کو نقصان پہونچانے
اور کامیابی سے اپنی نقل و حرکت چھپانے کا موقع نہین ملے گا۔ فوجی تعلیم کے زمانہ
مین اِس آخر الذکر فرض کی طرف کبھی ضروری توجہ نہین کی گئی۔ آخر مین یہ کہونگا
کہ سپاہیون کی قابلیت کو بھی اتنا ضروری نہین سمجھا گیا ہے جتنا کہ وہ یقیناً آیندہ
جنگون مین ثابت ہوگی۔

جنگ کے غیر ادراکی خیال و کمزور مراعات سے جو عام رائے کے دباؤ کا نتیجہ ہیں اور اکثر
اصلی ضروریات کے ناقص احساس سے وہ تدابیر عمل میں لائی گئی ہیں جن سے لابدی طور پر
فوج کی ضروریات اور اصلی غرض محصلہ میں ضروری تناقض واقع ہو گیا ہے۔ یہ تدابیر خالص
فوجی نقطۂ خیال سے جائز نہیں ہیں۔ جب یہ مان لیا گیا کہ دشمن پر مطلوبہ فوقیت اِن راستوں پر
چلنے سے حاصل نہیں ہوسکتی تو اُن کو ترک نہ کرنا خلاف دلیل و حجت ہے۔

یہ ضروری تناقض درمیان ضرورت و غرض محصلہ عام فوجی خدمت کے قانون کے اجرا
میں ظاہر ہوتا ہے اُس کے کم و بیش اجرا کی خواہش اور مطلوبہ سرمایہ کی عدم رغبت کے درمیان
رائے معلق ہے اور ہر قسم کے بہانے کیے جاتے ہیں جن سے ظاہرداری قائم رہے مگر اِس
نظام کا امتحان نہیں کیا جاتا۔ اِن میں سے ایک طریقہ۔ ارسائز رزرو کا ہے۔ جسکی ایکبار
پھر تجویز کی جارہی ہے۔ مگر صورت معاملہ خفیف تعلیم سے جو ان سپاہیوں کو دی جاتی ہے
بہتر نہیں ہوئی ہے۔ اِس نظام سے ایک فوجی غول فراہم ہوجاتا ہے جس میں جنگی قابلیتوں
کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ اس انتظام سے موجودہ تعلیم دہندہ اسٹاف پر بڑا بار

پڑتا ہی اور یہ ایک طرح سے اُن کے لیے بھی مضر ثابت ہوگا۔ نہ اُس تجویز سے میدانی فوج
کی قوت میں کوئی اضافہ ممکن ہی کیونکہ ان خاص محفوظ فوجوں کے عزل کو شامل کرنے کے
کیڈر دستیاب نہیں ہوسکتے ابتداءً غول صرف رنگروٹی گوداموں کے پُر کرنے کے لیے ہی
اور نقصانات کی تلافی کرنے میں ایک حد تک سہولت پیدا کر سکتا ہی۔ اسی طرح کہ تناقض سپاہیوں
سے کام لینے میں ظاہر کیا جاتا ہی۔ ہر فوج کی تقسیم اکثر اسی طرح کی جاتی ہی۔ اوّل نظام فوج
جس کی ترتیب تو امن کے زمانہ میں مگر پوری تکمیل جنگ کے زمانہ میں کی جاتی ہی۔ دوم نئی
بھرتیاں جن کی ترتیب اجتماع فوج کے وقت ہوتی ہی۔ آخر الذکر کی فوجی ترکیبی قابلیت
سپاہیوں کے جثہ اور عمر پر منحصر ہی مگر نظام فوج کے مقابلہ میں ہمیشہ بہت کمتر ہوتی ہی۔
لیسنڈ ویر (کی بھرتی شدہ افواج) باوجود نفیس خدمت کے
جو انھوں نے ۱۸۷۰ء کے میدان جنگ میں انجام دی اس کی مثال ہیں اور نئی فرانسیسی
بھرتیاں جن سے اُس معرکہ میں کام لیا گیا تھا بالکل بیکار ثابت ہوئی تھیں۔ یہ افواج دوسری
قطار میں کام کرتی ہیں۔ حملہ آورانہ جنگ میں ان کا کام ریلوں اور مرکزوں کا تحفظ مفتوحہ
علاقوں کے قلعوں میں رہنا اور ایک حد تک دشمنوں کے قلعہ کا محاصرہ کرنا ہوتا ہے
درحقیقت اُن کو وہ کام کرنا پڑتے ہیں جن سے اور طرح پر میدانی فوج کمزور ہو جائے دفاعی جنگ
میں ان کا کام مقامی تحفظ ہوتا ہی اور قومی جنگ کی اعانت۔ البتہ اگر اس محدود دائرہ میں کام
کرتے کرتے یہ نئے سپاہی فرائض جنگ کی انجام دہی کے لائق ہو جاتے ہیں اور تھوڑی سی
حملہ آوری کی قوت پیدا کر لیتے ہیں جو اوّل اوّل قابل بھروسے کی نہیں ہوتی اور سپاہیوں
کے دستوں سے جتنا کم کالونی ٹمنوں اور رسالہ کا کام لیا جائیگا۔ اتنی ہی ان کی قدر کم
ہوتی جائیگی۔ تاہم ہم نے اس بات کو مان لیا ہی کہ بحالت جنگ اس سپاہ کے کچھ حصہ سے
اوّل قطار میں کام لیا جا سکتا ہی اور فیصلہ کن کارروائیاں اُن کے سپرد کی جا سکتی ہیں۔
محفوظ اور نظام فوج جواز پر برابر سمجھی جاتی ہی۔ اور کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ ان میں کچھ لوگ اوروں
کے مقابلہ میں کم کام دینے والے ہیں۔ اس غیر ادراکی تصور میں بڑا خطرہ ہی۔
گر میدان جنگ میں جہاں کہیں ممکن ہو نظام فوج سے کام لینا چاہیے اور بجائے اس کے

کہ ادنیٰ سپاہیوں سے ایسا کام لیا جائے جس سے وہ اہل ہنوں تعداد کو محدود کر دیا جائے
حسب ضرورت ہم میں اتنی ہمت ہونا لازم ہے کہ ایسے لشکر سے حملہ کریں جو تعدادی حیثیت سے
چاہے کمتر ہو مگر ترکیبی اور قابلیت کے اعتبار سے بہتر ہو۔ ہم کو اس ادراک کے ساتھ حملہ کرنا چاہیے
کہ ترکیبی وار کی قوت اور قابلیت کثیر التعدادی کی فوقیات پر بھاری ہے اور یہ کہ زمانہ حال کی بڑی
فوجوں میں فیصلہ کن صورت کی فتح کا بمقابلہ سابق آخر نتیجہ پر بڑا اثر ہوتا ہے۔

فیصلہ کا انحصار نظام فوج پر ہے نہ کہ کثیر التعداد رنگروٹوں پر جو بھرتی کے وقت اس کے ساتھ
لگا دیے جاتے ہیں۔ جو کہ اناڑی اس اصول پر عمل کرتا ہے اور رنگروٹوں سے بس اتنا کام لیتا ہے کہ اپنی
فوج کی پوری چستی قائم رکھ سکے وہ اس فوج پر زبردست فوقیت لیجائیگا جس کا سردار بوجہ ناقابل
سپاہ کے عام طور پر دشواری میں ہو اور جس نے کثرت فوج کی وجہ سے کم لیاقتی کا نقصان
اٹھایا ہے۔ اس لیے کثیر التعداد محفوظ فوج کے سپاہیوں کو نظام فوج کی امداد کے لیے ہونا چاہیے
جن کے چھوٹے چھوٹے کام حتی الامکان اُن کو کرنا لازم ہیں اگر اس صورت سے انسے کام لیا
جائیگا تو قومی محفوظ سپاہیوں کی اعدادی فوقیت سے خود جنگ کے اندر یقینی فوقیت حاصل ہوگی۔

اس دلیل سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حتی الامکان نظام فوج کو زبردست اور قابل بنانا چاہیے اور
اُن کے اسٹاف پر زیادہ کام کا بوجھ محفوظ سپاہ کو اُن کے برابر بنانے کے لیے ڈال کر
بیکار کمزور کرنا غلطی ہے۔ یہ غرض بعض حالتوں میں پوری ہو سکتی ہے مگر عام قابلیت کا درجہ لشکروں
میں گر جائیگا۔

اس لیے ہماری ایک غرض یہ ہونا چاہیے کہ نظام فوج کو مضبوط کریں۔ حالتِ امن
کی مستقل فوج کا اضافہ کثیر التعداد مگر ناقص تربیت یافتہ محفوظ فوج کے مقابلہ میں بدرجہا بہتر
ہے۔ عملہ کے افسروں کی تعداد بڑھانا نہایت ضروری ہے سپاہی حالتِ امن میں جتنا زبردست
ہوگا جنگ کے لیے اُتنا ہی قابل ہوگا۔ اس لیے قابلیت کا خیال کرنا چاہیے نہ کہ تعداد کا۔
اجتماع نہ کہ کمزوری ہماری پناہ ہے۔ اگر ہم عام فوجی خدمت کی ترقی فوج کی تعدادی اضافہ
سے چاہتے ہیں تو ہم کو نئی بھرتیاں مرتب کرنا چاہئیں کیونکہ اس سے افسروں اور ماتحت
افسروں کی تعداد میں اضافہ ہو جائیگا۔ یہ کارروائی اور بھی زیادہ ضروری ہے کیونکہ موجودہ اسکیم

کی تعداد بہت سے صحیح البدن رنگروٹوں کے داخل کرنے اور اُنکی پوری تعلیم کے انتظام کیواسطے
ناکافی ہے۔ عام فوجی خدمت کا تدریجی اجرا انتظام فوج کے اضافہ تعداد کے ساتھ سب سے
پہلی عملی ضرورت ہے۔ اب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں کہ پلٹنوں کی جنگی نقل وحرکت فوج کی
جنگی قابلیت سواروں کی تعداد اور کمین گاہ کے کام میں انتظام سامان اور تعلیم سے
کسقدر ترقی ہوسکتی ہے۔

مجھے اول ایک بات بتانی چاہیے جس کا تعلق اُن مسئلوں سے بالکل جُدا ہے جن پر
پہلے بحث ہوچکی ہے مگر جو فوجی کام کے ہر شعبے میں نہایت اہم ہے بالخصوص حملہ میں جسکے لیے
مستعدی اور جدت عمل کی ضرورت ہے۔ میری مراد شخصیت کی اہمیت سے ہے۔

سپہ سالار سے لیکر جو اپنے دماغی خیالات کو ذمہ داری و تغیر حالات کے دباؤ سے
عملی صورتوں میں لاتا ہے اور بریگیڈیر جو ایک عام مقررہ اسکیم کے موافق بلا مشورہ کے کام
کرتا ہے ہرکارہ سوار تک جو خطروں سے گھرا ہوتا ہے اور دشمن کے ملک میں صرف اپنے ہی
ذرائع پر بھروسہ کرنے کے لیے مجبور ہوتا ہے اور اس نوجوان سپاہی تک جو میدان جنگ
میں اپنے لیے لڑتا ہے اور موت کے منہ میں فتح کیواسطے جد وجہد کرتا ہے ہر جگہ آج کل کی
جنگوں میں اور زمانے سے زیادہ شخصیت ہر چیز پر غالب ہوتی ہے۔ بیشمار جنگی ترتیبوں کے اثر نے
پلٹن کی یکجائی ترتیب کو متروک کردیا ہے اور شخص واحد اپنی ذات کے بھروسے پر چھوڑ دیا گیا ہے افسر کا
بلاواسطہ اثر کم ہوگیا ہے۔ رسالہ کی ترکیبی فرائض میں جو اُس فوج کا خاص کام ہے۔ پہرے کے
سوار اور اردلی بمقابلہ سابق اپنے ترپ سے زیادہ علیحدہ رہتے ہیں اور اپنی ہی ذمہ داری
پر چھوڑ دیے جاتے ہیں حتیٰ کہ توپ خانہ میں خود مختار فعل کی اہمیت پر بمقابلہ سابق صاف
طور سے زیادہ زور دیا جائیگا۔ میدان جنگ و جنگی کارروائیوں کا رقبہ فوج کی کثرت تعداد کی
وجہ سے بڑھ گیا ہے۔ سپہ سالار بمقابلہ سابق میدان جنگ کے مختلف حصوں میں کارروائیوں
کا معاینہ نہیں کرسکتا۔ وہ مجبور ہے کہ اپنے ماتحتوں کو زیادہ آزادی دے۔

دفاعی حالت میں شخص واحد کا فرض اپنی جگہ پر جمے رہنا ہے اور کمانیر کا خاص کام یہ ہے
کہ محفوظ فوج سے کام لے۔ دشمن کی جوابی نقل وحرکت کے اعتبار سے جو پہلے سے نہیں

معلوم ہو سکتیں اور حملہ آور سپاہ کی کامیابی یا ناکامیابی کے لحاظ سے حملہ آوری کی صورت
میں حالتیں لحظہ لحظہ بدلتی رہتی ہیں۔ حتیٰ کہ منفرد سپاہی کو جب جنگ میں تنزل ہوتا
ہی کبھی آگے بڑھنا پڑتا ہی۔ کبھی صبر و تحمل سے ٹھہرنا تاوقتیکہ مدد آجائے۔ جن چیزوں پر
فیر کرنا ہی اکثر اُن کو خود ہی منتخب کرنا پڑتا ہی مگر وہ اپنی فوج کا اتصال نہیں چھوڑتا۔ حملہ
آوری میں کمانیر کو اپنی قابلیتوں سے مختلف کام لینا پڑتے ہیں۔ چالاکی ترکیبیں، دلاوری، کامل
محنت، غور کی جانچ، سریع فیصلہ یکے بعد دیگرے اُسی کام میں لانا پڑتے ہیں اُس میں
متضاد فرائض کی انجام دہی کی قابلیت ہونا چاہیے اِس سے شخصیت پر بھاری بار پڑتا
ہی۔ اِس سے ظاہر ہوا کہ اُس فوج کو نمایاں فوقیت ہوگی جس میں سب سے زیادہ ایسے
لوگ ہوں گے جنھیں اپنے اوپر بھروسا ہو اور خود مختارانہ طبیعت رکھتے ہوں اِس
غرض کے حاصل کرنے کے لیے ہم کو سخت جد و جہد کرنا چاہیئے یعنی اِس اعتبار سے
اپنے دشمنوں پر فائق ہونا چاہیے۔ اور یہ غرض ممکن التحصیل ہی۔ شخصیت میں ترقی ممکن ہی
بالخصوص روحانی کوشش کے دائرہ میں غور اور خوض کی قوتیں متواتر مشق سے بڑھ سکتی
ہیں۔ مگر وہ شخص جو اُن حالتوں کا اندازہ کرسکتا ہی جس کے مطابق اُسے عمل کرنا ہی۔ جو اُس
دائرے پر حاوی ہی جس کے اندر وہ کام کرتا ہی۔ ایسا شخص یقیناً جلد اور آسانی سے
اپنے ارادہ کا فیصلہ کرلیگا بہ مقابلہ ایسے شخص کے جس کے سامنے کوئی ایسا معاملہ ہو جس کو
وہ اچھی طرح نہیں سمجھتا۔ خود اعتمادی جرأت اور استقلال مصیبت تجربہ اور علم سے پیدا
ہوتے ہیں۔ ایک اناڑی اور جھجک والا رنگروٹ بتدریج ایک صاف دماغ اور چست
و چالاک سارجنٹ ہوجاتا ہی اور یہی حالت بڑے عہدوں میں ہوتی ہی مگر جس شخص کی
دماغی ترقی مسائل حل طلب کے لیے ناکافی ہوتی ہی وہ عمل کے وقت رہ جاتا ہی ممتاز افسر بولر بکی
( ) مجبور ہوگیا جب اُس کو ایسی فوج کی سرداری کرنا پڑی جن کے حالات
سے وہ پورے طور پر واقف نہ تھا۔ برخلاف ازیں جنرل جانزی ( )
کا صاف دماغ اور استقلال شکست کی حالت میں بھی قائم رہا۔ لہٰذا تیاریوں کے اہم کاموں میں
ایک کام یہ ہی کہ فوج کا روحانی مرتبہ بڑھایا جائے گویا اُن کے خصائل کو بنایا اور بلند رتبہ پر پہنچایا

جائے۔ بالخصوص اُن لوگوں کی خوداعتادی اور خودمختارانہ قابلیت کو ترقی دینا ضروری ہے جو اعلیٰ عہدوں پر ہیں۔ طویل فوجی زندگی میں خیالات ضرورت سے زیادہ جلدی قائم ہوجاتے ہیں اور بوڑھا سپاہی قدیم روایتی سلسلۂ خیالات پر عمل کرتا ہے اور اس کے بعد کوئی آزاد رائے قایم نہیں کرسکتا ایسی ترقی کے خطرہ کی جانب سے چشم پوشی لازم نہیں ہے۔ فوج کی سخت اور یکساں ترتیب میں جو اس کی اخلاقی قوتوں کو دوگنا کردیتی ہے یہ نقص ہے۔ اس سے ایک طرفہ ترقی ہوتی ہے۔ جو کثیر الاطراف حقائق کے خلاف ہوتی ہے اور وہ شخصیت کو اُبھرنے نہیں دیتی۔ یہ حالت ایک گونہ جرمنی میں کثیر التعداد فوج سے حملہ کرنے کی اسکیم میں تھی۔

متحدہ ارادہ وعمل سے قوت میں پورا زور آجاتا ہے۔ متحدہ ارادہ کو بڑی سی بڑی روحانی خودمختاری کے ساتھ چلنا چاہیے جو ہر نازک موقع کا مقابلہ کرسکے اور اصلی قاعدوں سے پیچیدہ مسائل کے حل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔

اکثروں کا خیال ہے کہ انسان انسان سب ایک ہیں۔ شخصیت کوئی چیز نہیں مگر یہ خیال غلط ہے عہدِ امن میں جب جعلی شہرتوں کا دور دورہ ہوتا ہے اور کسی حقیقی جنگ سے بھوسی غلہ سے جدا نہیں ہوتی انجام دہی فرض کی متوسط حالت کافی سمجھی جاتی ہے۔ مگر جنگ میں شخصیت حالتوں کو متغیر کردیتی ہے۔ ذمہ داری اور خطرہ سے شخصیت آگے آجاتی ہے اور اس سے اُن کی حقیقی قابلیت کا اظہار ہوتا ہے جس طرح کیمیائی عمل خالص دھات کو میل سے جُدا کردیتا ہے۔ وہ فوج خوش قسمت ہے جس نے اس قسم کے لوگوں کو امن کے زمانہ میں بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز کردیا ہے اور اُن پر قایم رکھا ہے۔ صرف اسی طریقہ سے ہم اُن خطروں سے بچ سکتے ہیں جو یکطرفہ دستور العمل سے پیدا ہوتے ہیں۔ ولیم اول کے لیے یہ خوبی دائمی یادگار ہے کہ کم از کم نہایت اعلیٰ ذمہ داری کے عہدوں کے لیے ایام امن میں وہ بڑے بڑے لوگوں کو منتخب کرتا تھا اور باوجود سخت مخالفت کے وہ اُن لوگوں کا ساتھ دیتا تھا جو ضرورت کے وقت دلاور اور کام کے آدمی ثابت ہوتے تھے اور جن میں اتنی جُراُت ہوتی تھی کہ اپنے منتخبہ رستوں پر قایم رہیں۔ ناموری کے لیے یہ حق حقیر نہیں ہے۔ کیونکہ بسا اوقات غیر معمولی

شخص حسد اور بے اعتباری کا نشانہ ہو جاتا ہے مگر ارزاں متوسط فرزانہ جو کسی عملی کارروائی کے قابل نہیں ہوتا تربیت یافتہ فائق شخص معلوم ہوتا ہے اور جنگ کی سخت حقیقت سے دباؤ سے ہی گیستی (   ) کے مصرعون کی تصدیق ہوتی ہے۔

ہر ملک میں لوگ غلام اور فاتح اس بات کی شہادت دے سکتے ہیں کہ انسان کے لیے خوش قسمتی کا عظیم الشان انعام صرف شخصیت ہے۔

باب دہم

نظام فوج برّی

میں اب بعض مسائلِ نظم پر بحث کرنا چاہتا ہوں مگر میری یہ نیت نہیں ہی کہ اُن کل ضروریات اور اغراض کو ظاہر کردوں جن کی طرف ہمارے فوجی حلقے آجکل متوجہ ہیں۔ میں بجاے اس کے اُن عام مصالح کے بیان کرنے کی کوشش کرونگا۔ جن پر میری راے میں فوج کی آیندہ ترقی کے فیصلہ کا انحصار ہی۔ بحالیکہ ہم استقلال کے ساتھ اُن شعبوں میں فوقیت حاصل کرنیکے متمنی ہیں جو یقینی طور پر جنگ مابعد میں نہایت کارآمد ثابت ہوں۔ تفصیلات کی صرف اُن باتوں کے لیے ضرورت ہی جو خاص طور پر ممتاز یا محتاجِ تشریح ہیں۔ ظاہر ہی کہ میری رائیں موجودہ انتظامات و حالات کے خلاف ہونگی مگر حاشا میری غرض اُن پر نکتہ چینی کرنا نہیں ہی۔ دراں حالیکہ ہماری فوج نے مالی مشکلات اور سیاسی نزاعات میں رہ کر خاص معین ابتداؤں سے بہت سے مختلف لوگوں اور تغیر پذیر رایوں کے زیر اثر بے قاعدگی سے موجودہ صورت اختیار کی ہی۔ لہذا میری رائیں اصولی ضروریات پر مبنی ہیں۔ ایک اعتبار سے اُس کی ذات نکتہ چینی سے بری ہی وہ ایک ایسی چیز ہی جو پہلے سے موجود ہی جس کی ماہیت کے متعلق آنے والی تاریخ ہی فیصلہ دیسکتی ہی۔ مگر ہماری فوج کی آیندہ توسیع مستقبل سے متعلق ہے۔ اور اُس کا راستہ بتانے میں کوئی ہرج نہیں ہی وہ قابل بننے کے لیے مفرح راستوں پر چل سکتی ہے اور سیاسی حیثیت سے اِس مقصد کا پورا ہونا نہایت ضروری ہی۔ اِس لیے ماضی پر میں معترضانہ نظر نہ ڈالونگا۔ بلکہ مستقبل کی خدمت کرونگا۔

ہماری جنگی تیاریوں کا دستورالعمل جیسا میں پہلے بیان کرچکا ہوں بڑی سی بڑی لڑنیوالی فوج اور زیادہ سے زیادہ ترکیبی قابلیت ہونا چاہیے تاکہ اُن کے ذریعہ سے حملہ آورانہ جنگ کامیابی کے ساتھ ہوسکے۔ اِس لیے جو کچھ بیان کیا جائیگا۔ اِن دو شعبوں کے متعلق ہوگا۔ جیسا پہلے بیان

ہو چکا ہے جنگی طاقت کا دارومدار کچھ تو تعلیم ۔ فوجی تیاری اور عملہ افسران پر ہے اور کچھ افواج کی ترکیب اور اس لیے لائن رجمنٹوں کی صورت میں اُن کے زمانۂ امن کی تعداد پر بھی ہے ۔ لائن رجمنٹوں سے ہمیں خاص سروکار ہے کیونکہ یہی حقیقی میدانی افواج ہیں ۔ پچھلے باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ مستقل فوج میں نئی بھرتیوں کے لیے ضروری تھا کہ پہلے سے تیار نہ رہیں بلکہ ہر جُدا جُدا شاخ کی تعداد اس قدر رکھی جائے کہ بوقت جنگ آسانی سے وہ پوری تعداد تک پہنچ جائیں سرداروں ۔ افسروں اور غیر کمیشن یافتہ افسروں کی قابلیت و خصائل بھی سپاہیوں کی لیاقت کے لیے اہم چیزیں ہیں وہ انتظام فیصلے اور آغاز کے پشت و پناہ ہیں اور چونکہ وہ سپاہیوں کے معلم ہیں ۔ وہ ان کے دماغی معیار کے تعین کنندہ بھی ہیں اُن فرائض کی نسبت سے جو سپاہیوں کی تعلیم کے متعلق انجام دینا ہوتے ہیں اور جو زیادہ کام اجتماع افواج کے وقت کرنا پڑتا ہے عملہ میں مختلف افسروں کی تعداد بہ زمانۂ امن بہت کم ہے ۔ یہ خیال کرنے سے کہ کسقدر افسر اور غیر کمیشن یافتہ افسر مستقل فوج سے نئے بھرتیوں کے کار آمد بنانے کے لیے منتقل ہونا چاہییں و نیز اس بات سے کہ حال کی جنگی ترکیبی صورتوں کی وجہ سے افسروں کے لیے جنگ میں اپنا اثر محسوس کرانا کس قدر دشوار ہوگیا ہے موجودہ افسروں کی کمی تعداد کا صاف ثبوت ملتا ہے ۔ اس کا اطلاق خاص کر بٹلین پر ہوتا ہے اور ان کے لیے کیونکہ یہ فیصلہ کن فوجیں ہیں ، ایک کافی تعداد قابل افسروں کی ضروری ہے ۔ لہٰذا ایک طرف اس کی اور بھی زیادہ ضرورت ہے کہ بٹلین کے عملہ میں افسروں اور غیر کمیشن یافتہ افسروں کی پوری تعداد رکھی جائے اور دوسری طرف افسروں اور نان کمیشنڈ افسروں کی جو رخصت پر یا محفوظ فوج میں ہوں قابلیت بڑھائی جائے ۔ یہ پچھلی بات تعلیم سے متعلق ہے اور ہماری بحث سے اُس کو علاقہ نہیں ہے ۔

پوری تعداد میں عملوں کا رکھنا ایک اعتبار سے مالی مسئلہ ہے تنخواہ کی مقدار اور ترقی کی اُن اُمیدوں سے جو اس پیشہ میں آیندہ سول عہدوں کے لیے ہیں ۔ نان کمیشنڈ افسروں پر بڑا اثر پڑتا ہے ۔ اس لیے ضروری ہے کہ گرانی کے زمانہ میں مالی منافع میں اصلاح کی جائے افسروں کے کور کی ساخت میں بھی مالی مسئلہ بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے ۔ آجکل کی ملازمت میں افسر کو ترقی کی اس قدر کم اُمید ہے اور اس کے لیے اس قدر قابلیت اور انہماک کی ضرورت ہے کہ اگر قربانیاں ایسی

ہی رہیں جیسی آجکل ہیں تو وہ عرصہ تک فوج میں نہیں رہ سکتا اگرچہ اُس کی ملازمت دلکشی سے خالی نہیں ہے۔ افسر پلٹن کی حیثیت بالخصوص بہتر ہونا چاہیے۔ مانا کہ رسالے اور سوار توپ خانہ کے افسروں کا گھوڑوں کی وجہ سے زیادہ صرف ہوتا ہو مگر پلٹن کے افسر کے کام کہیں زیادہ سخت ہوتے ہیں اور وردی وغیرہ میں بہت کثیر صرف بیٹھتا ہو۔ میری رائے میں بمقابلہ رسالہ اور توپ خانہ کے افسروں کے پلٹن کے افسر کو زیادہ تنخواہ ملنی چاہیے تاکہ اس فوج میں ملازمت کے لیے زیادہ ترغیب ہو۔ آجکل رسالہ میں لوگ جوق جوق بھرتی ہوتے ہیں اور اس میں امیدواروں کی کثرت ہے اس فوج میں افسروں کی قلت نہ ہوگی۔ پلٹن کی ملازمت کے لیے خاص رعایتوں سے رسالہ کی زیادہ ترغیب کو برابر کر دینا چاہیے۔ اِس خاص فوج میں افسروں کی کافی تعداد کی فراہمی اور کسی ذریعہ سے ممکن نہیں۔

اگر دستہ کی جنگی طاقت کا انحصار اُس کی ترکیب اور تعلیم پر منحصر ہو تو علاوہ سپاہیوں کے ترکیبی قابلیت کے اور عناصر بھی ہیں جن سے جنگ میں اُن کی متحدہ کوششوں کی کامیابی کا فیصلہ ہو سکتا ہو اوّل تو سرداری ہو مگر اس کا انحصار اُن حالات پر ہو جن کا اندازہ نہیں ہو سکتا دوسری افواج کی اعدادی مناسبت باہمدگر پر تھوڑی دیر کے لیے رسالہ کو نظر انداز کر کے جو لڑائی میں خاص کام کرتا ہو ہم اُس تناسب کو بتاتے ہیں کہ جو توپ خانہ کا پلٹن سے ہونا چاہیے۔

مشین گنوں کی نسبت جو یہ خیال ہو کہ وہ ایک حد تک پلٹن کی قائم مقامی کرتی ہیں غلط ہو۔ اصل میں مشین گنیں آلات دفاع ہیں۔ حملہ کی حالت میں اُن سے جب کام لیا جا سکتا ہو کہ موقع اچھے ہوں اور اس صورت میں کامیاب حملے کے جز دیعنی گولندازی کی طاقت کو قوت پہنچاتی ہیں مگر بعض اوقات وہ اُس تند دھاوے کے لیے روک ہوتی ہیں جو کل حملوں کی روح رواں ہے لہذا یہ معاون ہتھیار پلٹن کو محدود تعداد میں دیا جاوے اور اس سے دفاعی جنبشوں میں خاص کر کام لیا جائے اور بڑی تعداد میں اِن کو مختلف طور پر تقسیم کر دیا جائے۔ کوچ کرنے والے کالموں پر مشین گنوں کے دستوں کا بار نہ ڈالنا چاہیے۔ پلٹن کا جو تعلق توپ خانہ سے ہے زیادہ اہمیت رکھتا ہو۔ پلٹن فیصلہ کن فوج ہو اور فوجیں محض اس لیے ہیں کہ فتح کے لیے اِن کا راستہ صاف کر دیں اور اِس کے کام میں بالواسطہ یا بلاواسطہ مدد دیں۔ یہ تعلق محض اصولی نہ ہونا چاہیے۔ تمام

فوج کی کل دیگر جنگی آلات کا فیصلہ آخر کار پلٹن کی ضروریات پر ہونا چاہیے۔ اگر ہم اس خیال کو اپنی دلیل کی بنیاد ٹھہرائیں تو نتیجہ حسب ذیل ہوگا۔ زمانہ حال کے آلات کی وجہ سے پلٹن کو دفاعی قوت میں بہت کچھ ہاتھ آیا ہی۔

لہذا حملہ کے لیے بمقابلہ سابق کہیں زیادہ فوقیت کی ضرورت ہی علاوہ بریں آتشبازی کے بڑھ جانے سے پہلی ترتیبیں کہ سپاہی قریب قریب کھڑے کیے جاتے تھے جاتی رہی ہیں اور بدیں وجہ کہ جنگ میں جیش کی چوڑائی بہت زیادہ وسیع ہوگئی ہی۔ اس کا اطلاق صرف جُدا دستہ پر ہوتا ہی اور اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ آیندہ کم فوجیں اُتنی جگہ میں کھڑی ہونگی جتنی جگہ میں پہلے ہوتی تھیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ دفاع کے لیے ہوسکتا ہی وہ بھی محدود صورت میں۔ حملے میں غالباً صورت اس کے خلاف ہوگی۔ اس لیے سپاہیوں کو بمقابلہ جنگہاے سابق زیادہ قریب قریب کھڑا کرنا چاہیے۔ اور جیش کا اوسط عرض اُسی تناسب سے ہونا چاہیے جو توپ خانہ کو پلٹن سے ہی اس کی کوئی مقررہ نسبت نہیں بتائی جاسکتی لیکن اگر اصولی اندازہ کا مقابلہ گزشتہ جنگوں کے تجربات سے کیا جائے تو ایسے نتائج حاصل ہوسکتے ہیں جو غالباً ٹھیک ہوں۔ فوجی سائینس کے دائرہ میں اس سے زیادہ توقع نہ کرنا چاہیے۔ اگر پلٹن کے حملہ میں ہم مندرجۂ بالا عرض و عمق کو مان لیں تو اس حالت میں ہم چاہیں گے کہ بمقابلہ سابق توپ خانہ میں تخفیف کردی جائے۔ لیکن جب یہ خیال کیا جائیگا کہ زمانہ حال کا توپ خانہ حملہ میں مدد دیتا ہی بالخصوص بالواسطہ آتشبازی سے تو جنگ دفاع کے نقطۂ خیال سے ہم توپ خانہ کے اضافہ کے طرفدار ہونگے۔ صرف اصلی تجربات جنگ سے ان دو انتہائی حدود کے درمیان بیچ کا راستہ مل سکتا ہی۔

اگر آجکل کے ارمی کور یا ڈویژنوں کے توپ خانہ کی جیشی ترقی پر اس اعتبار سے خیال کیا جائے کہ توپیں مسلسل قطار میں نہیں بڑھ سکتیں بلکہ صرف میدان جنگ کے خاص طور سے اختیار کردہ حصے توپ خانے کی ترقی کے لیے استعمال ہوں تو یہ نتیجہ یقینی ہی کہ اس جیشی توسیع سے پلٹن توپ خانہ کو ڈھک لیتی ہی۔ اس رائے کے قائم کرنے میں یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ پلٹن کی تعداد پوری ہی بلکہ یہ خیال کرنا لازم ہی کہ جنگ میں پلٹن کی تعداد تیزی سے گھٹتی رہتی ہی اگر ہم کمپنیوں کا تخمینہ اُن کی اصلی تعداد کی دو تہائی سے کریں تو اصلی تعداد سے یہ زیادہ ہی ہوگا کم نہیں ہوسکتا۔ پلٹن کی یہ تعداد

توپ خانہ کی حفاظت کے لیے کافی ہوسکتی ہو گر میدان کے اُس حصہ میں فیصلہ کُن حملہ کے لیے یہ کافی نہیں ہے اِس کے لیے موجودہ حالتوں میں زیادہ تعداد اور زیادہ گھنے ہونے کی بمقابلہ سابق ضرورت ہو۔

اِس ضمن میں فرانسیسی جرمن جنگ کے دوسرے حصہ اور جنگ بوئرنیز معرکہ منچوریا کے پڑھنے سے بہت کچھ سبق حاصل ہوسکتا ہو۔ فرانسیسی جرمن جنگ میں جرمن پلٹن کا کچھ حصہ تعداد میں بہت کم ہوگیا تھا (۱۲۰) آدمیوں کی کمپنیاں کمیاب نہ تھیں مگر توپ خانہ کی تعداد میں کوئی کمی واقع نہوئی تھی۔ اِس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ جرمنوں کی حملہ آورانہ قوتیں کم ہوگئیں اور جنگیں اِس قدر فیصلہ کُن نہوئیں جس قدر کہ جنگ کے پہلے حصہ میں ہوئی تھیں۔ اِس کمزوری کا اظہار کسی برابر والی فوج کے مقابلہ میں بہ نسبت فرانسیسی ناتجربہ کار سپاہیوں کے زیادہ ہوتا۔ برابر کی فوج کے مقابلہ میں حملہ آوری ناممکن ہوجاتی اُس وقت کی موجودہ صورتوں میں زبردست توپ خانہ سے اِس میں شک نہیں کمزور پلٹن کو بڑی مدد ملی مگر انصاف یہ ہو کہ جو تناسب فوجوں کا باہم دگر تھا اگر یہ تناسب جرمن فوج کا کسی برابر والی فوج سے ہوتا تو جرمن فوج اتنی کمزور تھی کہ زبردست حملہ آورانہ ترکیبیں دشمن کے مقابلہ میں چلنا ممکن نہ تھیں۔ یہ بات بلاتردید ثابت ہوجاتی ہو۔ جب ہم اِس بات کو خیال کرتے ہیں کہ ورتھہ ( ) اور پرکویٹ ( ) میں مساوی درجہ کے کمزور تر دشمن کو شکست دینے کے لیے کس قدر کثیر التعداد پلٹن کی ضرورت پڑی تھی باوجودیکہ مدد کے لیے زبردست توپ خانہ موجود تھا۔ نیز جنوبی افریقہ میں انگریزنا اپنے توپ خانہ کی بڑی فوقیت سے ہرگز فتح حاصل نہ کرسکے۔ منچوریا کی حالت نہایت سبق آموز تھی۔ جاپان کے مقابلہ میں اعدادی اعتبار سے روس کا توپ خانہ دشمن کے توپ خانہ کے مقابلہ میں افضل تھا اور روس کی میدانی توپوں کی مار بھی جاپان کے مقابلہ میں زیادہ تھی مگر جاپان کو اپنے دشمن کے شکست دینے میں جس کی پلٹن بھی زبردست تھی کامیابی ہوئی کیونکہ حملہ کے فیصلہ کُن جوانب میں اُنھوں نے پلٹن اور توپ خانہ کی متحدہ فائق فوج جمع کرلی تھی اور اس کے مقابلہ میں روسی توپ خانہ اپنے کل جیش پر پھیلا ہوا تھا۔

اِس جنگ سے یہ سبق حاصل ہوتا ہو کہ علاوہ جُدا جُدا شعبوں کے قریبی تعلق باہمد گر کے ان دو شعبوں کے متحدہ کام پر بھی لحاظ کرنا چاہیے۔ اگر ان دونوں فوجوں کی قوت کا ٹھیک اندازہ کرنا

کرنا مقصود ہے۔ یہ ضرورت کہ ہر جدا جدا سپاہی توپ خانہ میں دشمن کے سپاہی کے برابر یا اُس سے برتر بنا دیا جائے بالکل غیر ادرا کی ضرورت ہے۔ اس کے یہ معنی ہونگے کہ جنگ میں ڈویزن ڈویزن سے لڑتا ہے اور کور کور سے فیصلہ کُن نکتہ کی فوقیت آخری جانچ ہے۔ یہ فوقیت حملہ کے لیے افواج کے غیر متوقع مرکزی اجتماع سے حاصل ہوتی ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ توپ خانہ کی فوقیت بھی اسی طرح نہ حاصل ہو۔ اگر فائق ترکیبی لیاقت سے دو آرمی کور ہر ۹۶ توپ کے مخالف فوج کے مقابلہ میں ملجائیں تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ دونوں کوروں کو توپ خانہ میں (۴۸) توپوں کی فوقیت ہے اور بلٹن میں دگنی۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ہر دو جانب آرمی کور (۱۴۴) توپوں سے مسلح ہیں اور اس وجہ سے ترکیبی فوقیت اس قدر خفیف ہوگئی ہے کہ کوئی فریق ایک سمت میں فوقیت کا دعویٰ نہیں کر سکتا تو اس صورت میں برابر فوجوں کا مقابلہ ہے اور فتح کا فیصلہ اتفاق کے ہاتھ میں ہے۔ چونکہ جاپانی ترکیبی اعتبار سے دشمن کے مقابلہ میں زیادہ قابل تھے اور اُن کی حیثیت حملہ آوری کی تھی اُنھوں نے نہایت فیصلہ کُن جانب میں برتر فوج جمع کر لی اور یہ فوقیت روسی فوج کی مجموعی اعدادی فوقیت کے مقابلہ میں زیادہ غالب ثابت ہوئی۔ اس کل معاملہ پر غور کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہونچیں گے کہ توپ خانہ بشرطیکہ وہ محض دفاع کے لیے ہو۔ خط جنگ کے اندر اتنی زمیں نہ گھیرے کہ نہایت فائق بلٹن کی فوج کا اجتماع حملہ کے لیے مشکوک ہو جائے۔ اس اعتبار سے اپنے موجودہ نظام میں ہم نے ضروری تناسب جو دونوں فوجوں میں ہونا چاہیے۔ توپخانہ کے حق میں بڑھا دیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ توپ خانہ کو جُدا ڈویزنوں کے حدود کے اندر اتنا زبردست نہ کرنا چاہیے کہ فوج کی حملہ آورانہ قابلیتوں کو اُس سے نقصان پہنچے یہ فیصلہ کُن نکتہ ہے۔ توپ خانہ کا فاضل حصہ میدان جنگ میں محفوظ رکھا جائے۔ دراں حالیکہ جگہ کم ہو۔ اگر سپاہ کی حملہ آورانہ قابلیت گھٹ جاتی ہے تو توپ خانہ فتح کے واسطے سہارا ہونے کے بجائے فوج پر بار گراں ہو جاتا ہے فائق افواج کو فیصلہ کُن حملہ کے لیے متحد کرنا کہیں زیادہ ضروری ہے بمقابلہ اس کے کہ کل جیش پر دشمن کا مقابلہ برابر کی افواج سے کیا جائے۔ اس اصول پر کاربند ہونے سے ہم دشمن کے مقابلہ میں معمولی جیشوں کے سامنے کمزور ہونگے۔ اس نقصان کی تلافی اس طرح ہو سکتی ہے کہ ایسے مقام پر دفاعی صورت اختیار کی جائے۔ اگر افواج کے مغلوب کرنے والے اجتماع سے

فیصلہ کُن مقام پر فتح حاصل ہو جائے تو یہ فوقیت یقینی فوقیت ہے یہ فتح کل شکستوں کو جو اور جگہ لکھی گئی ہیں قلم زد کر دیتی ہے۔

دشمن کی کارروائیانہ فوقیت کا فیصلہ افواج کی برتر کوچ صلاحیت۔ سریع و باقاعدہ عمل۔ مراسلات ساقہ اور خاص کر کارروائی کرنے والے کالموں کی لمبائی سے ہوتا ہے۔ زمانہ حال کی کثیر فوجوں کے نظام میں فوج کو بالخصوص جب وہ قریب قریب رکھی گئی ہو ملک کی رسد کافی نہیں ہو سکتی۔ اس کو اپنے روزانہ خورونوش کے لیے ساقہ پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے۔ حتی الامکان ریلوں کے ذریعہ سے رسدیں آتی ہیں مگر ریل کے مقام سے سپاہ کا سلسلہ مراسلت بذریعہ چھکڑوں اور جانوروں کے ہوتا ہے جو سپاہ کے عقب میگزین اور ریلوے اسٹیشن کے درمیان آتے جاتے ہیں۔ چونکہ چھکڑے بنی ہوئی سڑکوں کے لیے محدود ہیں سپاہ کے ساتھ سلسلہ مراسلت براہ راست جانوروں کے کالموں کے ذریعہ سے جاری رہنا چاہیے کیونکہ جانور سڑکوں کے پابند نہیں ہوتے ہیں۔ اس لیے رسد کی گاڑیاں جو سپاہ کے پیچھے ہوتی ہیں اور روزانہ بھری جاتی ہیں اُن کے ساتھ ہی روز آنا چاہییں۔ ورنہ کھانے کا توڑا ہو جائے گا۔ یہ صرف اُسی صورت میں ممکن ہے کہ سپاہ کے کالم کا طول حد معین سے زیادہ نہ ہو اور علی الصباح روانہ ہو جائے تاکہ باربرداری کی گاڑیاں جو کوچ کے ختم پر عقب سے کالم کے سرے پر آجانی چاہییں اُس تک سونے کے وقت سے پہلے پہونچ سکیں۔ حملہ کے لیے فوج کی قابلیت صرف اُس حالت میں قائم رہ سکتی ہے کہ اس رسد کا سلسلہ منقطع نہ ہو۔ کچی جنس اور رسد کے کافی ڈبے بھی ہونے چاہییں جو سپاہی اپنے ہمراہ لیجا سکیں۔ اگر کالموں کی لمبائی حد معینہ سے زیادہ ہو تو اسی نسبت سے کوچوں کی مسافت میں اختصار کر دیا جائے۔ اگر اتنے لمبے کوچ کیے جائیں کہ رسد کی گاڑیاں سپاہ تک نہ پہونچ سکیں تو رسد کے انتظام کے لیے بیچ میں آرام کے دن رکھ دیے جائیں۔ اِس صورت سے فوج کے کوچ اور کارروائیوں کی قابلیت کا انحصار اس پر ہے کہ عقب سے اُس کے کھانے پینے کا انتظام ہے محتاطانہ اندازے سے جو عملی تجربات پر مبنی ہے ظاہر ہوتا ہے کہ ۲۰ سے ۲۲ کلومیٹر یومیہ کا اوسط پورا کرنے کے لیے جو فوج کے واسطے کم سے کم فاصلہ ہے کسی کالم کو ۲۵ کلومیٹر سے زیادہ فاصلہ نہ طے کرنا چاہیے۔ اِس سے کوچ کرنے والے آرمی کوروں کے عمق کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ کسی اہم معرکہ میں دنیز جنگ کے لیے

جمع ہونے میں سپاہ کو رستے کم دستوں میں کبھی کوچ نہیں کرتی ہے۔

اِس اندازہ سے جو زمانہ حال کی جنگ کے اعتبار سے ٹھیک ہوتا ہے۔ نہایت ضروری ہے کہ رسد اور خوراک کا انتظام اچھا کیا جائے۔ خراب شدہ ریلوں کی درستی ہلکی ریلوں کی ساخت۔ موٹر باربرداری کی گاڑیوں اور جانوروں کے انتظام کی تیاری ہر ممکن ذریعہ سے امن کے زمانہ میں ہونا چاہیے تاکہ جنگ کے زمانہ میں ریل کی سڑکیں حتی الامکان سپاہ کے نقش قدم پر چلیں اور کالم بغیر خلل کے سپاہ اور ریلوے اسٹیشن کے درمیان مسلسل مراسلات جاری رکھ سکیں۔ اس کل کو ہمیشہ چلتا رکھنے کے لیے اور رسد کے آنے کی کسی اہم وقت کو روکنے کے واسطے بہت سا ذخیرہ کچی جنس کے ڈبوں کا ہونا چاہیے۔ یہ ذخیرہ بلحاظ کثرت اجتماع افواج جہاں تک ممکن ہو سکے بڑا ہو۔ ٹرینوں اور کالموں کے انتظام سے رسد کے ڈبوں کے ذخیرہ میں جلد جلد اضافہ ہوتا ہے اس کام کو وہ خاص ہلکے کالم خوبی سے انجام دے سکتے ہیں جو رسد اور باربرداری کے کالموں سے جدا جدا آرمی کوروں کے متعلق ہوتے ہیں۔ یہ رسد اور باربرداری کے کالموں کے پیچھے بس اتنے فاصلہ پر ہوتے ہیں کہ اگر ضرورت پڑے تو کسی نہ کسی طرح گھس پل کر یا شب کے وقت کوچ کر کے جیش تک پہونچ سکیں۔

آرمی کوروں کی ٹرینیں بڑھانے کی طرف رغبت نہیں ہے مگر یہ ضرورت لابدی ہے۔ یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ متعلقہ کالم بہت طویل نہیں ہوتے کیونکہ ان کے پاس زیادہ تر منجمد کھانے اور ایسی رسدیں ہوتی ہیں جو دبا کر ذرا سی جگہ میں رکھدی جاتی ہیں۔

بہت سے ٹرینوں کے آدمی ریلوے اور تار برقی کے کورا ورکاریگر مزدور وغیرہ آجکل کی لاکھوں کی فوج کے اچھے انتظام کے لیے تیار رہنا چاہییں۔ یہ نہایت ضروری ہے کیونکہ آجکل کی جنگ میں سپاہ بغیر ان کے عملاً حرکت نہیں کر سکتی۔ اِس بارہ میں دشمن پر فوقیت ہونا کہیں زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ اس سے فیصلہ کن مقام پر فائق فوج جمع کرنا و نیز زبردست دشمن کو شکست دینا بھی ممکن ہے۔

تیاریاں چاہے کیسی ہی احتیاط سے کی جائیں یہ فوقیات صرف اُس صورت میں حاصل ہو سکتی ہیں کہ سپاہ کے کالم انتہائی تعداد سے زیادہ نہوں جن کی خوراک کا انتظام عقب سے

ہوسکتا ہو جس وقت فوج آگے بڑھ رہی ہو۔ ہر چیز جس کی آرمی کور کو جنگ کے واسطے
ضرورت ہو ان حدود کے اندر ہونا چاہیئے ۔
ہمارا آجکل کا آرمی کور بغیر بھاری میدانی توپ خانہ کے قریب قریب اس ضرورت کے
موافق ہی۔ لیکن اگر اس کا طول بھاری ہووٹزر بٹالین کے اضافت سے جو ضروری ہی توپ خانہ کے
کالموں کے بڑھ جائے ۔ تو اس سے محفوظ کو فوج کا عمق بہت زیادہ ہو جائے گا بشرطیکہ ضروری
مقدمۃ الجیش کا فاصلہ بھی شامل کر لیا جائے ۔ چونکہ پلٹنیں بھی اس جگہ کے تناسب سے جو توپ خانہ
کے پھیلنے کے واسطے درکار ہو کمزور ہوتی ہی۔ اس لیے مصلحتاً زبردست حملہ آور کارروائیانہ
قابلیت کی خاطر جدا جدا سپاہ کے حدود نظام کے اندر پلٹنوں کی تعداد بڑھا دی جانے اور
توپ خانہ کی گھٹا دی جائے ۔
علاوہ کالم کی لمبائی کے ڈویژن کی ترتیب اس کی ترکیبی قابلیت کے لیے ضروری ہے ۔
یہ ترتیب ایسی ہونی چاہیے کہ سپاہ اور محفوظ فوج سے سپاہیوں کو ہٹانے کے بغیر مختلف کام
لیے جاسکیں ۔ یہ ضرورت ہمارے قدیم نظام کے موافق نہیں ہی اور کوئی شخص جو اس پر سختی
سے اصرار کرے پیدا نہیں ہوا ہی اگرچہ موجودہ ترکیبی نظام کے ناقص ہونے میں کوئی شک نہیں
ہی اور قابل افسروں نے مناسب تدابیر اس کے متعلق کی ہیں ۔
آرمی کور دو ڈویژنوں میں منقسم ہوتا ہی اور ہر ڈویژن کے دو انفینٹری بریگیڈ ہوتے ہیں ۔
تمام بریگیڈوں کی دو دو رجمنٹیں ہوتی ہیں ۔ محفوظ فوج کی ساخت سے کمانیر کے لیے سہولتیں اور
اپنے اندازہ سے مطابق مرکز ثقل قائم کرنا نہایت دشوار ہو جاتا ہی۔ محفوظ فوج کی تیاری میں
ایک نہ ایک دستہ کو توڑنا ضروری ہوتا ہی۔ اور کسی دستہ کے افسروں کو بہت سی صورتوں
میں بیکار کر دینا پڑتا ہی ۔ سپاہ کے ایک حصہ کو پھیلنے کے لیے زیادہ جگہ دینے اور دوسرے کو
کم کر دینے سے ایک طرح کا مرکز ثقل جنگ کے لیے فراہم ہو سکتا ہی۔ مگر اس کارروائی سے
محفوظ دستوں کی قائم مقامی نہیں ہو سکتی ۔ اگرچہ معرکہ کی ابتدائی ترتیب میں ہمیشہ اس بات کی
جانچ کرنا ناممکن ہوتا ہی کہ جنگ کی شدت کس مقام پر ہوگی ۔ اس کا انحصار زیادہ تر دشمن کی
تدابیر اور حالت جنگ پر ہوتا ہی۔

نپولین کا یہ قول کہ "میں پہلے کام شروع کر دیتا ہوں اور پھر اُس کی تدابیر پر غور کرتا ہوں"
آج کل بھی عائد ہوتا ہے۔ ڈویژن کی تقسیم دو رجمنٹوں میں محض رسم قدیم ہے اور بے سمجھے بوجھے
کی گئی ہے۔ اس کا احساس نہیں ہوا ہے کہ رسالہ کے فرائض بالکل بدل گئے ہیں اور علاوہ دیگر
نقصانات کے دو رجمنٹوں کے بریگیڈ ان فرائض کی ادائگی کے لیے کمزور ہوتے ہیں۔

اس تنصیفی نظم نے عمل کی آزادی کو پابند کر کے عام مسلمہ جنگی اصولوں کو باطل کر دیا ہے۔ نہایت
معمولی ترتیب یہ ہے کہ سپاہیوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے جیسا لیٹن کی رجمنٹوں میں ہے
اس نظم سے جدا جدا بٹالینیں پاس پاس لڑ سکتی ہیں اور محفوظ فوجوں کے ہٹانے۔ دستہ کے بنانے
اور چھوٹی چھوٹی ڈویژنوں کو قطاروں میں کام میں لانے کے واسطے جگہ رہتی ہے کیونکہ بازو کے
حملہ کی ترکیب عمل میں آنی چاہیے۔ آخر الامر حملہ آوری کے لیے وہ سب سے بہتر ترتیب ہے کیونکہ
اس سے سپاہ کے خاص دستے کو فیصلہ کن نتیجہ حاصل کرنے کے لیے ایک ہی مقام پر کام
کرنے کا موقع ملتا ہے۔

فوج پر پورا قابو رکھنے میں توپ خانہ کی غیر ادراکی تقسیم سے خاص دقت پیدا ہو جاتی ہے
توپ خانہ جنگ میں دو طرح کی توپیں لاتا ہے۔ معمولی توپیں اور ہوٹزر۔ ہوٹزر سے معمولی توپوں کا
بھی کام لیا جا سکتا ہے۔ لیکن ان کے خاص کام ہوتے ہیں جن کی ضرورت نہیں پڑتی مگر نظم میں
اُن کی جگہ بالکل وہی ہے جو معمولی توپوں کی اور اس صورت سے اُن سے اُن کا خاص کام
لینا نہایت دشوار ہے۔ اس کل نظم کی غرض یہ رہی ہے کہ کوروں اور ڈویژنوں کو دشمن کے کوروں
اور ڈویژنوں کے برابر اور بشرط امکان اُن سے بہتر بنایا جائے اس طرح کہ توپیں ڈویژنوں کی
تعداد کی مناسبت سے تقسیم کر دی جائیں۔ اس کے علاوہ یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ توپیں براہ راست
سپاہ کے کمانیروں کے زیر نگرانی آجاتی ہیں مگر اس کے مقابلہ میں جنرل کو اپنے ترکیبی مقاصد کے
پورا کرنے کے آخری موقع نہیں ملتے۔ وہ اب اپنے لیے توپ خانہ کی ڈویژنوں کا زرہ بنانے
کے لیے مجبور ہوتا ہے اور اس صورت سے کم از کم ایک ڈویژن اپنے نصف توپ خانہ سے علیحدہ
ہو جاتی ہے اگر وہ ہوٹزر سیکشن کو اپنے پاس ہٹا لائے جو صرف ایک ڈویژن میں ہوتی ہے
تو اسیطرح اُس ڈویژن کی بھی قوت کمزور ہو جائیگی اور یہ مسئلہ بحث طلب ہے۔ کہ یہ نتیجہ ہمیشہ

ترکیبی حالت کے موافق ہو سکتا ہے۔ کم از کم یہ بات غور کرنے کے قابل ہے کہ ان صورتوں میں ہر ڈویژن کے ساتھ ایک ہوٹزر سیکشن لگا دینا مناسب ہے یا نہیں۔

بھاری میدانی ہوٹزروں کی تقسیم دوسرا اہم مسئلہ ہے۔ کل فوجی اصولوں کے مطابق اُن کو برابر آرمی کور وں میں تقسیم کر دینا چاہیے۔ یہ ترتیب اچھی ہے۔ کیونکہ اس سے ہر کور کے پاس بھاری ہوٹزر کا توپ خانہ ہوگا جس سے وہ مفید کام لے سکتا ہے۔ مگر وہ سب ملا کر کمانڈر ان چیف کے زیر کمان بھی ہو سکتے ہیں اور فوج کی دوسری قطار کے ساتھ لگائے جا سکتے ہیں پہلی ترتیب میں جیسا بیان کیا گیا ہے بہت سے فائدے ہیں مگر اس میں بڑا نقصان یہ ہے کہ آرمی کور کی لائن آف مارچ (مارچ کا خط) کئی کلو میٹر لمبی ہو جاتی ہے جو خالی از خطرہ نہیں ہے۔ اس لیے سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں ہے کہ یا تو کور کے دیگر تر دیوں کو کمزور کیا جائے یا ترکیبی قابلیت کے ضروری جزو سے ہاتھ دھوئے جائیں۔ دونوں باتیں ناجائز ہیں۔ برخلاف ازیں چونکہ ہوٹزر سے ہر لڑائی میں کام لینا کسی طرح ضروری نہیں ہے۔ بلکہ صرف حملہ کی اس صورت میں جبکہ دشمن کی جگہ نہایت مستحکم ہو۔ اس لیے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ بھاری ہوٹزر دوسری قطار میں سے رات کو ہٹائی جا سکتی ہیں۔ علاوہ بریں اُن کی تیزی سے یہ ممکن ہے کہ منفردہ توپ خانہ یا سیکشن علٰحدہ کر لیے جائیں اور کسی ضروری موقع پر عارضی طور سے آرمی کور کے ساتھ لگا دیے جائیں۔

یہ عام خیال ہے کہ بھاری ہوٹزر دشمن کے میدانی توپ خانہ سے لڑنے کے لیے خاص کر لائی جاتی ہیں۔ اس لیے ہر جنگ میں موقع پر ہونی چاہییں۔ یہ بسا اوقات مقدمۃ الجیش میں بھی چلی جاتی ہیں لیکن میں اس خیال کی تائید نہیں کرتا۔ دشمن کا میدانی توپ خانہ کسی پوشیدہ مقام سے فیر کرتا ہے اور اس صورت میں ہوٹزر کا حملہ اُس پر کامیابی کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ کامیاب حملے کے لحاظ سے میرے نزدیک یہ مناسب نہیں ہے کہ کوچ کرنے والے کالموں پر مستقل طور سے توپ خانے اور گولے بارود وغیرہ کی ٹرینوں کا بار ڈالا جائے اور اُن کے کام کو مشکوک کر دیا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ جاپانیوں نے جو برابر جنگ میں بھاری میدانی ہوٹزروں کی تعداد بڑھاتے رہے آخر کار ہر ڈویژن کے ساتھ اُس قسم کا

توپ خانہ لگایا۔ مگر اُس جنگ کے تجربوں کو زیادہ اہم یا عام نہ سمجھنا چاہیے۔ وہ حالتیں بالکل
خاص تھیں۔ جاپانی اپنے کل اگلے حصہ میں ایسے مقامات کے مقابلہ میں لڑے تھے جن پر بھاری
توپ خانہ لگا تھا۔ اور چونکہ اُنھوں نے دشمن کے پوستے خط پر حملہ کیا تھا اس لیے اُن کو اپنے بازو کے
لیے اتنی ہی بھاری توپوں کی ضرورت تھی۔ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ اُنھوں نے اپنی (۱۲) سینٹیمیٹر
کی ہلکی توپیں کل اگلے حصہ پر نہیں پھیلائیں بلکہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں جنرل نوگی کی فوج کے
متعلق کر دیں جن کا کام فیصلہ کن مکڈن کا محاصرہ تھا۔ لہذا جاپان والوں کو اپنی ہوتزر کے
مرکزی اجتماع کی ضرورت تھی اور اگرچہ ہم اُن کے جلیقی حملہ کی تقلید نہیں کرینگے۔ بلکہ دشمن کے
جیش میں اور طریقے سے گھسیں گے۔ مگر مرکزی اجتماع کا مسئلہ ہمارے لیے بہت ضروری ہے۔ ان
صورتوں میں بھاری توپوں کو سپہ سالار کے ہاتھ میں دیدینا نہایت فائدہ مند ہے۔ اس سے
اُس کی حملہ آورانہ تدبیر کو بہت مدد ملتی ہے وہ ان کو اُس مقام پر جمع کر سکتا ہے جس کو وہ جنگ میں
فیصلہ کن موقع بنانا چاہتا ہے اور اِس صورت سے اُس مقصد کو پورے طور سے حاصل کر سکتا ہے
مگر آرمی کوروں میں تقسیم سے اُن کی قوت منتشر ہو جاتی ہے اس کی بھاری توپیں اُس کو وہی کام
دیتی ہیں جو توپ خانہ کے زرروڈویژنل جنرل کو دیتے ہیں۔ اُس مقام پر جہاں اُن کی دل
ہلانے والی آواز میدان جنگ میں گونجتی ہے وہاں فیصلہ کن جنگ ہوتی ہے۔ ہر شخص
سپہ سالار سے لیکر سپاہی تک اِس کو جانتا ہے۔

میں صرف ضمناً یہ بیان کرونگا کہ بھاری توپ خانہ کا موجودہ نظم بحیثیت امن ناقابل اطمینان
ہے۔ توپیں جو جنگ میں میدانی توپ خانہ کے متعلق ہوتی ہیں۔ کور کمانیروں کے ہی زیر کمان
بزمانہ امن ہونی چاہییں۔ آجکل میدانی فوج کا بھاری توپ خانہ بپیدل توپ خانہ کے زیر نگرانی
ہوتا ہے اور افواج کے ساتھ صرف فوجی چالوں کے لیے لگا دیا جاتا ہے۔ اِس طرح پر جہانتک
فوج کا تعلق ہے وہ ایک جدا عضو رہتا ہے اور کل کا مجموعی جزو نہیں ہوتا۔ میدانی توپ خانہ
اور قلعہ کے توپ خانہ میں فرق زیادہ عملی ہے۔ بادی النظر میں یہ خیال اس ضرورت کے منافی
معلوم ہوتا ہے کہ بھاری توپیں سپہ سالار کی نگرانی میں بطور محفوظ اسٹاک کے ہونا چاہییں۔
چونکہ فوجیں امن کے زمانہ میں نہیں ہوتیں اور اُن کی ترتیب میں کرتبوں کی مشق نہیں ہوتی

موجودہ نظم کا نتیجہ ہے کہ بھاری توپ خانے اور دیگر سپاہ کے تعلقات کافی طور پر سمجھ میں نہیں آتے - یہ خرابی دور ہو سکتی ہے اگر بھاری توپ خانہ مستقل طور پر ہر ایک آرمی کور کے ساتھ لگا دیا جائے - اس سے جنگ کے وقت ان کو فوجی افسروں کے زیر کمان دینے میں کوئی دقت نہ ہوگی - برخلاف ازیں اُن سے کرتبوں میں باعتبار آرمی کوروں کے وہی کام لیا جائے گا جو باعتبار افواج کے جنگ کے وقت لیا جانا ممکن ہے - فوج کی کارروائیاں دشمن کے ممالک میں زیادہ پُر اثر ہونگی اگر ریلیں اور سڑکیں اُس کے قابو میں ہوں - اس کے یہی معنی نہیں ہیں کہ تباہ شدہ ریلیں پھر قبضہ میں آجائینگی - بلکہ وہ قلعے اور گڑھیاں جلد فتح ہو جائینگی - جو انقطاع مراسلات ریلوے سے فوج کے آگے بڑھنے کو روکتی ہیں ۱۸۷۰ء میں ہم کو یہ سبق مل چکا ہے کہ ناقص مراسلات ریلوے جنگی کارروائیوں میں حائل ہوئے تھے - لہذا یہ نہایت ضروری ہے کہ ایسا کور موجود رہے جس کا فرض ان ضروری کاموں کی انجام دہی ہو -

ابھی تھوڑے زمانہ پہلے تک صرف ایک متحدہ کور ہمارے پاس سفر مینا کی بلٹن کا تھا جس کا نظم میدانی کارروائیوں اور محاصرہ دونوں کے لیے کیا گیا تھا - مگر محاصرہ کے کام حال میں اسقدر بڑھ گئے ہیں کہ اُس نظام سے بلٹن کو کافی اصطلاحی تعلیم نہیں ہو سکتی - ایک طرف شعبۂ جنگ کی ضرورتیں اور دوسری طرف سفر مینا کے فرائض اس قدر زیادہ اور مختلف ہیں کہ ایک ہی کور کو دونوں کاموں کے لیے دو سال میں تعلیم دینا ناممکن العمل معلوم ہوتا ہے - میدانی سفر مینا کے کام پُل بنانا - مقامات کو مستحکم کرنا اور قلعہ بند جگہوں پر حملہ میں مدد دینا ہیں - قلعہ کی سفر مینا کا نہایت ضروری کام جڑ کھودنا اور بالخصوص سرنگ لگانا مستقل عمارتوں پر حملہ کی تیاری کرنا اور حملہ میں بلٹن کی مدد کرنا ہے - ایسی خدمت کے لیے سطحی تعلیم سے فوج کو تسکین نہیں ہو سکتی اُس کو مکمل تیاری کی شروع ہی سے ضرورت ہے -

اس نقطۂ خیال کی بنا پر جنرل بیسی لیر ( ) سابق انسپکٹر قلعہ جات و سفر مینا نے جنھوں نے اپنی ملک کی قابل قدر خدمت کی ہے نئے نظم کی بنیاد ڈالی اس نظم میں میدانی سفر مینا اور قلعہ کی سفر مینا کا کافی خیال رکھا گیا ہے ان دونوں کی ابتدائی تعلیم مشترک ہے مگر بعد کو علٰحدہ علٰحدہ تعلیم اُن کے علٰحدہ علٰحدہ فرائض کے اعتبار سے دی جاتی ہے

ہم کو لازم ہے کہ اس طریقہ پر برابر عمل کرتے رہیں اور قلعے کی سفر مینا کو اُس کی اہمیت کی مناسبت کے
اعتبار سے زیادہ ترقی دیں۔ اِن ضروریات کے ضمن میں جن پر بحث ہو چکی ہے اور جن کا تعلق براہِ راست
ترکیبی قابلیت کی ترقی کی تحصیل و قیام سے ہے۔ ہم آخر میں دو ایسے نظام بیان کریں گے جو
بالواسطہ اسی غرض کے لیے ہیں۔ یہ دشمن کی ترکیبی قابلیت کو گھٹاتے اور اس صورت سے
ہماری قابلیت کو بڑھاتے ہیں اور اخفائے نقل و حرکت سے علہ میں مدد دیتے اور دشمن پر
اچانک حملہ کرنے کی صورت پیدا کرتے ہیں۔ جو کامیاب حملہ آورانہ جنگ کی بڑی شرط ہے۔
وہ دو نظام کیا ہیں؟ میری مراد رسالہ اور ہوائی بیڑے سے ہے۔ رسالہ کے فرائض دو قسم کے
ہیں اوّل تو انھیں گشتیں لگانا اور پوشیدہ نقل و حرکت کرنا چاہیے۔ دوسرے اُن کو دشمن کے
سلسلہائے خبر رسانی کے خلاف کارروائیاں کرنا، برابر اُس کی رسد کو روکنا اور اس طرح سے
اُس کی چستی و چالاکی کو بے کار کرنا چاہیے ہر فوجی ماہر اس کو تسلیم کرے گا کہ فوج کی جنگی حیثیت
کے تناسب سے اور باعتبار ان اہم فرائض کے جو جنگ میں اُس کے سپرد ہوتے ہیں۔ ہمارا
رسالہ نہایت کمزور ہے کوچ اور جنگ میں بہت سے آدمی ضایع ہوتے ہیں۔ اِن نقصانات کی
تلافی کافی طور پر نہیں ہوتی۔ محفوظ رسالوں کی قابلیت محدود ہوتی ہے ان سب باتوں سے اُس کی کمی
صاف طور پر معلوم ہوتی ہے۔ عام لوگ رسالہ کو کم و بیش بیکار سمجھتے ہیں۔ کیونکہ جنگہائے ماسبق
میں نسبتاً انھوں نے ترکیبی نقطۂ خیال سے بہت کم کار نمایاں کئے اور اُن پر صرف زیادہ ہوا نہ
عام طور پر رسالہ کی جانچ ۱۸۶۶ء و ۱۸۷۰ء کے معیار سے کی جاتی ہے۔ اِس پر زیادہ
زور دینے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ معیار فریب دہ ہے۔ ایک تو یہ کہ سامان اِس قدر ناقص تھا
کہ نہایت اہم موقعوں پر اُس نے سوار کی قابلیتوں کو بے کار کر دیا۔ دوسرے رسالہ سے
بالکل متروک طرز پر کام لیا گیا۔ اس لیے وہ آزاد نقل و حرکت کے لیے تیار نہ تھا۔ جو کچھ اُس نے
اُس زمانہ میں کیا اُس کا مقابلہ اُس سے نہ کرنا چاہیے جو آیندہ اُس کو کرنا پڑے گا۔ اُن جنگوں
میں جن میں سواروں نے اچھا کام کیا اور جن میں اُن کی نقل و حرکت کے لیے کوئی روک نہ تھی مثلاً
امریکائی جنگ آزادی و جنگ بوئر میں اُن سے زیادہ کام لیا گیا ہے کیونکہ اُن کی کارروائیاں نہ
سرعت کی خوبی باوجود اسلحۂ زمانۂ حال اچھی طرح سے ظاہر ہو گئی۔ بالخصوص افریقہ میں۔ یہ وہ

جنگیں ہیں جن سے رائے قائم ہو سکتی ہو۔ ان جنگوں سے ہمیں یقین ہو جائے گا کہ رسالہ کی بیشی اشد ضروری ہو۔ درحقیقت یہ صرف اُس وقت میں کارآمد ہو سکیں گے جب فوجی رسالے کے ڈویزنوں کو کالم اور ٹریننگ اس طرح دیدی جائیں کہ وہ اپنی رائے سے کام کر سکیں۔ لیکن مخالفین کی تدابیر پر لحاظ کر کے یہ بھی اشد ضروری ہو کہ رسالہ کی لڑنے والی فوج کی تعداد میں سائیکل سکشنوں کا مناسب اضافہ کیا جائے۔ یہ اور بھی یوں زیادہ ضروری ہے کہ ایک تو دشمن کے متعلق خبر رسانی پر جو حملہ ہو گا اُس کا مقابلہ دوسری طرف سے سختی کے ساتھ کیا جائے گا۔ دوسرے اخفائے فرائض میں جو حملہ آوری کے لیے گشتوں سے زیادہ ضروری ہیں خاص طور سے کامیابی ہو گی۔ بشرطیکہ رسالہ اور سائیکل والے متحد ہوں۔ علاوہ بریں رسالہ کی تعداد دشمن کی عام گشتی اور کمین کی سپاہ کی برابری کرنے کے لیے یقیناً درکار ہے۔

اگر رسالہ سے مفید خدمت لینا مقصود ہے تو اُس کی تعداد بڑھانے اور سائیکل والوں کے اضافہ کے علاوہ ایک اور انتظام کی ضرورت ہو۔ دو رجمنٹوں کے بریگیڈ اور چھ رجمنٹوں کے ڈویزن زمانۂ جنگ میں جہاں کل باتوں کا انحصار فیصلہ کن معرکہ پر ہے بہت ناکافی ہیں جیسا کہ بارہا میں نے کہا ہے اور میرے قول کی تردید کسی نے نہیں کی۔

جنگ میں بریگیڈ تین رجمنٹوں کا ہونا چاہیے۔ ڈویزنوں اور کوروں کی تعداد ضروریات موقع کے مناسب حال مختلف ہو سکتی ہے۔ محض اس وجہ سے کہ ہمارا رسالہ بہت کمزور ہے۔ نئے نظام میں تعداد بہت زیادہ ہونا لازم ہو۔ علاوہ بریں اس بارہ میں شک نہیں ہو سکتا کہ وہ فریق جس کے پاس جدید تعلیم کا زبردست رسالہ ہو اُس کو ابتدا میں دشمن پر وہ بیش قیمت فوقیت حاصل ہو گی جس کا اثر آخری نتیجہ پر ضرور پڑے گا۔

میں ضمناً یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہر سوار توپ خانہ میں جو فوجی رسالہ کے ساتھ لگایا جاتا ہے چار توپیں ہونا چاہییں تاکہ ڈویزن کے تین حصوں کے پاس تین توپ خانے ہوں اور بشرط ضرورت ہر بریگیڈ کے ساتھ بھی ایک توپ خانہ لگا دیا جائے یہ پرانی رائے ہے جو ولیم اول کی تھی مگر اُس پر ابھی تک لحاظ نہیں کیا گیا ہے۔ رسالہ کے لیے طویل توپ خانہ کے معرکوں کا سوال اہم نہیں ہو بلکہ عارضی موقعوں سے کام لینا اہم ہے۔ اِس کے لیے سب سے زیادہ تیزی و نیز مختلف قابلیتوں اور موزونیتوں کی

ضرورت ہے۔ اس لیے یہ لازمی نہیں کہ رسالہ توپ خانہ سے باقاعدہ ملا ہوا رہے۔ رسالہ کے لیے
یہ بات اس وقت مفید ہو سکتی ہے جب فیصلہ کن حملہ کرنے میں فائدہ ہو۔

رسالہ کے جاسوسانہ اور اخفاے فرائض کی تکمیل ہوائی بیڑوں سے ہونی چاہیے۔ یہاں
ہم ایسی چیز سے بحث کرتے ہیں جس کا وجود نہیں ہے۔ مگر ہم پیش بینی کر سکتے ہیں کہ فوجی سائینس کا
یہ شعبہ آیندہ جنگوں میں بڑا کام دیگا۔ اس لیے ابھی سے اُس کے اُن مناظر کو بتا دینا ضروری ہے
جو فوجی اعتبار سے خاص اہمیت رکھتے ہیں اور اس لیے اصطلاحی پہلو سے خاص توجہ کے مستحق ہیں۔

اول ضرورت اس بات کی ہے کہ علاوہ سبکی و عدم اتباع موسم ہوائی جہازوں میں مافوق جنگی
طاقت ہونا چاہیے کیونکہ کامیابی کے ساتھ فوج کی نقل و حرکت کا اخفا اور جاسوسی کے راستہ کا
افتتاح دشمن کے آلات پرواز اور ہوائی کروزروں سے جنگ کیے بغیر ممکن نہیں ہے۔

مخالف ہوائی جہازوں سے لڑنے اور اُن کو تباہ کرنے کا خیال جہازوں کے بننے کے وقت
مد نظر رہنا چاہیئے۔ اور جو ترکیبیں چلنا ہیں وہ اُسی وقت سوچ لی جائیں تاکہ ہوائی جہازوں کی تعمیر
اُنھیں کے موافق ہو۔ کیونکہ ترکیبیں اصل میں جہاز کی ساخت کے اعتبار سے ہونگی۔ غرضکہ تعلقات
باہمدگر کا خیال شروع ہی سے ذہن نشیں کر لیا جائے تاکہ مخاصمین پر بین فوقیت حاصل ہو۔

جو باتیں نیچے بیان کی گئی ہیں اگر ان کا خلاصہ کیا جائے تو قطع نظر عام فوجی خدمت کے نفاذ
کے ایک طویل فہرست مجوزہ نظامی تبدیلیوں کی ہے۔ جن کے اختیار کرنے سے ہماری فوج کی قابلیت
بہت زیادہ بڑھ جائے گی۔

کل نظام ایسا ہو کہ آرمی کور کے کالم کی لمبائی اُس لمبائی سے نہ بڑھے جس سے تیز دھاوے
کا ہو سکنا ممکن ہو۔ اگرچہ رسد برابر میگزین ہی کے گوداموں سے پہنچتی رہے گی۔

بڑے بڑے کالموں کی صورتوں میں بالخصوص آرمی کور کی صورت میں جب وہ ترکیبوں
اور کارروائیوں کے لیے ہو۔ تین حصوں کے اصول پر عمل کرنا چاہیے۔

رسالہ توپ خانہ کے تناسب سے ہو اور اُس کی تعداد خاصی ہو۔

توپ خانہ کا نظم ایسا ہو کہ موٹرزوں کی آتشباری کا مرکز بغیر فوجوں کے ہٹائے بآسانی
اُس مقام پر لایا جا سکے جہاں ضرورت ہو۔

رسالہ کی تعداد بڑھنا چاہیے۔ اُس میں سائکل والوں کا اضافہ کیا جائے اور ترتیب ایسی ہو کہ جنگ میں پورا کام دسیکیں۔ مددگار دستوں کی ترتیب بالخصوص رسد کے لیے ایسی تفصیلی ہو کہ تیز دھاوے کے وقت بھی میگزین کے گوداموں سے سپاہ کے واسطے خورونوش کا انتظام ہو سکے ہوائی بیڑے کو سرگرمی سے ترقی دی جائے تاکہ دشمن کے مقابلہ میں بہتر آلہ جنگ ہو۔ سب کے آخر میں اور یہ سب سے زیادہ ضروری ہو کہ ہم کو ترکیبی حیثیت سے اپنی پلٹن کو بہترین بنانے میں کوئی کوشش اُٹھا نہ رکھنی چاہیے اور ہمیشہ یہ خیال رہے کہ سوائے نہایت قابل دستوں کے فیصلہ کن میدانی جنگ میں اور دستے کام میں نہ لائے جائیں مگر جو نظام ہمارا آجکل ہو اُس کے اعتبار سے ان ضرورتوں کی تکمیل میں بڑی دشواریاں حائل ہیں۔ جن کا جھیلنا خالی از دقت نہیں۔

ایسی جرمن پارلیمنٹ کا تصور ناممکن ہو جو بغیر مجبوریوں کے فوج کی خاطر ان قربانیوں کے واسطے مستعد ہو جائے جو ہماری سیاسی حالت کے لیے ضروری ہو گئی ہیں۔ موجودہ خطرات کی طرف سے آنکھیں بند کرنے اور بڑی قربانیوں کی ضرورت کو مسترد کرنے کی غرض سے سیاسی اغراض کو محدود کرنے کی ترغیب اِس قدر زبردست ہو کہ لوگ یقیناً اُس سے مغلوب ہو جائینگے بالخصوص ایسے زمانہ میں جب کل سیاسی دانائی کا خلاصہ قیام امن ہو۔ یہ لوگ اس اُمید سے اپنے دل کی تسلی کر لیتے ہیں کہ بُرا وقت نہیں آئے گا۔ اگرچہ تاریخ بتلاتی ہو کہ کمزوری کی پیدا کی ہوئی مصیبت اکثر کل توقعات پر سبقت لے گئی ہو لیکن باوجودیکہ قوم کی طرف سے ضرورت کا احساس دشوار ہو۔ محکمۂ جنگ سے درخواست کی جائے کہ ممکن کے حاصل کرنے میں پوری کوشش کرے اور عام رائے کے احترام سے ٹھٹک نہ جائے۔ جب ایک عظیم الشان اور جلیل القدر قوم کا مستقبل خطرہ میں ہو تو بزدلی اور کاہلی کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ کوئی کام ایسا نہ کیا جائے (جیسا بدقسمتی سے اکثر ہوا ہی) جو صحیح فوجی نظام کے اصول کے خلاف ہو۔

بڑے بڑے دستوں کے تین حصہ مختلف طریقوں سے ہو سکتے ہیں اس معاملہ پر کثرت سے مختلف خیالات ہیں۔ اسکیم کے عمل درآمد کی دقتیں وسیع لحاظ کی محتاج ہیں۔ یہاں پر بطور تمثیل چند تجاویز پیش کرتا ہوں۔

ایک طریقہ یہ ہو کہ آرمی کور تین ڈویزنوں میں تقسیم کیا جائے اور ہر ڈویزن میں تین رجمنٹیں

ہوں۔ نصف ان درمیانی بریگیڈوں کا نظام متروک کر دیا جائے۔ دوسری تجویز یہ ہے کہ ہر کور میں تین بریگیڈ کی ایک ڈویزن جیسی موجود ہے بنائی جائے تاکہ فاضل بریگیڈ سے مع ملکی میدانی ہوٹزر دن اور پائنیر ( ) بٹالینوں کے بحالت جنگ ایک علٰحدہ دستہ کمانڈنگ جنرل کے زیر نگران رہے۔ ہمارے موجودہ نظام میں یہ آخر ترتیب نسبتاً بآسانی عمل میں آسکتی ہے۔ مگر اس میں یہ عیب ہے کہ بریگیڈ اور ڈویزنوں میں دُہری ڈویزن کا نظام اب بھی جاری ہے۔ کور کو تین ڈویزنوں میں تقسیم کرنے سے بڑی اصلاح ہو جائیگی۔ کیونکہ اس سے جدا جدا ٹولیاں متعدد طریقہ سے کام میں لائی جاسکتی ہیں۔

پلٹن اور توپ خانے کے تعلقات میں بتدریج ترقی ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ پلٹن کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ اور فوجی خدمت عام کر دی جائے۔ ہر آرمی کور میں پانچواں بریگیڈ اضافہ کرنے سے موجودہ حالت کے مقابلہ میں بہتر صورتیں پیدا ہو جائینگی۔ مگر جب پلٹن کی تعداد اتنی ہو جائے کہ نیا آرمی کور بن سکے تو توپ خانہ جو اس کے لیے درکار ہے موجودہ دستوں سے لیا جاسکتا ہے اور ان کی تعداد اس صورت سے گھٹ جائیگی۔ اس توپ خانہ کی تعداد کسی قدر محدود کر دینے سے جو ہر آرمی کور کے لیے مخصوص ہے فوجی قابلیت بڑھے گی۔ مگر توپ خانہ کی مجموعی تعداد میں کمی نہ کی جائے اس بات کی احتیاط چاہیے کہ مصروف کارزار ہونے والی سپاہ کے دستوں کے پاس جنگ کی ابتدائی حالت میں معمولاً ضروری مقدار سے زیادہ گولہ بارود نہ ہو۔ اس سے زیادہ کو عقب میں کمسریٹ کی گاڑیوں کے پیچھے رکھنا چاہیے اور ضرورت کے وقت یعنی اس وقت جب کہ جنگ سامنے ہو لانا چاہیے فوج کو پیٹ بھر کر خوراک دیے جانے کا قابل اطمینان انتظام جس سے وہ تیزی سے دھاوا کر سکنے کے قابل ہو۔ اس سے بدرجہا زیادہ مفید اور ضروری ہے کہ ان کو فقط گولہ بارود سے لاد دیا جائے جنگ کے نازک موقعوں پر سپاہی گولے بارود سے ہلکا ہونا چاہتے ہیں۔ اُن کو اپنے نادیدہ دشمن سے جس پر منتشر آتشبازی سے ہی حملہ ہو سکتا ہے۔ پوری آتشباری کا زور معرکہ کے فیصلہ کن مواقع کے لیے رکھ لیا جائے گا۔ مگر اس وقت مطلوبہ گولہ بارود ہر حالت میں موقع پر آجائے گا۔ بشرطیکہ منزل بہ منزل ٹھیک وقت پر آتا رہا ہو۔

توپ خانہ کے ٹھیک انتظام سے اس بات کا اطمینان ہو سکتا ہے کہ ہر ڈویزن کے پاس

توپوں کی مساوی تعداد رہے مگر ہلکی میدانی توپیں ڈویژن کے ساتھ اس طرح لگائی جائیں کہ اُن سے توپ خانہ کا کور بنجائے۔ بغیر اس کے کہ ڈویژن کے دستے ٹوٹیں توپ خانہ کی تعداد پلٹن کی مناسبت سے ہو۔ اس قاعدہ سے کہ کل کوچ کا عمق ۲۵ کلومیٹر سے نہ بڑھنے پائے برخلاف اس کے بھاری میدانی ہوٹزر امن کے زمانہ میں جنرل کمانڈر کے زیر حکم ہوں اور بجائے جنگ ملاکراُن کا ،، فوجی،، توپ خانہ بنا دیا جائے۔

شاید یہ مناسب ہو کہ رسالہ کو کور سے بالکل الگ کر دیا جائے کیونکہ بڑا دستہ بہ حیثیت ،، فوجی،، رسالہ بالکل علیحدہ کام کرتا ہو۔ رجمٹیں جن کی جنگ کے لیے پلٹنوں کے ساتھ ضرورت ہے مصنوعی جنگ کے واسطے مع مخلوط فوج کے باری باری بلائی جاسکتی ہیں تاکہ رسالہ کا کام سکیھیں اور اس غرض کے لیے قلعہ کی تعلیم سے بھی فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہو اس کے برخلاف یہ بھی اکثر کہا جاتا ہو کہ ٹرین فو ہر کور کمانیروں کی تعلیم بہتر ہوتی ہو اور جب رسالہ اُن کے زیر تحت ہوتا ہے تو وہ بہت کچھ سیکھ لیتے ہیں۔ مگر یہ اعتراض زیادہ معقول نہیں ہو۔

دوسرا طریقہ جس سے نظم آجکل سے زیادہ فوج کی قابلیت کے موافق ہو یہ ہو کہ رسالہ کے چاروں رجمنٹ جو آرمی کور سے متعلق ہوتے ہیں ایک کمانڈر کے زیر حکم برگیڈ میں شامل کر دیے جائیں۔ اجتماع افواج کے وقت دو ڈویژنوں کے لیے ایک رجمنٹ علیحدہ کر لی جائیگی۔ اور برگیڈ جس کی اب تین رجمٹیں ہیں ،، آرمی،، کیولری کی طرف چلی جائیگی۔ اجتماع افواج کے وقت چھ سکواڈرن بنائے جائینگے اور ان میں سے تین تین ہر ڈویژن کو دیدیے جائینگے۔ لیکن آرمی کور کے تین ڈویژن بنائے جائینگے تو ہر ڈویژن کو دو ہی اسکوڈرن ملینگے۔ اس طریقہ سے بہت کمزور اور خراب ڈویژنل کیولری بنیگی۔ میدانی فوج کو بھاری نقصان پہونچیگا۔ گر چونکہ بہ نسبت ڈویژنل کیولری کے کافی آرمی کیولری کا (جو اپنا دشوار کام اچھی طرح کر سکے) پاس ہونا زیادہ ضروری ہو۔ لہذا اُس وقت کے سوائے کوئی چارہ نہیں ہو۔ سوائے اس کے کہ ایک کی تعداد دوسرے کی تعداد گھٹا کر پوری کر دی جائے۔ اس تدبیر کا الزام جس سے فوج کو بھاری ضرر پہنچتا ہو اُن لوگوں پہ ہو جنھوں نے رسالہ کے اضافہ کی مناسب وقت پر رائے نہیں دی۔

پوری بحث سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ اضافہ کس قدر ضروری ہو۔ اس اضافہ کا اثر لازمی طور سے

فوج کی نظم پر ہوگا۔ اور اس کو نئے انتظام کے موافق کرنا پڑیگا۔ رسالہ کی ترقی مختلف طریقوں سے ہو سکتی ہے۔

لیکن ہر صورت سے نہایت ضروری ہو کہ سائکل سکیشنوں کو امن سکے زمانہ میں رسالہ کے ساتھ لگایا جائے۔ تاکہ یہ دونوں فوجیں ملکر قواعد کرسکیں اور رسالہ کے کمانیر کو اِس ضروری فوج سے ٹھیک کام لینے کا موقع ملے۔ چونکہ سائیکل والے اچھی ہی سڑکوں پر چل سکتے ہیں اِس لیے شرکت میں دقتیں ہیں جن کو دور کرنے کی ضرورت ہو۔ جن رایوں کو ے کرمیں نئے فوجی نظام کا خاکہ کھینچا ہو اُن کی مخالفت متعدد پہلوؤں سے ہوسکتی ہو۔ فوجی معاملات میں بالخصوص جُدا جُدا باتوں کے جُدا جُدا اندازے نہایت مختلف نتائج پیدا کرتے ہیں۔ مگر میرا گمان ہو کہ میں نے اپنی رائیں معاملات کی مجموعی جانچ کرکے مدلل طور پر قائم کی ہیں۔ جنگ کی تیاری میں یہ نہایت ضروری ہو کہ بنیادی خیال مضبوط اور مستحکم رہے اور تفصیلات سے اُس میں لغزش واقع نہو۔ ہر خاص ضرورت کو معاملات کے اُس مجموعہ کا جزو خیال کرنا چاہیے جو حقیقتاً اصلی جنگ ہی میں پیش نظر ہوتا ہو۔ خاص معیار کسی خاص فوج کا ناجائز خیال کرنا چاہیے اور خاص خاص محکموں کی اسپرٹ پر بھی لحاظ نہ کرنا چاہیے بلکہ اُن کو دبانا لازم ہو۔ قوت کے اصطلاحی و مادی وسائل سکے متعلق باوجود اُن کی یقینی اہمیت کے مبالغہ آمیز خیال نہونا چاہیے اور روحانی و اخلاقی باتوں کا کافی لحاظ لازم ہو۔ ہمارا زمانہ جس نے فطرت کی تسخیر میں اِس قدر ترقی کی ہو فطری ذرایع کے مقابلہ میں اِس ترقی پر زیادہ زور دیتا ہو۔ مگر آخر میں وہ قوتیں جن سے فتح نصیب ہوتی ہو آدمیوں کی ذات میں ہوتی ہیں نہ کہ اُن ذرایع میں جن سے کام لیا جاتا ہو۔ سپہ سالاری کا گہرا علم اور ایسی شخصیت جس کو اپنے اوپر پورا اعتماد ہو جنگ کی ٹھیک تیاریوں سکے لیے ضروری ہیں مختلف مقاصد و خیالات کے متلون اثر سے فتح کا ناظم اکثر تذبذب میں پڑجاتا ہو اور کبھی اِس طریقہ اور کبھی اُس طریقہ کے اختیار کرنے کا ارادہ کرتا ہو۔ قابل اطمینان حل ان شکوک کا یہ ہو کہ جنگ کی مجموعی حالت اور صورتوں سے جُدا جُدا وسائل کی اہمیت اخذ کی جائے۔

وہ شخص جو مسئلہ کی مجموعی حالت کو فہم کی گرفت میں لے آتا ہو اپنے دل سکے طوفان انتشار کو ساکت کر دیتا ہو۔

تربیت و تعلیم

ہمارا سب سے پہلا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ جرمن فوج کو اصلاح و ترتیب دیکر جرمن پالسی کا نہایت موثر آلہ اور اپنی قوم کی صحت اور طاقت کا بہترین اسکول بنائین۔ بذریعہ فوقیت تربیت ہم کو اپنے رقیبوں پر فضیلت کی بھی کوشش کرنا چاہیے اور اسی کے ساتھ پوری جد وجہد سے سپاہیوں کی روحانی و اخلاقی حالت کو ترقی اور اُنکے وفادارانہ قومی احساسات کو قوت دیکر فوج کی معاشرتی ضرورتوں کا پورا حق ادا کرنا لازم ہے۔

تن دہی و فوجی تعلیم کا انہماک فی زماننا ہماری افواج کو دشمن کے مقابلہ میں فایق بنانے کے لیے کافی نہیں ہے۔ کیونکہ مخالف افواج میں بھی ایسے لوگ ہیں جو اتنے ہی انہماک سے کام کرتے ہیں۔ اگر ہمیں سبقت کا خیال ہے تو اِسکا صرف ایک ہی طریقہ ہے تربیت میں سے کل پُرانی باتیں علنحدہ کردی جائیں اور آیندہ جنگ کے اعتبار سے تربیت کا عمل درآمد ہو جس سے افسروں اور سپاہیوں دونوں پر تازہ فرائض عاید ہوجائیں گے۔

آجکل کے ہتھیار و آلات صنعتی کے استعمال کی تعلیم کا مفصل بیان غیر ضروری ہے۔ اِن آلات جنگ کے اجراء سے ہی اُنکی تعلیم ضروری ہوجاتی ہے۔ لیکن اگر ہم مجموعی حیثیت سے تربیت کے دائرہ پر نظر ڈالیں تو آجکل کی جنگ کی دو طرفہ باتیں ہم کو نہایت ضروری معلوم ہونگی۔

اوّل خاص قسم کے افراد کی ضرورت۔ دوم افواج کو اس طریقے سے کام میں لگانا جسکا ابتک اِنھیں علم نہیں ہے پلٹن اور توپ خانہ کی صورت میں تعداد کی زیادتی کی ضرورت آجکل کی جنگ کی حالت سے پیدا ہوتی ہے۔ رسالہ کی صورت میں اُس کی وجہ سواروں کے

ترکیبی فرائض اور بعض اوقات مثل پلٹن کے پیدل لڑنے کی احتیاج ہی اور ہر درجہ کے سرداروں کی صورت میں کثرت افواج کی وجہ سے اُس کے یہ اسباب ہیں۔ دوائر کارروائی و میدانہائے جنگ کی وسیع حد۔ بلاواسطہ احکام جاری کرنے کی وقت ان کل باتوں سے جُدا ہی۔ حال کے وسیع دائرہ جنگ کی جس سمت میں نظر اُٹھاکر دیکھتے ہیں خود مختارانہ فعل کی سخت ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ سپاہی کی جانب سے گھمسان لڑائی میں۔ تنہا پہرون کی جانب سے دشمن کے ملک میں (جسطرح کہ سردار فوج کی جانب سے جس کے زیر کمان کثیر التعداد سپاہ ہوتی ہی)۔ کارروائیوں اور جنگ میں آج کل مطلوب مساوات عمل خود مختارانہ اتحادی عمل سے جو کسی مقررہ عام اسکیم کے موافق ہو حاصل ہوسکتی ہے۔

کثیر فوج کی نقل وحرکت اور خورد ونوش کے لیے بالکل جدید طریقوں کی ضرورت ہے لاکھ یا دو لاکھ آدمیوں کی کمان اور جنگ کے لیے انکا مرکزی اجتماع ایسے زرخیز ملک میں جہاں سڑکیں ہوں اور چیز ہی۔ مگر آٹھ لاکھ آدمیوں کو ایسے میدان جنگ میں جاتا جس کو دشمن نے چٹیل میدان کردیا ہو اور جہاں کل ریل کی سڑکوں اور پلوں کو بھک سے اُڑانے والی چیزوں سے اُڑا دیا گیا ہو بالکل اور بات ہی۔ پہلی صورت میں فوجی نیم حکیم بھی مرض کا مقابلہ کرسکتا ہے۔ لیکن دوسری صورت میں باقاعدہ تعلیم یافتہ جنرل اور ایسے عملہ کی سخت ضرورت ہی جنھوں نے خود آجکل کی جنگ کی نوعیت کا مطالعہ کیا ہو اور اُس کو خوب سمجھ لیا ہو۔ اگر کوئی کمانیر تیقن اور سریع فیصلہ کے ساتھ موجودہ میدان جنگ مین کام کرنا چاہتا ہے تو آیندہ مسائل کا حل پہلے سے ہونا چاہیے۔ وسیع النظر شخصیت کی ضرورت عام طور پر مسلم ہی۔ اِس میں شک نہیں کہ قدیم روایات ذرا آہستہ آہستہ ناپید ہوتی ہیں کہیں کہیں مارچ پاسٹ ( ) کو طریقہ تعلیم سمجھ کرنا جائز اہمیت دیجاتی ہے اور کہیں دستوں کو قریب قریب کھڑا کر کے غیر ضروری جنگی مشق کرائی جاتی ہی۔ سوار ابھی اچھی طرح اپنی نیند سے جاگنے نہیں پاتے ہیں کہ فوجی قواعد کا کام پریڈ پر شروع ہو جاتا ہی جن سے گھوڑوں کی طاقت پر بڑا بار پڑتا ہی۔ یہ لوگ تیز فیر کرنے والی بڑی مار کی توپوں کو بھولے ہوے ہیں اور گویا اپنے آپ کو نپولین یا فریڈرک اعظم کی پرانی فوج سمجھے ہوے ہیں۔ حتی کہ توپ خانہ پر بھی کم وبیش بعض پرانے

خیالات کا بھوت سوار ہے۔ مخصوص اور مقررہ خیالات کارروائی ہائے جنگ میں بعض اوقات اب بھی سدِ راہ ہیں۔ مصنوعی جنگ کی مشق میں ابھی تک توپ خانہ کی جنگ کا رواج ہے۔ مگر مقررہ ارادہ کے ساتھ مرکزی اجتماعِ آتشباری اور پلٹن کے ساتھ مل کر کام کرنے کی ضرورت کی طرف کم توجہ کی جاتی ہے۔ اصولاً ابھی توپ خانہ کی اس مصنوعی جنگ کی ضرورت ابھی بیان کیجاتی ہے۔ بہت سے پُرانے خیالات ہماری توپ خانہ میں اُلجھے ہوئے ہیں۔ متروک خیالات ابھی تک نئے قواعد وضوابط سے بھی بالکل دُور نہیں ہوئے ہیں اور حقیقی ترقی کے لیے روک ہیں مگر بہ حیثیت مجموعی یہ احساس ہوگیا ہے کہ شخصی ذمہ داری اور خود اعتمادی کی ترقی میں سہولتیں پیدا کیجائیں۔ اس اعتبار سے فوج راہ راست پر ہے اور اگر وہ اس پر چلتی رہی اور اُس نے ماتحتوں کی خودمختاری کے راستے میں روڑا نہ اٹکایا تو اُمید ہے کہ رفتہ رفتہ بڑے مفید نتائج نکلیں گے بشرطیکہ قابل فوجی لوگوں کو نکتہ چینی کے موقع دیے جائیں اور اُن کی تجاویز پر عمل کیا جائے۔

اس بارہ میں صحیح ترقی کی ابتدا ہو چلی ہے مگر اس امر کی طرف کہ جنگ کی خاص صورتیں بالکل بدل گئی ہیں۔ کافی توجہ نہیں کی گئی ہے۔ اگرچہ آیندہ جنگ میں لاکھوں آدمی زیر کمان ہونگے لیکن ہمارے افسروں کی تعلیم ابھی تک پُرانے ہی قاعدوں سے ہو رہی ہے اور موجودہ حالات کی طرف سے بالکل چشم پوشی کیجا رہی ہے۔ بالخصوص ہماری مصنوعی جنگوں میں یہ قاعدے برتے جاتے ہیں۔ عملی تعلیم کا زیادہ حصہ بریگیڈوں اور ڈویژنوں کی مصنوعی جنگوں میں دیا جاتا ہے۔ یعنی اُن دستوں میں جنکی شمولیت کا آیندہ کے فیصلہ کُن معرکوں میں امکان نہیں ہے۔ وقتاً فوقتاً کور کی مصنوعی جنگ افسوس ہے کہ مالی مشکلات کی وجہ سے سالانہ نہیں ہوسکتی ہے مگر یہ بھی کثیر تعداد کے لیے کمان کی تعلیم نہیں ہے۔ بعض اوقات مگر شاذ بہت سے آرمی کور اکھٹے ہوکر آزمودہ کار جنرلوں کے زیر تعلیم ہوتے ہیں مگر یہ لوگ جلد اس خدمت کو چھوڑ دیتے ہیں اور فوج کو اُنکے تجربہ سے فائدہ اُٹھانے کا موقع نہیں ملتا۔

اس سے انکار نہیں کہ آجکل کی مصنوعی جنگیں نہایت سبق آموز اور مفید ہیں بالخصوص سپاہیوں کے لیے مگر آج کل کی جنگ مین وہ فوجون کے لیے بالواسطہ تعلیم ہین

حتی کہ "شاہی مصنوعی جنگیں" زمانہ حال کی ضرورتوں کے کچھ بہی موافق ہیں کیونکہ اُنمیں کمسریٹ کے انتظامات اور پناہ کا لحاظ نہیں رکھا جاتا جو اصلی جنگ میں ضروری ہیں۔ سنہ ۱۹۰۹ء کی شاہی مصنوعی جنگوں پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ بہت سی کارروائیاں عمل پذیر نہو سکتیں اگر بحالت جنگ سپاہ کے خورد و نوش کا سوال درپیش ہوتا۔ ہمارے افسروں کے لیے ان باتوں پر کافی توجہ کرنا نہایت ضروری ہے یہ جنگ کے قاعدہ میں داخل ہیں اور ان کے بغیر جنگی کارروائیاں معطل ہو جاتی ہیں۔ اصولاً اس میں شک نہیں کمسریٹ کی گاڑیوں پر ہمیشہ لحاظ ہوتا ہے۔ کل احکام میں اُنکا ذکر ہوتا ہے اور اصولاً اُنکی جگہ بہ حیثیت کمسریٹ رزرو کوروں اور ڈویژنوں کے بیچ میں ہوتی ہے۔ یہ کہ واقعتاً اُن کو گھڑی کے لنگر کی طرح فقط سپاہ اور میگزینوں کے بیچ میں گردش کرتے رہنا پڑیگا۔ یہ کہ میگزین تقریباً روزانہ لائے جائیں گے یا دُور پیچھے ہٹائے جائیں گے۔ یہ کہ میدانی مطبخوں کی جگہ نہایت ضروری ہے۔ یہ سب باتیں تکلیف دہ و پریشان کن ہیں اس لیے اُن پر کبھی خیال نہیں کیا جاتا۔ بڑی ترکیبی جنگی بازیوں میں بھی حتی کہ روس سے ملک میں جہاں کھانے کی چیزیں نہیں ملتیں کمسریٹ کا انتظام پورا نہیں ہوتا مجھے شک ہے کہ آیا کبھی ایسے موقعوں پر خیال بھی کیا گیا ہے کہ خورد و نوش کا انتظام سوائے گوداموں کے اور کسی ذریعہ سے بھی ہو سکتا ممکن ہے۔ افسروں کو بھی معمولی مصنوعی جنگوں میں ان حالات سے واقف ہونے کے تھوڑے موقع دیے جاتے ہیں مگر محض اصول کے علم سے بڑی فوج کی نقل و حرکت اور اس کے خورد و نوش کے پیچیدہ انتظام سے مانوس ہونا اور اس معاملہ کو پورے طور پر سمجھنا نہایت دشوار ہے۔ دقتیں اور رُکاوٹیں جو عملاً پیدا ہوتی ہیں فقط اصول جان لینے سے سمجھ میں نہیں آسکتیں نہ ان باتوں کے انتظام کا دستور العمل کتابوں سے سیکھا جا سکتا ہے اس لیے یہ حالتیں جنگی کارروائیوں کی آزادی میں روک ہیں مگر قطع نظر کمسریٹ کے معاملات کے خود فوج کی نقل و حرکت میں بڑی دقتیں پیش آتی ہیں جنکے سامنے ناتجربہ کار شخص کو پیش لیجانا دشوار ہے۔ جب ۱۸۷۰ء میں در اپیچیدہ نقل و حرکت تجویز ہوئی جیسی سیڈان ( ) کے دھاوے میں کی گئی تھی تو معلوم ہوا کہ خاص کمانیر موقع کی حالت سے بالکل نابلد ہیں۔ اور محض

میدان جنگ کی زرخیزی اور فرانسیسیوں کی حملہ آورانہ قابلیت سے کارروائیوں میں کامیابی ہوسکی اگرچہ فوج کی کمان موٹکی (   ) جیسے شخص کے ہاتھ میں تھی - ان سب باتوں پر ہمارے جنرل اسٹاف نے پورے طور پر غور کر لیا ہے مگر جنرل اسٹاف کی محنتیں کسی صورت سے عام طور پر فوج کے حصہ میں نہیں آئی ہیں -

ان کل وجوہ سے سب سے اول ہماری مصنوعی جنگوں کا انتظام نئے سانچے میں ڈھالا جائے جو موجودہ حالتوں کے موافق ہو اور ہمکو قدامت کے فرسودہ راستوں کو چھوڑ دینا چاہیے - سپاہیوں کی تعلیم مثل سابق ترکیبی لیاقت کے اعلیٰ پیمانہ پر ہونی چاہیے اور فوج کو ترقی دیکر جنگی کارروائیاں عمل میں لانے کے لیے پُراثر آلہ بنایا جائے آجکل کی جنگ میں کامیابی کی گردش ان دو چولوں پر ہوتی ہے - مگر کمانیروں کی تعلیم ایسی جنگ کے لیے ہونی چاہیے جو فیصلہ کُن ہو - جن راستوں پر ہم ابتک چلے ہیں یہ منزل مقصود کو نہیں جاتے -

تربیت اور تعلیم کے کل طریقے ان خیالات کے موافق ہونے چاہییں -

اس مقام پر پلٹن اور رسالہ کی جنگی تربیت پر میں زیادہ لکھنا نہیں چاہتا - کیونکہ میں اس مضمون پر تفصیل کے ساتھ خاص رسالوں میں بحث کر چکا ہوں - صرف توپ خانے کیلئے بعض باتیں جنکے موافق اس فوج کی مخصوص تعلیم ہوسکتی ہے ضروری ہیں -

اِس فوج کی جنگی قابلیت کے کاموں کا خلاصہ یہ ہے جیسا قواعد میں بھی کچھ بتایا گیا ہے کل پہلے سے سوچے ہوے خیالات اور اصولوں کو ایک طرف رکھ دیا جائے اور اُسکا ایک دستور العمل رسالہ یا پلٹن کو مدد دینا ہو اس اصول کو خیال میں تو تسلیم کیا گیا ہے مگر اُس کو عمل میں بھی لانا چاہیے - اِس خیال کو کہ دشمن کے توپ خانہ سے جنگ کیجائے زور کے ساتھ روکنا چاہیے - دفاع میں البتہ حملہ آور توپ خانہ سے لڑنے کی اکثر ضرورت ہوتی ہے کیونکہ دفاعی پلٹن کے لیے یہ نہایت خوفناک دشمن ہے - مگر حملہ میں اُسکا خاص کام دشمن کی پلٹن پر جہاں کہیں ممکن ہو پوشیدہ جگہوں سے فیر کرنا ہے - نیز اس اصول پر کہ توپ خانہ کے ڈویزنوں کو میدان جنگ میں پاس پاس رکھا جائے اور فیر ملے ہوے ایک ہی سمت میں ہوں آخر تک نہ اڑے رہنا چاہیے - توپ خانہ سے یقیناً بڑے پیمانہ پر کام لینا ضروری ہے

اور چیف آن کمانڈ کو یہ دیکھنا بھی لازم ہو کہ آتشبازی کا مرکز فیصلہ کن جنگوں پر ہی یا نہیں - مگر خاص حالتوں میں اور جنگ کے تغیرانہ واقعات سے یہ خیال کم اثر کے ساتھ احکام کی ساویت سے عمل پذیر ہوسکتا ہو بجائے اسکے کہ عام اسکیم ماتحت افسروں کو سمجھائی جائے اور اُسکا عمل درآمد اُن پر چھوڑ دیا جائے - ماتحت افسر کی ذاتی ابتدائی کارروائی پر بمقابلہ سابق زیادہ لحاظ کرنا چاہیے - کیونکہ نازک موقع پر ایسی خود مختارانہ کارروائی ناگزیر ہے - میدان ہائے جنگ کی بڑی وسعت اور اس کوشش کی وجہ سے کہ صحرائی اور ناہموار زمین حملے کے لیے لے توپ خانہ مجبوراً ٹولیوں یا قطاروں میں ایک کے پیچھے ایک بڑھتا ہو اور باینہمہ ترکیبی اعتبار سے اہم ترین جگہ پر ملکہ کام کرنے کی کوشش کرتا ہو - کمان کے مرکزی اجتماع سے یہ بات حاصل ہونا دشوار ہی اور اس کی پوری حالت کا اندازہ ترکیبوں کی تعلیم پائے ہوئے ماتحت افسر ہی خوب کرسکتے ہیں -

یہ موقع اصطلاحی تفاصیل کے بیان کا ہو اور میں صرف چند باتیں بیان کرونگا جو خاص طور سے ضروری ہیں - بی زیڈ د ( ) گولے کو متروک کردینا لازم ہی اور اس کا استعمال داخل تعلیم نہ ہونا چاہیے - رائفل ہٹیں د ( ) پہ خاص اثر کرنے کے لیے اُس کا نشانہ بالکل صحیح ہونا چاہیے جو جنگ میں ممکن نہیں ہی -

شراپنیل د ( ) کے فیر کو بہت زیادہ اہمیت نہ دینا چاہیے - معلوم ہوتا ہی کہ اسکا استعمال فرانس میں باقی رہا اُس نے ہمیں بھی اچھا کام دیا تھا مگر شوٹنگ رینج د ( ) کے تجربوں کا عمل براہ راست بڑی جنگ میں نہ کیا جائے اُس میں شک نہیں اگر اُسکے استعمال میں کامیابی ہوئی تو نتائج سریع کی اُمید ہو مگر اُسکے اندازہ میں بالخصوص کثیر افواج کی جنگ میں بڑی غلطیاں ہوسکتی ہیں - بہر حال آئے زیڈ د ( ) گولے کی مشق زیادہ بھروسے کے قابل ہو اور سب سے زیادہ ضروری ہو -

حال کے قاعدے کے مطابق آئے زیڈ د ( ) کی آتشباری حملہ آورانہ معرکوں کے آخر موقعوں کے لیے خاص کر ہونا چاہیے عام طور پر ترکیبوں اور چالاکیوں کی باریکیوں اور پیچیدگیوں میں ضرورت سے زیادہ نہ پڑنا چاہیے - نیز اس نکتہ کو کہ صرف سہل قاعدوں سے

کامیابی کے ساتھ جنگ میں کام لینا چاہیے کبھی بھولنا نہ چاہیے۔ توپ خانہ کی عام تعلیم میں خاص بات یہ ہے کہ کتابیں مثلاً شوٹنگ کی رپورٹیں کم پڑھنا چاہییں۔ اور ترکیبوں کو زیادہ دخل ہونا چاہیے کیونکہ اس طریقہ سے توپ خانہ جنگ میں اچھا کام کر سکتا ہے مگر شوٹنگ کی اصطلاحات رپورٹوں میں نہ چھوڑی جائیں۔ ورنہ ایسا کرنے سے اچھی اور بری باتیں دونوں مسترد کر دی جائیں گی اور ایسی رپورٹوں کو تکلیف دہ سمجھ کر متروک کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

اس ضمن میں توپ خانہ کے رجمنٹوں اور بریگیڈوں کی خود مختارانہ مصنوعی جنگیں قابل توجہ ہیں ان میں بڑا صرف ہوتا ہے اور ان سے نفع کے مقابلہ میں نقصان پہونچتا ہے۔ میری رائے میں انکو ترک کر دینا چاہیے یا کم از کم ان میں بہت زیادہ ترمیم کر دی جائے کیونکہ اُن کی منفعت صرف اور دقتوں کے مقابلہ میں کم ہے۔ یہ مقررہ ترکیبات مقامی ہیں جو جنگ میں ناممکن العمل ہیں اور اصلی جنگ میں نہایت ضروری سبق یعنی توپ خانہ سے وقت یہ محدود فاصلہ کے اندر ایک مخصوص غرض کے لیے کام لینا بغیر اس کے کہ پہلے سے توپ خانہ کے لیئے مناسب مقامات کی تلاش کیجائے ان مصنوعی جنگوں سے حاصل نہیں ہوتا۔ یہ زیادہ مفید ہو سکتی ہیں بشرطیکہ سپاہ اُنکے ترکیبی حدود بنادے مگر ان مصنوعی جنگوں کے خاص نقص کا یہ علاج نہیں ہے۔ نقص یہ ہے کہ توپ خانہ کو فیصلہ کن آلہ سمجھا جاتا ہے جس کے لیے اچھے موقع تلاش کیے جاتے ہیں اور کسی نہ کسی بہانہ سے توپ خانہ وہیں جما رہتا ہے۔

مگر جہانتک کہ فوج کی مختلف شاخوں کی جنگی ترکیبوں سے تعلق ہے۔ موجودہ مرکز ثقل کو بھی تھوڑا ہی سا ہٹانے کی ضرورت ہے تاکہ موجودہ حالت کے موافق ہو جائے۔ لیکن اگر سپاہیوں کو ترکیبوں کی اعلیٰ تعلیم دینا مقصود ہے تو اُس صورت میں بالکل نیا طرز اختیار کرنا چاہیے جس سے یقیناً مفید نتائج پیدا ہوں گے اور مخالف پر یقینی فوقیت حاصل ہوگی۔ نیز بڑی بڑی دشواریوں کا سامنا ہوگا کیونکہ فیصلہ کن کثیر التعداد فوجوں کا حقیقی جنگی پیمانہ پر جمع کرنا بجائے خود بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ مگر میری رائے میں یہ دقتیں ایسی نہیں ہیں کہ زیر نہ ہو سکیں۔

پہلی بات کے متعلق یہ ہے کہ اس پیمانہ پر جہانتک مجھے علم ہے کبھی مشق نہیں کی گئی۔

مگر جب ہم اول اس بات پر خیال کرتے ہیں کہ بڑی فوج کی تیز اور صحیح نقل و حرکت آیندہ جنگ کے لیے کس قدر مفید ہوگی اور دوسرے جو سخت دقتیں اس میں ہیں اُنکے موافق ہم فوج کو باقاعدہ طور پر اہم فرائض کی انجام دہی کے لیے تیار کرسکیں گے تو اپنے قیاسی دشمن پر ہم کو یقینی فوقیت حاصل ہوگی۔

اس قسم کی بڑی مصنوعی جنگوں کی تیاری چھوٹے دستوں سے بھی ہوسکتی ہے۔ علاوہ بریں کثیر التعداد سپاہ کو روز و شب کے لمبے کوچوں کے لیے سفر مینا کی بلٹن کے ساتھ تعلیم دینا نہایت ضروری ہے تاکہ ایسی نقل و حرکت کے تجربہ اور مشق سے اُن کو اپنے اوپر بھروسہ حاصل ہو۔

کوچ کی تعلیم مع کل فوجی ذخائر کے کالموں میں ۲۰ سے ۲۵ کلومیٹر تک اور بھی زیادہ مفید ہے۔ کیونکہ یہ جنگ کی روزانہ ضروریات کے موافق ہیں۔ اگر دو آرمی کوروں کا اجتماع ایسی مصنوعی جنگوں میں ممکن نہو تو کوچ کا ضروری فاصلہ اس طرح رکھا جائے کہ ہر دستہ کے درمیان مناسب فصل دیا جاے اور اس صورت میں اُس فصل پر اچھی طرح نظر رہے۔ اس سے حقیقتاً جنگ واقعی کی حالتیں دوبارہ پیدا نہیں ہوتیں مگر بہ حیثیت ترکیب مفید ہے۔ سپاہیوں کے لیے گاڑیاں کرایہ کرنا پڑینگی جیسے مصنوعی جنگ میں کرنا پڑتی ہیں اگرچہ تھوڑی سی کفایت شعاری کے لیے رسد فوجی باربرداری کی ٹرینوں میں آسکتی ہے جو سفر کا مقدمتہ الجیش ہونگی اور انکی رفتار ٹرینوں کی رفتار کی مناسبت سے ہوگی۔

محض تعلیم کے لیے بڑے بڑے دستوں میں مارچ کرنا دراں حالیکہ کھانے کا انتظام اثنائے مارچ میں میدانی باورچی خانوں سے ہو نہایت مفید ہے بشرطیکہ مارچ جہاں تک ممکن ہو قلیل سے قلیل وقت میں پورا ہو جائے اور صرف شدہ رسد عقب سے لاکر پوری کردیجاے اس عمل کا فائدہ اُسوقت پورے طور سے ظاہر ہوتا ہے جب کوچ بہراہی رسد مثلاً جنگ میں کئی روز تک جاری رہتا ہے۔ ان مصنوعی جنگوں کی مشق ایکبار کرنا کافی نہیں ہے۔ اگر یہ منظور ہے کہ فوج کو کوچ کے متعلق اچھی واقفیت حاصل ہو تو یہ انتظام استقلال کے ساتھ ہونا چاہیے۔ آخر میں بازو کے کوچوں کی بھی مشق کبھی جدا جدا کالموں میں اور کبھی فوجی دستوں میں

کرنا لازم ہو جُدا جُدا کالموں کے بازو کے کوچ اُس حالت میں مفید ہوسکتے ہیں کہ اُن کے ساتھ
فوج کے خورد نوش کے متعلق انتظام کو بھی شامل کر لیا جائے اِس طرح کہ کمسریٹ کے کالم متوازی
خط میں ایک پہلو پر دشمن سے فاصلہ پر ہوں اور کوچ کے ختم پر سپاہ کے پاس آجائیں۔ فوجی
فارمیشن میں بازو کے کوچ قطع نظر کمسریٹ کی تعلیم کے قدرے مفید ہیں کیونکہ ایک ہی وقت
میں بہت سے مارچنگ کالموں کا متوازی سڑکوں کو کاٹنا بذات خود آسان ترکیب نہیں ہے
مگر اِس کام کا پورا فائدہ اُسوقت ظاہر ہوسکتا ہو جب کمسریٹ کی گاڑیاں کالموں کے ساتھ جنکو
اُنکے ساتھ چلنا پڑے گا اور رسد دینا ہوگی لگا دیجائیں۔

نیز میرا خیال ہو کہ آرمی فارمیشن میں کئی دن کی کارروایانہ نقل و حرکت بھی اچھی چیز ہے۔
آگے پیچھے ہٹنے کی اِدھر اُدھر چلنے اور مڑنے کی مشق ہونا چاہیے۔ خطوط مراسلات حسب ضرورت
روک دیئے جائیں۔ اُسی صورت میں کل دقتیں جو ان نقل و حرکات میں پیش آتی ہیں ظاہر
ہوسکتی ہیں اور اِس کا تجربہ ممکن ہو کہ اُن کے دُور کرنے کی کس جگہ ضرورت ہی۔ صرف اِسی طریقہ
سے کمانیروں کو ان ضروری کارروائیوں کے عمل میں لانے کا اطمینان ہوسکتا ہو اور اُن سے
مخالفانہ حملہ میں کام لے سکتے ہیں۔ جس فوج کی تعلیم اس صورت سے ہوگی اُس کو ایسے دشمن
کے مقابلہ میں جو ان کا تجربہ جنگ ہی میں حاصل کرے گا یقینی فوقیت ہوگی ۱۸۷۰ء کی فرانسیسی
جنگ کی بڑی بڑی ترکیبی نقل و حرکات نے جو دونوں طرف سے عمل میں لائی گئی تھیں اِس بات
کو اچھی طرح ثابت کر دیا تھا۔

میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ اس پیمانہ پر ان کاموں میں بہت روپیہ صرف ہوگا اور یہ کل باقاعدہ
طور پر یکے بعد دیگرے پورے نہ ہوسکیں گے۔ میں اس بات کو ان دو بڑے وجوہ سے
ظاہر کرنا چاہتا تھا اول تو اس غرض سے کہ کل بڑے بڑے افسر معاملات زیر بحث کو شاہی
مصنوعی جنگوں اور دیگر موقعوں پر سیکھیں دوسرے اِس غرض سے کہ ان میں سے ایک نہ ایک
پر عمل کرنا ممکن اور مفید ہوسکتا ہے۔ اگر میدانی توپ خانہ کی مصنوعی جنگیں بند کر دی جائیں
تو اُن سے بہت روپیہ کی بچت ہوسکتی ہے اور وہ بچا ہوا روپیہ ان اغراض کے لیے
کام میں آسکتا ہے۔ کفایت شعاری کے لیے کمسریٹ گاڑیوں اور کالموں سے ان مصنوعی

جنگوں میں حقیقتاً کام لینے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اگر علاوہ ایک دستہ کے جس کے پاس
جنگ کے پیمانہ کا سامان ہو اور ٹولیوں کی آگے والی گاڑیاں موجود ہوں اور ایک دوسرے سے
مناسب فاصلہ پر چلائی جائیں تو یہ مفید ہے۔ اس طرح سے کمسریٹ کے پورے کام پیش نظر
ہو جائیں گے اور قیمتی تجربہ حاصل ہوگا۔ حقیقتاً اُن مصنوعی جنگوں کا ٹھیک انتظام دشوار رہے
اور یہ امر مسلمہ ہے کہ بہت سی دقتیں اور رکاوٹیں دور ہو سکتی ہیں بشرطیکہ صرف ٹولیوں کے
سردار لیے جائیں۔ ان دقتوں اور دشواریوں کی وجہ سے ایسے خیالات پیدا ہو جاتے ہیں
جو غلط نتائج کا باعث ہوتے ہیں۔ مگر اچھی نگرانی میں ان مصنوعی جنگوں سے پورا فائدہ
پہونچ سکتا ہے بالخصوص اُس حالت میں جب ضروری معاملات ہی کی طرف خاص توجہ
رہے۔ بہر حال بہت سی چھوٹی مصنوعی جنگوں سے یہ کہیں زیادہ مفید ہوں گے چھوٹی مصنوعی
جنگوں کے بجائے قواعد کے میدان میں بڑے پیمانہ پر کرتب ہو سکتے ہیں۔ ہر ایک کام جس سے
براہ راست اِس مقصد کو مدد نہ ملے ہمارے تعلیمی نظام سے اُڑا دیا جائے خصوصاً اُسوقت
جبکہ بڑے قیمتی فائدوں کو نقصان پہونچتا ہو۔

اُس حالت میں بھی کارروائیوں کی مشق بڑے پیمانہ پر نہیں ہو سکتی اول تو مصارف
کی وجہ سے اور دوسرے اس وجہ سے کہ سپاہیوں کی ترکیبی تعلیم میں زیادہ مخل ہونا مناسب
نہیں ہے۔

اسکا معینہ دور ہر بڑے دستہ میں ہوتا رہے تاکہ آخر کار کل بڑے افسروں کو اُن کاموں
سے عملی طور پر واقفیت ہو جائے اور سپاہی بھی آج کل کے نظام کمسریٹ سے مانوس
ہو جائیں مگر چونکہ یہ کام عملاً ہمیشہ ایک حد تک ناکمل طور پر ہوتے ہیں پہلے سے اُنکی مشق
اصولاً ہی کر لینا چاہیے۔ یہ کافی نہیں کہ صرف جنرل اسٹاف ہی کو ان باتوں سے پوری واقفیت
ہو۔ سپاہیوں کو بھی اُن میں پوری مہارت ہونا چاہیے۔ بالخصوص اُن افسروں کو جو فراہمی
رسد پر مامور ہوں یعنی مستقل فوج کے افسران باربرداری اور وہ افسر جو فرلو کے عملہ میں ہیں
اور جن سے کہ کالم کمانیروں کا کام لیا جائے گا۔

باربرداری کے بٹالین کی عملی خدمت اور موخر الذکر افسروں کے فرائض سے جو ان

بٹالینوں کے متعلق ہوتے ہیں یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا اُنسے اُن کو عملی فرایض کا بہ حیثیت مجموعی کچھ علم نہیں ہوتا۔ اس لیے مناسب ہے کہ یہ افسر اس کام کو کچھ عرصہ تک باقاعدہ سیکھیں۔ اس عرصہ میں جنرل افسران اسٹاف و اعلیٰ افسران باربرداری فوج کے نقل و حرکات کی کل پیچیدہ باتیں بتا دیں گے۔ اور اُس وقت اُن کو عملی مثالوں سے کالموں کی کل نقل و حرکت کا اندازہ نہایت مختلف جگہوں میں باعتبار صحیح فاصلوں اور وقت کے ہو جائیگا۔ یہ جنگ کے لیے کہیں زیادہ قیمتی ہوگا بہ نسبت ڈرائیونگ وغیرہ کی کثیر تعلیم کے جس پر بہت سا وقت ضایع کیا جاتا ہے۔ بیشیہ ور ڈرائیور کا کام کل کالموں اور ٹرینوں میں بہت سہل ہوتا ہے مگر ہر جگہ موقع پر اس رائے سے کام کرنے کے لیے فیصلہ کُن مقام کا جان لینا آسان کام نہیں ہے۔

اس لیے اگرچہ ڈرائیونگ کی تعلیم پوری ہونی چاہیے مگر باقاعدہ باربرداری کا نصاب جس سے کہ عملی مثالوں سے ان باتوں کی اہمیت معلوم ہو موجودہ حالتوں میں نہایت ضروری ہے۔ میں نے کہیں اور بتلا دیا ہے کہ رسد کے جمع کرنے کا انتظام باقاعدہ سیکھنا ضروری ہے کیونکہ فوج کی کارروائیانہ قابلیتوں کا انحصار اس نظام پر ہے۔ مگر اُسکی نوعیت کا علم افسروں کو دفعتاً عین تیاری جنگ کے وقت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اُس کے اصولوں کا علم سیکھنے سے ہوتا ہے اور جو اہمیت اس کام نے موجودہ حالتوں میں اختیار کر لی ہے اُس کی غلط فہمی کا ثبوت یہ ہے کہ لوگوں کے خیال میں بغیر اس کے کہ امن کے زمانہ میں اس کام کو باقاعدہ محنت سے سیکھیں افسر اچھی طرح اُس کو انجام دے سکتے ہیں۔

آجکل کے عام جنگی نظام میں باربرداری کے متعلق کام نہایت اہم ہو گیا ہے۔ اہمیت کے اعتبار سے اُس پر خیال بھی کرنا چاہیے ہر جنگ میں شریک ہونے والے باربرداری کے افسر کو چند سال کی ملازمت کے بعد باقاعدہ تعلیم حاصل کرنا لازم ہے۔ کل فرلو پر پُرانے ملازموں کا جو باربرداری کے کام کے واسطے ہوں سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ ایسی تعلیم میں آکر شریک ہوں اگر یہ تعلیمی نصاب موسم خزاں میں سپاہیوں کے تعلیمی کیمپوں میں ہوں تو اس سے کچھ خفیف سا ہی فاضل خرچ پڑ سکتا ہے اور تھوڑے سے صرفے سے بہت بڑا نفع حاصل ہو سکتا ہے۔

اس عمل کے نتائج پورے طور پر جنگ میں معلوم ہو سکتے ہیں۔ دراں حالیکہ حکام معاملات کو اچھی طرح سمجھیں اور فوج سے ایسے کاموں کے متوقع نہ ہوں جو صورت معاملہ کے خلاف ہیں اور اس لیے ناممکن العمل ہیں۔ اس لیے اُن کو مجبور کرنا چاہیے کہ جنرل اسٹاف میں عملی فرایض کی پوری تعلیم حاصل کریں نہ کہ جنگ میں محض سپاہیوں کی کمان کی۔ اس خیال سے یہ اہم بحث پیدا ہوتی ہی کہ عام طور پر افسروں کی تعلیم کا جنگ کے لیے کیا انتظام کیا جائے اور تعلیمی غرض کے لیے مصنوعی جنگ کو کس حد تک تسلیم کیا جائے۔ پُرانے طریقہ کی تعلیم اور نئے زمانہ کی بدلی ہوئی حالتوں کا تخالف اس موقع پر بیّن فرق کے ساتھ پیش نظر ہوتا ہی۔

ہمارے اعلیٰ کمانیروں کا زیادہ حصہ جنرل اسٹاف کے ہاتھ میں نکلتا ہی۔ اور کچھ فوجی درسگاہ میں تعلیم پاتے ہیں مگر جب یہ لوگ بڑے بڑے عہدوں پر پہنچتے ہیں تو اُن کی تعلیم پُرانی ہوجاتی ہی کیونکہ اسکول کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہی اسکی کمی صاف ذاتی مطالبہ سے ممکن ہی مگر اس کے لیے وقت ناکافی ہوتا ہی اور اکثر افسروں میں دلچسپی بھی نہیں ہوتی۔ افسروں کی کل طاقت سپاہ کے روزانہ فرایض کی تعلیم میں صرف ہوجاتی ہی ان کو اپنی باقاعدہ تعلیم سرگرمی سے جاری رکھنے کے لیے اس بات کی ضرورت ہی کہ انکے ارادہ میں مضبوطی ہو اور انکو محنت مشق ہو لیکن نتیجہ یہ ہی کہ نسبتًا بہت کم افسروں کو پورا علم ہوتا ہی اور ایسے شاذ ہوتے ہیں جن کو جنگ کی حالتوں کا بڑے پیمانہ پر خیال ہو اور یہ خیال بھی اُن کے دماغ کا نکلا ہوا ہو۔ حقیقی جنگ میں اس سے بہت نقصان اُٹھانا پڑے گا۔ تجربہ نے بتا دیا ہی کہ جنرل اسٹاف کے وہ افسر جو کمانیروں کے ساتھ ہوتے ہیں اس کمی کو پورا نہیں کرسکتے۔ جو کمانیر حالات کو خود نہیں سمجھ سکتا وہ اپنے ماتحتوں کا آلہ ہوجاتا ہی۔ وہ اپنے خیال میں کمان کرتا ہی مگر خود کمان کیا جاتا ہی۔ یہ حالت کسی طرح صحیح نہیں ہی۔ ہماری موجودہ مصنوعی جنگیں جیسا پہلے بیان ہوچکا ہی ترکیبی معنی میں وقتًا فوقتًا افسروں کے لیے اسکول کا کام دیتی ہیں مگر ترکیبی نقطۂ خیال سے وہ آج کل کی ضروریات کے موافق نہیں ہیں۔ بالخصوص چھوٹی چھوٹی مصنوعی جنگوں سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ آج کل کی جنگ کی نہایت اہم خصوصیت کیا ہے۔ یعنی ایک طرف تو بڑی بڑی فوجوں کا یک لخت اجتماع اور دوسری طرف جگہ کے اعتبار سے بروقت جوابی

نقل وحرکات کا عدم امکان۔ چھوٹی چھوٹی مصنوعی جنگیں یقیناً بہت سے اعتبارات سے مفید ہیں کمانیروں کو فیصلے کرنا اور احکام دینا آتا ہی اور یہی دو باتیں ضروری ہیں۔ لیکن یہی نتائج بڑے پیمانہ کی مصنوعی جنگوں سے بھی حاصل ہوتے ہیں جن سے موجودہ حالاتِ جنگ کا بھی ایک حد تک سبق ملتا ہی بریگیڈ کی مصنوعی جنگوں کا تعلق خاص کر گذشتہ قرن سے ہو اور اُن سے محض غلط خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ ان سے سپاہیوں کو صحرا میں لڑنا سکھایا جاتا ہی جو فوجی قواعد کے میدانوں میں بھی آسکتا ہی۔ ڈویژن کی مصنوعی جنگیں پھر بھی کمانیروں کے کچھ کارآمد ہیں۔ ترکیبی سرداری کی اصولوں کی مثالیں اُن میں ملتی ہیں۔ مگر سب سے زیادہ سبق آموز مصنوعی جنگیں آرمی کور کی ہیں اس سے بھی زیادہ مفید اعلیٰ پیمانہ کی مصنوعی جنگیں ہیں جنہیں کئی آرمی کور ملے ہوتے ہیں بالخصوص اُس حالت میں جب کام کرنے والی ڈویژنیں کل کا جزو خیال کی جاتی ہیں اور ایک عظیم الشان عام اسکیم کے مطابق کام کرتی ہیں۔ مصنوعی جنگی تربیت میں بڑا ہنر حالتوں کا پیدا کرنا ہی کیونکہ اسی صورت سے عام حالت اور شخصی ذمہ داری کے مجموعی بار کا پورا اثر صاف طور سے ظاہر ہوسکتا ہی۔ یہ نہایت بھاری بھر کم مصلحت ہی حکام افسروں کو آج کل کی جنگ میں ممکن اور ناممکن کا صاف خیال ہونا چاہیے تاکہ اہم موقعوں پر غور کرنے کی تعلیم ہو۔

ان خیالات سے جو ضروریات پیدا ہوتی ہیں یہ ہیں کہ چھوٹے پیمانہ کی مصنوعی جنگوں کو محدود کرکے اُنکی بجائے اعلیٰ پیمانہ پر ترکیبی مصنوعی جنگیں اختیار کیجائیں اور ادنیٰ فوجی کام اُڑا دیے جائیں تاکہ جو بچت اس طرح پر ہو اُس کا روپیہ اعلیٰ پیمانہ کی جنگوں میں صرف کیا جائے اپنے کل وسائل کا ایک معیار رکھنا چاہیے یعنی یہ کہ ان جنگوں سے ہماری فوج کمل ہوجائے اگر فوجی قواعد کا میدان وسیع کردیا جائے تو بہت سا حصہ ڈویژنوں کی مصنوعی جنگوں کے کام آن پر ہوسکتا ہی۔ اس تبدیلی سے جو روپیہ بچے وہ بڑی مصنوعی جنگوں میں لگایا جاسکتا ہی۔ ایک بات یقینی ہی وہ یہ کہ نظام جنگ مصنوعی کی ترقی کے لیے اُسکی سابقہ غرض کیواسطے کوئی بڑی زوردار ترغیب ہونا چاہیے۔ نظام اور عملدار مدمیں جنگیں بالکل جدید طرز پر ہوں مگر اس قسم کی تعلیم ایسے اعلیٰ پیمانہ پر دینا کہ وہ تنہا بڑی جنگ کے لیے کارآمد کمانیروں کو

تیار کردے بالکل ناممکن معلوم ہوتی ہے مصنوعی جنگوں کا پورا فائدہ جب ہی ظاہر ہو سکتا ہے کہ ہر درجہ کے افسروں کو جو اس کی تعلیم میں شریک ہوں پہلے سے پوری اصولی تعلیم دیجائے اعلیٰ افسروں میں اس ابتدائی تعلیم کا شوق پیدا کرنا ابھی تیاری جنگ کے نہایت دشوار کاموں میں ہے۔ ان افسروں کو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہمارا فرض سوا ے سپاہیوں کی تعلیم کے کچھ نہیں ہے بلکہ اُن کو ہمیشہ اپنی اور اپنے ماتحتوں کی تعلیم کا جنگ میں کمان کے لیے خیال ہونا لازم ہے۔ بڑے پیمانہ پر ترکیبی جنگی کھیل آرمی کوروں میں کمانڈنگ جنرلوں کے زیر کمان اور فوجی معائنہ میں انسپکٹروں کے زیر کمان ہو سکتے ہیں اور انھیں ذرایع سے میرے نزدیک یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔ بڑی کمانوں میں کل حکام افسروں کے کام پر اُنکی قابلیت کے معیار کے اعتبار سے نکتہ چینی ہونی چاہیے۔ اس تعلیم کی کل باگ دوڑ چیف جنرل آرمی اسٹاف کے ہاتھ میں ہونگی جو جنگی ترکیبوں کا ذمہ دار افسر ہے۔

اس بات کا فیصلہ کسی صورت میں کم و بیش اتفاق پر چھوڑ نا کہ وہ لوگ جنکے ہاتھ میں بڑی کمانیں ہیں اُن اعلیٰ عہدوں کے قابل ہوں گے ٹھیک نہیں۔ یہ بات کہ کوئی شخص ڈویزن کا محنت کش کمانیر ہے یا یہ کہ کمانڈنگ جنرل اپنے آرمی کوروں میں انتظام قایم رکھ سکتا ہے اس بات کا لازمی ثبوت نہیں ہے کہ وہ ایک فوج کا عمدہ سردار بھی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ فوجی تاریخ میں اس کی بہت مثالیں ملیں گی۔

اسکے لیے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں کہ جدید طریقہ جنگ میں گشتی اور اخفائی سپاہیوں کو خاص تعلیم کی ضرورت ہے کل جنگی کارروائیوں کے امکان اور کامیابی کا انحصار زیادہ تر انکی مستعدی پر ہے۔ میں سالہا سال سے بتا رہا ہوں کہ اُن کے پیشے کے لیے رسالہ کے افسروں کو باقاعدہ تیار کرنا نہایت ضروری ہے اور میں پھر اس ضرورت کو ظاہر کرتا ہوں کہ رائڈنگ اسکولوں کو منظم کرکے اُن کو ایک باقاعدہ تعلیم گاہ بنایا جائے۔ میں ایک بار پھر گزارش کرتا ہوں کہ زیادہ تر فوج کے رسالے کی تعلیم قواعد کے میدان پر ڈویزن کے رسالہ کے کاموں سے ہونا ٹھیک نہیں ہے۔ یہ کام واقعی حالتوں کے موافق نہیں ہیں جیسا کہ ہر ایک رسالہ کے افسر کو معلوم ہوتا ہے جس کو قواعد کے میدان میں تعلیم پاکر مصنوعی جنگوں میں

رسالہ کے ڈویژن کی کمان کرنا پڑتی ہے۔

جنگ میں مرکز اثر کا انحصار اسپر ہی کہ کارروائیوں کا رُخ ٹھیک ہو اور یہ کہ ترکیبی خود مختاری کو ہوشیاری سے مجموعی حملہ کی طرف منتقل کردیا جائے۔ رسالہ کی کمان میں جو وقت ہی وہ یہی ہی اور مثل باقاعدہ اخفائی و جاسوسانہ کاموں کے یہ کام بھی قواعد کے میدان میں نہیں آسکتا۔ قریبی دو ڈویژنوں کی لڑائی جسکی مشق قواعد کے میدان میں ہوتی ہی جنگ میں مشکل سے پیش آسکتی ہی موجودہ حالتوں پر نظر انصاف سے غور کیا جائے گا تو یہی نتائج پیدا ہوں گے اور اس نصیحت پر عمل کرنے سے رسالہ بہت اچھی تیاری کر سکے گا۔

درحقیقت یہ عجیب بات ہی کہ توپ خانہ جو ہمیشہ اور فوجوں کے ساتھ ملکر کام کرتا ہی ہر سال مصنوعی جنگوں میں علٰحدہ رہتا ہی گویا کہ اُس کا بذات خود معرکہ پر کوئی اثر نہیں ہی اور فوجی رسالہ جو ہمیشہ میدان جنگ میں علٰحدہ کام کرتا ہی اُسکی تعلیم علٰحدہ نہیں ہوتی بلکہ وہ پلٹن کے ساتھ مشق کرتا ہی حالانکہ جنگ میں شاذ اسکی ضرورت ہوتی ہی۔ یہ تعلیم کا نہایت بے قاعدہ اور پُرانا طریقہ ہی رسالہ کی تعلیم کے لیے جن باتوں کی ضرورت ہی وہ یہ ہیں۔ جاسوسی اور اخفائی ترکیبیں اور بڑے پیمانہ پر یورشیں کیجائیں۔ ہوائی بیڑے کی امداد بھی ایک اور کام ہی جب پرواز میں اس قدر کامیابیاں ہوجائیں تو وہ فوجی نظام کا جز ہو جائے ہوائی جہاز کے ڈویژن اور رسالہ کے ایک ہی کام ہیں اور ایک ہی کمان کے اندر ان دونوں کو ملکر کام کرنا چاہیے بالخصوص روپوشی کے لیے جو نہایت ضروری ہی۔

سفر مینا کی پلٹن کی تعلیم کے قواعد جو حال کی ضرورتوں کے موافق ہیں جنرل دی بیسلرد ۔۔۔ نے بتلا دیے ہیں جنگ مابعد کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے اس فوج کو اُس سے زیادہ ترقی دینے کی ضرورت ہے جو اس ممتاز افسر نے بنائی ہی۔

میدانی جنگ میں اِس کا خاص کام یہ ہے کہ قلعہ بند جگھوں پر حملہ کی روک میں و نیز اس طرح کی اور جگہیں تیار کرنے میں پلٹن کی مدد کرے۔ مگر اس بارہ میں ترکیبی کارروائیوں پر عمل کرنا لازم ہے۔ کل تعلیم میں ترکیبوں کا خاص لحاظ رکھا جائے

کیونکہ یہ خاص بات ہے محاصروں کے لیے سرنگ لگانے والوں کی تعلیم کی طرف بھی پوری توجہ کرنا چاہیے کیونکہ بیرونی قلعوں کا جلد لے لینا اور اُن چھوٹے چھوٹے قلعوں پر قبضہ کرنا جو توپ خانہ کے لیے روک ہیں حملہ آور فوج کی خاص غرض ہوتی ہے۔

آرمی کور کے فرائض صاف ہیں۔ اِن کو ایک تو اچھی طرح خبر رسانی کا کام سکھانا چاہیے بالخصوص تار کے کام اور یہ کہ وہ ہمیشہ ہوائی جہازوں کو مدد دینے میں مستعد رہیں دوسرے فوج کی ترکیبی صلاحیتوں کی دیکھ بھال کرنا اور اُن کو قایم رکھنا یہ بھی ضروری امور ہیں۔ نیز ریل کی سڑکوں کا جلد بنانا بالخصوص ملکی ریلوے اور تباہ شدہ لائنوں کو پھرتی سے مرمت کرنا۔ فوجی ریلوں پر آمد و رفت کی حفاظت اور موٹروں سے مختلف قسم کے کام لینا یہ سب کام اِس فوج کو سکھائے جائیں۔ کارروائیوں کے ضروری اصولوں کو پورے طور سے جاننا اور اُن کا سمجھنا بھی ان کے لیے لازمی ہے۔ ہر پیمانہ پر فوج کی نقل و حرکت کے قاعدوں اور نظام کے کام کی واقفیت سے ہی وہ اپنے مختلف اور ضروری فرائض سے عہدہ برا ہوسکتے ہیں اِس لیے نہایت ضروری ہے کہ آرمی سروس کور کے افسروں کو فوجی سائنس کی پوری تعلیم دیجائے۔

ہر شاخ میں فوج کی دماغی حالت کو ترقی دینا اور اُس کے لیے ایسی تعلیم فراہم کرنا جس سے جنگ کے مختلف فرائض کے تعلقات قریبہ کے سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو ضروری ہے۔ یہ ادراک سرداروں اور فوج کے خاص افسروں کے لیے ہی ضروری نہیں ہے بلکہ اِس کا اثر کل کور کے افسروں میں ہونا چاہیے اور ایک حد تک نان کمیشنڈ افسروں میں بھی سپاہیوں کی اِس تعلیم کا نتیجہ اچھا ہوگا۔ اُستاد کی قابلیت جتنی زیادہ ہوگی اور جس قدر عمدگی سے وہ مضمون پر حاوی ہوگا اُتنا ہی طالب علموں پر اُس کا زیادہ اثر ہوگا۔ جس قدر جلد اور کامیابی کے ساتھ وہ اپنے ماتحتوں کو سمجھادے گا اُسی قدر زیادہ اُن کو اس پر بھروسہ ہوگا اور اِسکا احترام کرینگے

اور یہ بھروسہ اور احترام ہی کل ڈسپلن کی بنا رہے ۔ جنگ اور عام مضامین کی تعلیم میں جو ذرائع ہمارے افسروں کی ترقی کے لیے کام میں لائے جائیں گے اُن کا کافی معاوضہ ہر عمل کے میدان میں اچھی خدمت سے ملے گا ۔ دماغی ورزش سے دماغ اور خصائل درست ہوتے ہیں اور جنگ اور اُس کی ضرورتوں کے پوری طور پر سمجھنے سے ایک خاص فلسفیانہ دماغی تعلیم حاصل ہوتی ہے ۔ افسروں کے کور میں اِس اعلیٰ دماغی معیار کے پیدا کرنے کے لیے فوجی اسکول کے زمانہ سے ہی اِس کوشش کا احساس ہونا چاہیے جو آج کل موجود نہیں ہے ۔ تعلیم عموماً ایسے اسکول کے ذریعہ سے ہونا لازم ہے جو آج کل موجود نہیں ہے ۔ ایسی تعلیم گاہ قایم کرنے کا شارن ہورسٹ نے خیال کیا تھا ۔ آج کل اُس نے جرمن اسٹاف کی تیاری کے اسکول کی صورت اختیار کرلی ہے ۔ اُس کی سابقہ اہمیت کی نشانی صرف تعلیم تاریخ و ریاضی رہ گئی ہے ۔ فوجی تاریخی تعلیم میں سائنس کا بالکل لحاظ نہیں کیا گیا اور زیادہ تر اُس کا انحصار ترکیبوں پر رہ گیا ہے ۔ اِس صورت سے فوجی تاریخ کی تعلیم کے معنی بعید از فہم ہوگئے ۔ اور آج کل بھی جہاں تک مجھے علم ہے فوجی تواریخ کے لکچروں کا منشا زیادہ تر پیشہ وری کی تعلیم ہوتا ہے ۔ میں نہیں جانتا کہ زبان کی تعلیم سے السنہ غیر کی اسپرٹ کیسے آجاتی ہے ۔ بہر حال اُس کی معراج ترجمانی قابلیت کا امتحان ہے اور اِس صورت سے اُس کی غرض عملی ہے ۔ افسران جنرل اسٹاف کے لیے ایک خاص پیشہ ورانہ تعلیم کی موجودہ صورتوں میں ضرورت ہے ۔ میں یہ فیصلہ نہیں کرسکتا کہ اسکول کی وسیع اور درسی نوعیت کے محدود کرنے کی اِس وجہ سے ضرورت تھی بہرصورت اِس زمانہ کی فوج میں ہمکو ایسی درسگاہ رکھنا چاہیے جس میں اعلیٰ نقطۂ خیال سے فوجی سائنس کی تعلیم کا افرادانہ موقع ملے اور علاوہ بریں اُس میں وسیع عام تعلیم بھی ہو میرے خیال میں فوجی درسگاہ بڑھا کر ایسی تعلیم گاہ بنائی جاسکتی ہے بغیر اِس کے کہ جنرل اسٹاف کے افسروں کی جنگی تیاری کو ترک کیا جائے ۔ فوجی سائنس کے ساتھ ساتھ جنگی بعض شاخیں محدود کردی جائیں عام سائنس کے مضامین کے لکچروں کا انتظام کیا جائے

اور ان لکچروں میں داخلہ عام ہو۔ ایسے لکچروں میں فوجی فلسفہ کے نقطۂ خیال سے فوجی مسائل پر بحث کی جائے اور سامعین کو جنگ کی معقولیت اس کے تعلقات بہ سیاسیات مادی و غالب اثرات کی امداد۔ آزاد شخصیت کی اہمیت صاف متضاد صورتوں سخت مخالفتوں اور نیز اعلیٰ نقطۂ خیال سے فرایض کمانیر پر کچھ بصارت ہو سکتی ہے۔ لازمی مضامین کا حصر اور اجتماع جنگی ترتیب تعلیمی قاعدہ سے اب تین سالہ نصاب سے کی گئی ہے اور عام تعلیمی مضامین پر مفت لکچروں کا انتظام نہ صرف افسران جنرل اسٹاف کے لیے بلکہ اُن لوگوں کی تربیت کے لیے بھی جو اعلیٰ فوجی یا سول فرایض انجام دے سکتے ہیں ضروری ہے اور یہی ایک اعلیٰ ترین جرمن فوجی کالج کے لیے شایاں ہے۔

باب دوازدہم

بحری جنگ کی تیاریاں

یہ مفخرانہ قول کہ "جرمنی کا مستقبل سمندر پر ہے" بڑی صداقت سے مملو ہے۔ اگر اہل جرمنی ممتاز مستقبل اور اپنے تہذیبی مشن کی تکمیل کے متمنی ہیں تو اُن کو عالمگیر پالسی اختیار کرنا اور دولت عالم کی حیثیت سے عمل کرنا واجب ہے۔ یہ اہم کام صرف جب ہی پورا ہو سکتا ہے کہ اُن کی کمک کے لیے کافی بحری قوت ہو۔ ہمارا بیڑہ کم از کم اتنا زبردست ہونا چاہیے کہ قوی سے قوی دشمن کے لیے ایسے خطرات پیدا کردے کہ نقصانات سے جن کی توقع کیجاتی ہے اُس کی عالمگیر قوت خدشہ میں پڑ جائے۔

کسی دوسری جگہ ثابت ہو چکا ہے ہم اپنی فوجوں کو عالمگیر پالسی کے لیے بلا وسواس خطرہ میں ڈال سکتے ہیں۔ بشرطیکہ براعظم یورپ میں ہماری فوقیت ایسی مضبوطی سے قائم ہو چکے کہ اُس کو لغزش نہ ہو سکے۔ اِس منزل مقصود پر ہم گو ابھی تک نہیں پہنچے۔ ہیں لیکن یہ ہمارا اعلیٰ ترین مقصد ہونا چاہیے۔ اِس وقت بذریعہ سمندر ہم کو ایسی قوت بھی پیدا کرنا لازم ہے جو ہمارے دعووں کے لیے کافی ہو۔ براعظمی حالت کے پورے تحفظ کے لیے ایک تو ہمیں اس بات کی ناگزیر ضرورت ہے کہ اپنے سواحل کی حفاظت کریں اور بحری حملوں کو روکیں۔ دوسرے ہم کو اس بات کی بھی اشد ضرورت ہے کہ اگر وقت آجائے تو بذریعہ ہتھیاروں کے بھی سمندروں کی آزادی کا تحفظ کر سکیں۔ کیونکہ ہماری رعایا کی بسر اوقات درآمد مال پر ہے جس کے لیے بڑی برآمدی تجارت کی ضرورت ہے۔ جرمنی کی سیاسی عظمت کا انحصار زیادہ تر شاداب تجارتی معاشرت و بحری تجارت پر ہے۔ لہٰذا ہمیشہ ہماری کل بحری تعمیرات کا مقصد بحری آزادی کا

قائم ہونا چاہیے - ہماری کوششوں کا نتیجہ محض محافظانہ حملوں کی ضروری تیاری نہ ہو۔ ہم کو
ایسا خیال کا اور ایک ہونا لازم ہے یعنی یہ کہ ہماری تمنا کا اعلیٰ پالیسی پر چلنا ہو اور یہ کہ ہماری بحری
قوت آخر کار اس پالیسی کی پشت و پناہ ہوتی۔

بدقسمتی سے شروع ہی میں ہمارا یہ خیال نہیں ہوا جیسا ہم نے پہلے کھلے سمندر میں آنے کی
ہمت کی تھی۔ محدود اور ناکافی مقاصد کے حاصل کرنے میں ہم نے بہت سا اپنا قیمتی وقت
ضائع کیا۔ شاہنشاہ ولیم دوم کے لیے یہ کام ودیعت کیا گیا تھا۔ اس نے اس مسئلہ کو تاریخی
نظر سے دیکھا اور اسی کے مطابق عمل بھی کیا۔ اس لیے ہماری تمام شروع کی بحری کوششوں
کو بیکار سمجھنا چاہیے۔

ہم کئی سال سے ایک بیڑے کی تعمیر میں مصروف ہیں۔ ہماری پالیسی مختلف خیالات پر
چلی ہے۔ سب سے پہلا بحری ایکٹ جو ۱۸۹۸ء میں پاس ہوا اور اس کے بعد قوانین ضمیمہ ۱۹۰۶ء
و دیگر قواعد متعلقہ عمارات ۱۹۰۸ء کی رو سے ایک واضح اور معین پروگرام ہمارے بیڑے کے
لیے بن گیا۔ لیکن اس مضمون پر ابھی تک آخری فیصلہ نہیں ہوا ہے۔ آیندہ کی ضروریات
اس کا فیصلہ کریں گی۔ کیونکہ سلطنت کی ضرورت کے لیے بحری افواج کا کوئی خاص معیار نہیں
ہو سکتا۔ اس کا انحصار مطالبات پیش کردہ اور دیگر اقوام کی افواج پر ہے۔ ابتداً ہماری غرض
سمندر پر اور ان سواحل پر جہاں ہم تجارت کرتے تھے۔ اپنا پھریرا اڑانا تھا۔ بیڑے کا پہلا فرض
تجارت کی حفاظت تھا۔ جب اس کے لیے بڑے صرف کی ضرورت ہوئی تو ایک فریق نے
اس کی مخالفت کی۔ اس کا خیال تھا کہ جہازی کے لیے بیڑا محض فضول چیز ہی نہیں بلکہ حقیقتاً
خطرناک ہے۔ اس فریق نے گورنمنٹ کی تجاویز پر اعتراض کیا اور ان کو حدود جائز سے خارج
قرار دیا۔ اور ایک فریق تھا جس نے ساحلی حفاظت کے لیے صرف معمولی اسکیم پر قناعت
کی اور یہ سمجھا کہ اگر ساحل کے بڑے بڑے مقامات کی توپ خانہ سے حفاظت کی جائے اور
کئی چھوٹے چھوٹے بڑے توپوں کی کشتیوں کے مختلف مقامات پر لگا دیے جائیں تو مقصد بحری
کے لیے کافی ہے۔

یہ خیال عرصہ دراز تک قائم نہیں رہا۔ کل زیرک لوگوں کا اس ضرورت پر یقین تھا کہ

حملہ آور رقیب کا کھلے سمندر میں مقابلہ کر کے اُس کو بھگا دیا جائے۔ اس کے لیے زرہ پوشوں کی ضرورت کا احساس ہوا تھا کیونکہ حملہ آور کشتیاں بے قابو نہیں ہوسکیں گے۔ مگر یہ خیال تھا کہ ان ساحلوں کا حملہ آوروں نا مکمل تدابیر سے ممکن ہے۔ [illegible] (
کی منظوری دی گئی۔ مگر اس بات پر زور دیا گیا کہ بڑی بحری افواج سے ہم کو مقابلہ کی خواہش نہ کرنا چاہیے اور ہم صرف دوسرے درجہ کے بیڑے پر قناعت کریں۔ اس خیال کی ناپائداری بہت جلد ظاہر ہوگئی اور خیال [illegible] ایک اور لہر پیدا ہوئی جس کے طرفداروں نے اس رائے کی تائید کی کہ اگر بجائے قیمتی زرہ پوشوں کے بہت سی تباہ کن کشتیاں بنائی جائیں تو زرہ پوش فضول چیز ثابت ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ ان کی قیمتی حیثیت کم ہو کر یہ زبردست سے زبردست زرہ پوش پر اچھے نشانے کی تارپیڈو سے حملہ کرسکتی ہیں۔ اس خیال کی غلطی جلد ظاہر ہوگئی۔

جرمنی جیسی سلطنت کا کہ جس کا انحصار بیچ خارجی تجارت پر ہو اور جس سے بوجہ اُس کی سیاسی و تجارتی کامیابی کے ہر جگہ نفرت کی جاتی ہو نا ممکن ہو کہ کمزور ساحل پر زبردست فوج رکھے آخر کار ایک ایسا خیال قائم ہو گیا جو اصلی ضرورتوں کے موافق تھا۔

اُن کوششوں میں جو ہم نے بحری فوج کے مسئلہ کو کم خرچ سے حل کرنے کی کیں ہمارا بہت سا روپیہ اور وقت صرف ہوگیا۔ [illegible] ہم پر دنیا کی تاریخ میں سخت نازک وقت ہے گزشتہ موقعوں کی تلافی کے لیے ہم کو اپنا پورا زور لگا دینا چاہیے اور علاوہ کافی شاہی محافظت کے ہم کو ایک قوی جنگی جہازوں کا بیڑا تیار کرنا لازم ہے کیونکہ اب آخر کار ہم کو معلوم ہوا کہ ہمارے بیڑے کی غرض محض ہماری تجارت اور ساحل ہی کا تحفظ نہیں بلکہ وہ مثل بری فوج کے سلطنت کے سیاسی اغراض کے پورا کرنے اور اس کے جائز حوصلوں کو مدد پہنچانے کا ایک آلہ ہے۔ تجارت کے تحفظ اور ساحلی دفاع کے متعلق تو کوئی چون و چرا ہو ہی نہیں سکتی۔ اگرچہ امن میں تو چند کروزر تجارت کی محافظت کے واسطے کافی ہیں مگر جنگ کے زمانہ میں اُس کے تحفظ کا کوئی طریقہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ مخالف بیڑے کو شکست دی جائے اور تباہ کیا جائے۔ کل تجارتی راستوں کی حفاظت بلا واسطہ ناممکن ہے۔ تجارت کا تحفظ بالواسطہ دشمن کی شکست سے ممکن ہے۔ ساحل کے تحفظ میں بلا حملے کے مستقل کامیابی نہیں ہوسکتی اس کو جنگ امریکہ نے اچھی طرح ثابت کر دیا جو

لہذا ہمارے بیڑے کی غرض اپنے ممکن بحری رقیبوں کو شکست دینا اور اُن کو مجبور کر کے معاہدات کرانا ہی۔ ایسے معاہدات جن سے ہمارے تجارتی جہازوں کو آزادی کے ساتھ تجارت کرنے کا موقع ملے اور نوآبادیوں کی حفاظت ہو سکے۔ لہذا یہ خیال غلط ہی کہ ہمارا بیڑہ محض تحفظ کے لیے ہی اور وہ اس خیال سے تیار کیا جائے۔ اُس کی غرض ہماری سیاسی ضرورتیں پوری کرنا ہیں۔ لہذا وہ اس قابل ہو کہ سیاسی ضرورتوں کے موقع پر کام دے سکے۔ نیز حملہ کے وقت حملہ آوری میں جب سیاسی حالت اسکی مقتضی ہو اور حملہ سے کامیابی کی توقع پائی جاتی ہو۔ اور دفاع میں جب یہ خیال ہو کہ اس طریقے سے زیادہ فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ وہ ہمارے لیے مفید ہو سکے۔ آجکل دول عظمیٰ کی گروہ بندی سے سمندر میں ترکیبی حملہ آوری ناممکن ہوگئی ہی۔ مگر ہم کو آیندہ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ اور اُسوقت ایسے واقعات پیش آنا ممکن ہیں۔ جن سے بڑے پیمانہ پر حملہ آورانہ بحری جنگ ممکن ہو سکے۔

جس قوت کا ہم اپنے بیڑے کو بنانا چاہتے ہیں اُسکا اندازہ جنگ کے فرائض کے اعتبار سے لازم ہی۔ ہم کو صرف اُن مخاصمین کا خیال نہ کرنا چاہیے جو اسوقت ہم سے کمزور ہیں۔ بلکہ اول اُنکا ہو جو زبردست ہیں۔ لیکن اگر کل صورتوں میں اُنکی جانب سے جنگ کا احتمال نہو تو یہ اور بات ہی۔ مگر ہر حالت میں ہمارا بیڑا اس قدر قوی ہو کہ زبردست سے زبردست دشمن ہم پر حملہ کرنے سے جھجکے۔ اگر ہم پر حملہ آوری کا ارادہ کرے تو کم سے کم ہم کو کامیابی کے ساتھ اُس کا حملہ پسپا کرنے کا موقع ہو۔ یا دیگر الفاظ میں ہم دشمن کو ایسا بھاری نقصان پہنچائیں کہ وہ آخر تک جنگ نہ کر سکے۔ اور ان نقصانات کے سامنے ٹھہرنے سے اُسکی حالت خطرہ میں پڑ جائے۔

بحری فرض کا یہ تصور ہمارے خیال کو اسطرف رجوع کرتا ہی کہ انگلستان کا بیڑا ہمارے لیے معیار ہو جس سے ہم کو اپنی تیاریوں کا اندازہ کرنا چاہیے۔ غالباً سب سے پہلے بحری جنگ ہم کو انگلستان سے لڑنا پڑیگی۔ انگریزی حملہ کی فیروزمندانہ پسپائی ہماری بحری تیاریوں کا دستور العمل ہونا چاہیے۔ اور اگر انگریز مسلسل اپنے بیڑے کو بڑھاتے رہیں تو ہمیں بھی لامحالہ اُسی راستہ پر چلنا لازم ہی حتی کہ موجودہ بحری تخمینوں کے حدود سے آگے ہمیں رہنا چاہیے۔ مگر ہمیں یہ بات نہ بھولنا چاہیے کہ فائق انگریزی بیڑے پر ہم بہت سالوں تک کھلے سمندر میں

حملہ کرنے کے قابل نہونگے - بیڑے کے ساتھ ساحلی قلعوں - ہوائی بیڑے اور تجارتی جنگ کی مدد سے ہم اس زبردست ترین دشمن کے مقابلہ پر صرف کامیابی کے ساتھ اپنا تحفظ کرنے کی اُمید کر سکتے ہیں جیسا کہ بحری جنگ ابعد کے باب میں ظاہر کیا گیا ہی - محاصرہ کی کارروائی سے دشمن کو خستہ اور پسپا کر دینا چاہیے اور اُن کل ترکیبوں کے خلاف جنگ کرنے سے جو ہم اپنے تحفظ ساحل کے لیے کام میں لائینگے - ان ترکیبوں کی حفاظت میں ہمارا بیڑہ اُسکو متواتر خفیف نقصانات پہنچاتا رہیگا اور اس صورت سے بتدریج کھلے سمندر میں اُس سے ہم جمی ہوئی لڑائی لڑسکیں گے - ان قواعد پر ہماری جنگی تیاریاں ہونی چاہییں - اس قسم کی جنگ کے لیے ضروری ابتدائی شرط یہ ہی کہ ایک مضبوط ساحلی قلعہ بطور مرکز کے بیڑے کے لیے ہو - جس سے کہ وہ جب موقع آئے حملہ آورانہ حیثیت اختیار کر سکے اور جس پر مخالف فوقیت کا کوئی اثر نہ پڑے بغیر ایسے قابل اعتماد ساحلی قلعہ کے جو حملہ آورانہ کارروائیوں کے لیے بنایا گیا ہو دشمن ہمارے بیڑے کا پورا محاصرہ کر سکتا اور ہم کو حملہ آورانہ نقل و حرکت سے باز رکھ سکتا ہی - صرف سرنگوں سے جہازرانی کی ایسی کافی روک نہیں ہو سکتی کہ دشمن جبریہ داخل نہو سکے - نہ اُنکی وجہ سے اتنی آزادی حاصل ہوتی ہی کہ کل صورتوں میں حملہ آورانہ حیثیت اختیار کی جا سکے - اس غرض کے لیے مستقل عمارتوں کی ضرورت ہی جو جہازرانی پر حاوی ہوں - اور جن سے سرنگیں بچھانا ممکن ہو سکے -

میں اطمینان کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ ہمارا ساحلی تحفظ جسکا مرکز بحر شمالی میں ہیلی گولینڈ پور کم پر ہی - ان ضرورتوں کے لیے کافی ہی - اگر وہ نہیں ہی تو ہمارا پہلا اہم فرض یہ ہی کہ موجودہ خلوں کو پر کریں - تاکہ ہماری کارروائیوں کے لیے قابل اطمینان مرکز بنجائے - یہ ایسا قومی فرض ہی جس سے انحراف کی جرأت نہیں ہو سکتی - اگرچہ اُس کے لیے بڑی قربانیاں درکار ہیں حتیٰ کہ بیڑے کی ترقی باوجود اہم ہونے کے اس فرض کی ضرورت کے سامنے ہیچ ہی - کیونکہ صرف اسی کا عمل انگریزی بیڑے کے مقابلہ میں جس سے کامیابی کی اُمید ہو سکتی ہی ایسے قلعہ کی ضرورت کو محسوس کرتا ہی - مگر اس مسئلہ پر دوسرے اعتبار سے بھی نظر ڈالنا چاہیے -

مراکش کی بات چیت نے ۱۹۱۱ء میں ظاہر کر دیا کہ انگلستان نے جرمنی کی قوت کی ہر حقیقی توسیع کے بزور روکنے کا پورا ارادہ کر لیا ہی - صرف انگلستان کے دخل دینے کے خوف سے ہم سے نے

مراکش میں اپنے اغراض کے دائرہ کا دعویٰ نہ کیا اور باایں ہمہ جب شمالی افریقہ میں ہم نے اپنے یقینی حقوق کے جتلانے کی کوشش کی تو مخالف انگریزی مدبرین کی دھمکیاں سُننا پڑیں۔

اگر اس برتاؤ پر انگلستان کی جنگی تیاریوں کے اعتبار سے غور کریں تو اس میں کوئی شک نہیں معلوم ہوتا کہ انگلستان کا دل سے خیال ہے کہ جب موقع آئے جرمنی پر حملہ آور ہو۔ بحر شمالی میں بحری افواج کا اجتماع۔ سرگرم تیزی کے ساتھ انگریزی بیڑے کا اضافہ۔ تازہ اسٹیشنوں کی تعمیر جو کھلم کھلا جرمنی سے جنگ کے لیے ہے اس پر دال ہے۔ جرمن ساحلوں پر انگریزی جاسوسی ہمارے خلاف اتحادی جمع کرنے اور ہم کو یورپ میں سب سے الگ کرنیکی متواتر کوشش یہ سب باتیں حملہ آورانہ جنگ کا یقین دلاتی ہیں۔ بہرصورت انگلستان کی یہ تیاریاں محض دفاعی اور تحفظانہ تدابیر نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ انگریزی گورنمنٹ یہ بات اچھی طرح جانتی ہے کہ جرمنی انگلستان پر حملہ نہیں کر سکتا۔ یہ کوشش ابتدا ہی سے بلا کسی غرض کے ہوگی۔ چونکہ جرمنی کی بحری قوت کی تباہی انگلستان کے اغراض اور سلطنت عالم کی ترکیبوں میں مضمر ہے۔ ہم کم از کم انگلستان کے حملے کا قیاس تو کر سکتے ہیں۔ ہم کو یہ بات صاف طور سے سمجھ لینا چاہیے کہ ہم اس حملہ کو اپنے حسب خواہش ملتوی نہیں کر سکتے۔ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ جو طرز اٹلی نے حال میں اختیار کیا ہے۔ اس سے ایک یورپین نازک موقع جلد پیدا ہو سکتا ہے۔ اس لیے ہم کو تیار رہنا چاہیے کہ انگلستان ہم پر جلد کسی نہ کسی بہانہ سے حملہ کریگا۔ بیشتر اس سے کہ توازن قوت جو انگلستان کے نہایت موافق ہے اس کے خلاف ہو جاوے۔ بالخصوص جب اتحادی فرقہ کے ہاتھ میں عنان حکومت آگئی تو ایک قوی شاہی پالیسی اختیار کیجائیگی جس سے بآسانی جنگ ممکن ہے۔

ان صورتوں میں ہم اپنی بحری فوج اور ساحلی تحفظات کا انتظام فرصت سے امن کے زمانہ میں اصولوں کے موافق مکمل نہیں کر سکتے۔ برخلاف ازیں اپنے بیڑے کی توسیع مع ساحلی استحکامات کے عمل میں لانے اور ممکن ہو تو بڑھانے کے لیے اپنے مالی وسائل سے ہم کو پورا کام لینا چاہیے۔ اگر اور وسائل ممکن نہوں تو ان صورتوں میں قرض لینا بھی جائز ہوگا کیونکہ اس معاملہ میں نہایت اہم مسائل کی بازی لگی ہے۔ ایسے مسائل جن پر ہستی کا دارومدار ہے۔

ذرا اس لامتناہی مصیبت کا تصور ہی کرو جو ہماری بحری تجارت کی طویل بربادی سے

کل قوم پر اور بالخصوص حرفتی طبقات پر نازل ہوگی جن کی معاش کا انحصار برآمد مال پر ہے۔
یہ خیال ہی بذات خود اس کامل ضرورت کے لیے کافی ہے کہ ہماری بحری فوج مع ساحلی تحفظات
کے اتنی مستحکم کی جاوے کہ ہم مساویت کے ساتھ فیصلہ کن معرکہ کی توقع کر سکیں حتی کہ یہ خیال
کہ شاید خود اُن جہازوں کے واسطے جو تیار ہو رہے ہیں ہم کو وقت آدمی نہیں مل سکتے۔ ہمارے
جہازی کارخانوں کے لیے ۔۔۔ ہونا چاہیے کیونکہ یہ جہاز تباہ شدہ جہازوں کے بجائے کام دیسکتے ہیں
نہر قیصر ولیم کا کام جلد ختم ہونا چاہیے تاکہ ہمارے بڑے سے بڑے جنگی جہاز اچانک
بحر بالٹک اور بحر شمال میں آسکیں۔ مگر یہ نہر کل جنگی ضرورت کے لیے کافی نہیں ہے۔ یہ امر
غور طلب ہے کہ درمیان دریائے ایلس ( ) خلیج جاہڈ ( )
دو دریائے ایلب ( ) بذریعہ نہر کے ایک محفوظ سلسلہ قائم کیا جائے۔ جس سے
ہمارے بیڑے کو مرکزی اجتماع کے زیادہ موقع مل سکیں۔ یہ تینوں دریا بحر شمالی کا چور دروازہ
ہیں اور اگر ہمارے جنگی جہاز یکایک نکل کر ان تینوں مقامات پر اکٹھے ہو سکیں تو یہ بہت
مفید ہوگا۔ میں اس سکیم کے امکان کے متعلق کوئی رائے نہیں دیسکتا۔ اگر یہ ممکن ہو تو اسکے
لیے کوئی قربانیاں اُٹھا نہ رکھی جائیں۔ ایسی نہر انتہا درجہ کار آمد ہوگی کیونکہ ہماری کامیابی کی
اُمید اسی میں ہے کہ مسلسل اچانک حملوں سے دشمن کے زوروں کو توڑ سکیں اور اُسکو بھاری
بھاری نقصانات پہنچانے کا موقع حاصل کر سکیں۔
خود بیڑے کی ترقی کے متعلق یہ ہے کہ ہمکو بیڑے کی تکمیل جلد سے جلد کرنا چاہیے جسمیں جنگی
جہازات اور اُس کے ساتھ بڑے معاون کروزر ہوں۔ ہمارے بیڑے کی قوت تعداد
جہازات کے اعتبار سے کم ہے اس بارہ میں کوئی شبہ نہیں جنگی پانچ جہاز از قسم قیصر
بالکل متروک ہیں۔ اور جہازات از قسم وٹلز باسس ( ) کی
بھاری سے بھاری توپیں صرف ۲۴ سینٹیمٹر کی ہیں جو آج کل کی بحری جنگ کے لیے کافی نہیں
بڑے کروزروں کی حالت اور بھی خراب ہے۔ پانچ جہاز از قسم ہتا (
لڑائی کے قابل نہیں ہیں۔ تین بڑے کروزر از قسم پرنس ( ) ایڈلبرٹ
( ) فریڈیرچ کارل ( ) میں لنچ

فورسٹ بسمارک کروزر پوش حتیٰ کہ زرہ پوش خزندہ فوج خانہ ۔ کی رفتار ہی ہو ۔
( )نیسینا ( )یارک ( )رون (
( )کسی طرح ( )اور شارن ہورسٹ (
حال کی ضرورتوں کے موافق نہیں ہیں ۔ اس لیے اگر ہم چاہتے ہیں کہ حقیقتاً جنگ کے لیے تیار
ہوں تو جتنا وقت تیاری جہاز کے لیے دیا گیا ہے اُس سے کم میں جہاز بنالیں اور جس قدر جلد ممکن ہو
بجائے ان تو پوش کروزروں اور پانچ محض بیکار جنگی جہازوں کے نئے اور کارآمد جہاز تیار کریں
ہر شخص جس کو خیال ہو کہ گرجتے ہوئے بادل سیاسی افق پر امنڈتے چلے آرہے ہیں
اس ضرورت کو تسلیم کرے گا ۔ انگریزوں کے اعتراض وغیض وغضب کا کچھ خیال نہ کیا جائے
اپنے ملک کا خیال کل سیاسی و مالی خیالات سے بالاتر ہونا چاہیے ۔ نئے نمونے کے جہاز بنائے
جائیں ۔ جو انگریزوں کے جہازوں سے رفتار اور جنگی اوصاف میں بہتر ہوں لیکن یہ کوئی آسان
کام نہیں ہے ۔ کیونکہ جدید انگریزی جنگی جہازات کمال کے بڑے مرتبہ پر پہنچ چکے ہیں اور یہی حال
تازہ ترین انگریزی کروزروں کا ہے جو جنگی اوصاف کے اعتبار سے خاص جنگی جہازوں سے
کسی طرح کم نہیں ہیں ۔
اگر جُدا جُدا جہازوں کے مقابلہ میں ہمارے پاس بہتر جہاز ہونگے تو ان چند کے ذریعہ سے
ونیز مستعدی جنگ کی مدد سے ہم نہایت ضروری کام کر سکیں گے ۔ چونکہ کرپ ( )
کی توپوں کو انگریزی بھاری بحری توپوں پر کسی قدر فوقیت ہے ہم اپنے جہازوں کو بہتر حملہ
آورانہ قوت سے مسلح کر سکتے ہیں ۔ زیادہ زبردست توپ خانہ کامیابی کے لیے جزو اعظم ہے اور
یہ کامیابی زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے جس قدر کہ توپ خانہ جہاز پر اس طریقے سے تقسیم کیا جاتا ہے
کہ کل توپیں ایک ہی وقت میں دائیں بائیں یا بالکل سامنے چلائی جائیں ۔
علاوہ خاص جنگی بیڑے کے تارپیڈو کشتیاں بھی ترکیبی حملہ آور دفاع میں بڑا کام کرتی ہیں ۔
لہذا انگلستان کی اعلیٰ فوقیت پر لحاظ کر کے تارپیڈو کے بیڑے کی طرف خاص توجہ لازم ہے
اس کا سبب یہ بھی ہے کہ باعتبار تعلیم اس میں ہم کو حقیقی فوقیت حاصل ہے ۔ عملہ کے معیار تعلیم
اور ترکیب کی خوبی کی وجہ سے ہم دیگر بحری فوجوں کے مقابلہ میں افضل ہیں ۔ بالخصوص تارپیڈو

کے لحاظ سے ہمیں یہ حالت قائم رکھنا چاہیے - تارپیڈو میں جیسا اخباروں سے معلوم ہوتا ہے اور قوتیں بھی ہمارا دور مارنے کی کوشش میں مقابلہ کر رہی ہیں - ہم کو آبدوز کشتیوں کی طرف بھی پوری توجہ کرنا لازم ہے اور حملہ کے لیے ان کو زیادہ پُر اثر بنایا جائے اگر بحری فوج کی اس شاخ میں ہماری ترقی ہوگی جس سے ہر طرح کی فوجی ضرورتیں پوری ہوں اور اس کی مار اور رفتار مع بحری قابلیت کے بڑھ جائیگی تو ان جہازوں کے ذریعہ سے ہمارے ساحل کے تحفظ اور دشمن کے اسکوڈرنوں پر اچانک حملہ کرنے کے متعلق بڑے کارآمد نتائج برآمد ہونگے - اس میدان میں برتری قابلیت ہمارے لیے نہایت ہی مفید ہوگی -

آخر میں ہم کو سرگرمی کے ساتھ ہوا بازی کی طرف بحری اغراض کے لیے متوجہ ہونا چاہیے اگر ایسے ہوائی جہاز اور آلات پرواز بن جائیں جو جنگ میں خراب موسم میں حملہ آورانہ اغراض کے لیے پورا کام دیں - تو اس سے بیڑے کو نہایت ضروری مدد ملیگی - اُس حال میں ہوائی بیڑہ کے ذریعہ سے جیسا باب ہشتم میں بیان ہوا ہی صحیح خبریں ملینگی اور جنگی بیڑے یا تارپیڈو بیڑے کے باموقع حملہ کے لیے جاسوسی ہوسکیگی اور جب دشمن زیادہ تعداد میں آجائے گا تو اس کی وقت پر اطلاع مل سکیگی - وہ دشمن کے ہوائی جہازوں کو گشت سے بھی باز رکھے گا - اور اس طرح اچانک حملوں میں سہولت ہوجائیگی - اور جو حملے بحری گوداموں اور جہازوں کے بڑے مرکزوں پر ہونگے اُن کو یا تو پسپا کرے گا یا ہونے نہ دیگا - اگر ہمارے جہازوں میں اس قدر ترقی ہوجائے کہ یہی حملہ کر سکیں اور انگریزی سواحل پر خوف اور بربادی پھیلا سکیں تو اُن سے ہمارے بیڑے کو فائق فوج کے مقابلہ میں اور بھی مدد ملیگی - اس میں شک نہیں کہ فوجی ترقیوں سے یہ کام جلد ممکن ہو سکیں گے - انگریزوں پر ہوائی بیڑہ کی مسلمہ فوقیت دونوں بحری افواج کی نابرابری کے برابر کرنے میں بہ زمانہ جنگ بہت مدد دیگی - اس میدان میں فضیلت حاصل کرنا بہت ممکن ہی کیونکہ ہمارے آیندہ دشمنوں کو اس میں فوقیت نہیں ہی اور ہم مساوی حیثیت سے فتح کے لیے مقابلہ کر سکتے ہیں - علاوہ دشمن کے جنگی بیڑے کی خلاف کوششوں کے تجارت کے خلاف بھی جنگ کی تیاریاں امن کے زمانہ میں غور سے کرنا چاہییں - یہ تیاریاں انگلستان کے خلاف جنگ میں خاص طور سے کامیاب ہونگی کیونکہ اس ملک کو بہ مقابلہ کسی اور کے درآمد مال کی زیادہ ضرورت ہی

اس لیے اگر دشمن کی تجارت اور جہاز رانی کے پریشان کرنے میں کامیابی ہوئی تو اس سے اچھے نتائج نکلیں گے۔ اس مہم کی دقتوں پر کسی پہلے باب میں بحث ہو چکی ہے۔ تیاریاں اس طریقے سے ہوں کہ تیز رفتار جہاز جو تجارتی جنگ کے لیے مخصوص کیے جائیں اپنے مقام پر قبل اس کے کہ دشمن ہمارے بندرگاہوں کا راستہ بند کرے پہنچ جائیں۔ معاون کروزر امن کے زمانہ میں اس طرح مسلح کیے جائیں کہ بیچ سمندر میں ہوں تو آناً فاناً بے تار کی تار برقی کے حکم پر جنگی جہاز بن جائیں۔

بحری فوج کے لیے تیز سوبیلائزیشن بہت ضروری ہے کیونکہ ہم کو ہر وقت حتیٰ کہ امن کے زمانہ میں اچانک حملہ کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اس بارہ میں ہم انگلستان سے کیا توقع کر سکتے ہیں اس کا حال تواریخ سے معلوم ہوتا ہے۔

امن کے زمانہ میں انھوں نے کوپن ہیگن (   ) پر ۲ ستمبر سے ۵ ستمبر سنہ ۱۸۰۷ء تک گولا باری کی اور آلینڈ کے بیڑے کو تباہ کر دیا۔ چار سو مکانات جلا دیے۔ دو ہزار تباہ کر دیے اور تین ہزار نہ لڑنے والے بے گناہ باشندے مار ڈالے۔ اگر کوئی عذر جواز بھی اس قزاقانہ طرز عمل یا نپولین کے بے رحمانہ افعال کا پیش بھی کیا جائے تو بھی اس واقعہ سے یہ تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اپنی بحری اقتدار کے خطرہ میں پڑنے سے وہ کیا کچھ کر سکتا ہے ۱۲ جولائی سنہ ۱۸۸۲ء کو امن کے زمانہ میں انگریزوں نے اسکندریہ پر گولہ باری کی اور مصر پر اس بہانہ سے قبضہ کیا کہ عربی پاشا نے باشندگان ممالک غیر کے قتل کا حکم دیدیا ہے۔ ان تواریخی واقعات کے الفاظ صاف ہیں ان کو بھولنا نہ چاہیے۔

روسی جاپانی جنگ بھی اس بات کے لیے تنبیہ ہے کہ جنگ کس طرح شروع ہوتی ہے یہی حال اٹلی کے سیاسی و فوجی حملہ کا ٹرکی پر ہے۔ ٹرکی جنگی جہازوں پر جن کو جنگ کا گمان تک نہ تھا حملہ کیا گیا اور ان کو گرفتار کر لیا گیا۔

اب ان صورتوں کے لحاظ سے اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ جو طریقہ جاپان اور اٹلی نے معرکہ کے آغاز کا اختیار کیا وہ خاص حالتوں میں جائز تھا۔ سلطنت کے اغراض حالت کو دگرگوں کر سکتے ہیں۔ کمزور دشمن کے ساتھ وحشیانہ سختی جو مندرجۂ بالا انگریزوں کے طرز عمل سے ظاہر

ہوتی ہے۔ تاریخ میں سیاسی جواز فعل کی اپنا نظیر نہیں رکھتی۔

جائز اچانک حملہ اول تو مخالف سلطنت کی مسلح افواج پر ہونا چاہیے نہ کہ غیر مسلح باشندوں
پر۔ دوسرے ابتدائی ضرورت یہ ہے کہ سیاسی حالت کی کشیدگی سے جنگ کا امکان یا احتمال
ہر دو فریق کی آنکھوں کے سامنے روشن ہو۔ اس صورت سے کہ جنگ کی توقع یا تیاریاں مانی
ہوئی بات ہوں۔ لیکن اور صورت میں حملہ ناجائز جرم ہو جائیگا۔ اگر مطلوبہ ابتدائی حالات مسلم
ہوں تو سیاسی وار یا اچانک حملہ جائز ہے کیونکہ اس کے ذریعہ سے دشمن کی ناجائز بے پروائی سے
فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس معاملہ میں حق کا اصول قائم نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن ہر بات
کا انحصار موقع کی حالت پر ہے اور یہ حالتیں مختلف فریقوں میں مختلف ہو سکتی ہیں۔ سلطنت کے طرز
عمل کی بابت صرف تاریخ ہی حکم ناطق لگا سکتی ہے۔ مگر کسی صورت میں کوئی بھی حق کا قاعدہ سلطنت کے
غیر مشکوک حق کو محدود نہیں کر سکتا۔ بالخصوص جب موت اور زندگی کے سوال کا اس پر انحصار ہو
جیسا جنگ منچوریا میں جاپان کے معاملہ میں تھا۔ اگر جاپان شروع ہی سے سمندر پر حاوی نہ ہو جاتا
تو روس کے مقابلہ میں پہنچنا ناممکن تھا۔ لہذا انتہائی تدابیر پر عمل کرنے میں وہ حق بجانب تھا
مگر انگلستان کے لیے ۱۸۰۷ء میں ایسے خطرات نہ تھے اور اٹلی کا عملدرآمد ۱۹۱۱ء میں سیاسی
اخلاق کے اعتبار سے یقیناً مشکوک تھا۔ مگر ان مثالوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انگلستان سے
ہم کو کیا توقع رکھنی چاہیے اور ہم کو تیار رہنا چاہیے کہ وہ اس حق سے بلا اطلاع کے ہم پر حملہ کریگا
کیونکہ ممکن ہے کہ ہمیں بھی اس حق سے کام لینے کی ضرورت پڑے۔ لہذا ہماری موبلائزیشن کی
تیاریوں کو ان مواقع کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ بالخصوص اُس زمانہ میں جب رزرو علیحدہ
کر دیے جائیں۔

عام پالیسی اُن تدابیر پر بحث کی اجازت دینے سے مانع ہے جو اس غرض کے حاصل کرنے کے
لیے اختیار کی جائیں کہ ہمارا بیڑہ اس زمانہ میں جنگ کے واسطے تیار رہے۔ مگر کل صورتوں میں ہمارے
ساحلی استحکامات برابر لڑنے کے لیے تیار رہیں۔ سرنگیں بھی بلا توقف جنگ کے واسطے تیار رکھی
جائیں۔ اِس غرض کے لیے کل اشیاے ضروری موجود ہوں تاکہ اُن سے
فوراً کام لیا جا سکے۔

علیٰ ہذا القیاس ہمارے دریاؤں کے دہانے پر اور نہر قیصر ولیسلم میں تجارت کے تحفظ کے لیے کل تدابیر فوراً عمل میں لائی جائیں جوں ہی کہ موقع نازک ہو جائے۔ یہ محض خود حفاظتی کا سادہ مقولہ ہے۔ اپنے سواحل کی نگرانی و خبر رسانی کو بھی مثل انگلستان کے ضروری چیز سمجھنا چاہیے۔ جب ہم مجموعی حیثیت سے کل تیاریوں کو سمجھیں گے۔ جن کی ہم کو دول ہائے عظمیٰ میں اپنی جگہ بذریعہ بحری فوج قائم رکھنے کی ضرورت ہے تو ہماری قوم پر بڑے سخت مطالبات کا بار پڑیگا یہ وقت پر زیادہ گراں معلوم ہوتے ہیں کیونکہ نازک موقع کی وجہ سے ہم کو نہایت سخت کوششیں کرنا پڑتی ہیں اور بیڑے کا صرف بری جنگ کی تیاریوں کے ساتھ ساتھ ہونا چاہیے۔ اگر ہم میں اس دوہرے مطالبات کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے تو بیڑے کی تیاری میں توقف کیا جائے اور ساحل کے تحفظات ایسے مکمل کر دیے جائیں کہ کل ضروریات کے لیے کافی ہوں۔ ایسی صورت میں جہازوں کی تیاری کی جلدی کو تھوڑے عرصہ کے لیے ملتوی کرنا پڑے گا۔

اس خیال کے مقابلہ میں ایک رائے یہ ہے کہ ساحل کی صرف وہ قلعہ بندی کی جائے جو نہایت ہی ضروری ہے اور جہازوں کی تعداد پر زیادہ زور دیا جائے اور اس بات پر کہ وہ جنگ کے لیے تیار رہیں۔ حتیٰ کہ زرد وبیڑے کی صورت میں بھی اس سے دریغ نہ کیا جائے۔ یہ خیال اس قیاس سے پیدا ہوا ہے کہ ایسے زبردست اور مسلح بیڑے کے مقابلہ میں جو بحری ایکٹ کی رو سے جرمنی کے لیے تجویز ہوا ہے انگلستان ہمیں اعلان جنگ نہیں دیگا۔ یہ بھی خیال ہے کہ وہ بیڑا جو خاص طور سے مساوی ترکیبی اصولوں پر بنایا گیا ہے زیادہ زبردست لڑنے کی قوت رکھتا ہے بہ مقابلہ اُن جنگی جہازوں کے جو آجکل ہمارے پاس ہیں۔ مگر میں اس رائے کی تائید نہیں کرسکتا ایک تو یہ کہ مخالف بیڑے کی طاقت ہمارے بیڑے کی طاقت سے زیادہ تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔ دوسرے یہ کہ عام حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان کے ساتھ جنگ اٹل ہے چاہے ہماری بحری قوت جلد تر جدید جنگی جہازات کی قانونی مقرر کردہ توپ پر پہونچ جائے اس لیے میری رائے ہے کہ سب سے پہلے ہم کو ٹھوس بنیاد قائم کرنا چاہیے جس کے بغیر کوئی کامیاب عمل دشمن کی برتر افواج کے مقابلہ میں خیال میں نہیں آتا۔ اگر ساحلی استحکامات

ضرورت کے موافق نہ ہونگے تو کامیابی ناممکن ہے۔

اس وجہ سے ہمارا اور زیادہ فرض ہے کہ ان دونوں مقاصد کے پورا کرنے کے لیے کوئی قربانیاں اُٹھا نہ رکھیں۔ بیڑے کی توسیع بھی کریں اور ساحلی تحفظات کی تکمیل کے لیے جو ضرورت ہو اُس کو بھی پورا کریں۔ اگرچہ ساحل کا استحکام سب سے پہلے ضروری ہے۔ مگر بحری فوج کے اضافہ کے بارہ میں تو کوئی شک ہے ہی نہیں۔ اگر ہم آج بیڑے کے بڑھانے میں کامیاب جنگ کے اطمینان کی خاطر ہر چیز کی بازی نہیں لگادیں گے اگر ایک بار پھر اپنے ذہنی دشمن کو اپنے اوپر وہ سبقت دیدیں گے جس کی تلافی آیندہ ناممکن ہوگی تو ہم کو سالہا سال کے لیے دول عالم میں اپنی جگہ چھوڑ دینا چاہیے۔

ان حالتوں میں کوئی شخص جس کے دل میں جرمن جذبات اور جرمن توقعات ہیں۔ کبھی جگہ چھوڑنے کی پالسی کا طرفدار نہ ہوگا۔ برخلاف اس کے ہم کو ساحل کا استحکام اور بیڑے کی ترقی کا کام ساتھ ساتھ ایک ہی وقت میں کرنا چاہیے مگر تعمیر جہاز کی رفتار کو اتنا تیز کرنا لازم ہے کہ بحری ایکٹ کی ضروریات ۱۹۱۴ء تک پوری ہو جائیں۔ یہ نتیجہ ماہرین کی رائے کے مطابق ممکن ہے۔

تیاری جنگ کے متعلق جو وقت ہم کو آجکل ہے وہ اسباب ماضیہ کی وجہ سے ہے۔ اسکی اول تو وجہ یہ ہے کہ امن کی مسرتوں کے سبب سالہا سال سے جب سے سلطنت جرمن کی بنیاد پڑی ہے ہم نے اپنی قوت کو دول یورپ میں معین اور مضبوط نہیں کیا اور دنیا کی سیاسیات میں آزادانہ دخل نہیں دیا۔ دراں حالیکہ دیگر دول ہمارے گرد وپیش باعث تہدید ہو رہی تھیں۔ میری رائے میں جرمن پالسی کی سخت غلطی تھی کہ فرانس سے اُسوقت معاملہ صاف نہیں کرلیا جب معاملات بین الاقوامی کی حالت موافق تھی اور کامیابی کی پوری اُمید ہوسکتی تھی۔ درحقیقت موقعوں کی کمی نہیں رہی ہے۔ ہم اپنی امن اور فروگذاشت کی پالسی کے ممنون احسان ہیں کہ اس وقت ہم اس مشکل میں ہیں اور ہمارے لیے یہ دو اہم طریقے ہیں کہ یا تو عالم کی قوت کا دعویٰ چھوڑدیں یا اُس دعوے کے لیے اعدادی اعتبار سے فائق دشمنوں کے مقابلہ میں جنگ کریں۔ یہ پالسی کسی قدر اُس کاہلی سے مشابہ ہے جسکا کہ خود انگلستان ملزم ہے کہ امریکائی جنگ میں اُس نے سلطنتہائے جنوبی کی مدد نہ کی اور ایک قوت ممالک متحدہ شمالی امریکہ کی صورت میں پیدا ہوگئی جو اگرچہ ابھی صرف پچاس سال ہی گذرے

ہیں۔ انگلستان کی سلطنت عالم کے لیے باعث خوف ہو گئی ہے۔ مگر ہماری امن کی پالسی نے ہم کو
زیادہ سخت صدمہ پہنچایا بہ مقابلہ اس کے کہ انگلستان کو اپنی سابقہ امریکائی پالسی سے نقصان ہوا؛
برطانیہ عظمیٰ کی جگہ بہ حیثیت دولت عظمیٰ بہ سبب جزیرائی مقام اور بحری تسلط کے بہ مقابلہ ہمارے
زیادہ محفوظ ہے۔ ہم تو چاروں طرف سے دشمنوں کی تہدید کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ
کسی جنگ میں کامیابی کی اُمید یقین کے ساتھ نہیں ہو سکتی اور گزشتہ چالیس سال میں یہ خیال رہا کہ
فرانس کو ایسی کامیابی کے ساتھ فتح کرنا جیسی ہماری خواہش ہے ممکن نہیں۔ بے شک ہر جنگ کے
ساتھ لگا ہوا ہے۔ نہ ۱۸۶۶ء نہ ۱۸۷۰ء میں بسمارک کی نظر کامیابی کی اُس مقدار پر تھی جو اُس کو
حاصل ہونے والی تھی۔ تاہم اُسنے لڑنے کی ہمت کی۔ مدبر کی عظمت اس میں ہے کہ نہایت موافق
موقع پر اُس میں ایسے کام کے اختیار کرنے کی ہمت ہو جو ضروری ہے اور یہ انسانی اندازہ کے مطابق
سب سے بہتر طریقہ ہے۔ اسکے بعد تقدیر نتیجہ کا فیصلہ کرتی ہے۔

ہماری موجودہ حالت کا دوسرا سبب یہ ہے کہ ہم نے بیڑے کی تعمیر دیر میں شروع کی جو خاص
غلطی ہم سے ہوئی وہ یہ ہے کہ ۱۸۹۰ء کے بعد جب ہم نے بریڈن برگ نمونے کے جہاز کی تجویز کی
تو ۱۸۹۷ء تک ہم پر ایک زمانہ تنزل کا رہا اور بیڑے کے متعلق کل معاملات میں کوئی خاص اصول
قائم نہیں ہوا۔ نیز ہم نے باقاعدہ طور پر اپنے ساحلی استحکامات کی ترقی میں بھی دیر کی اور اِس صورت
سے وہ ضروری فرائض جو سیاسی حالت سے پیدا ہوتے ہیں پورے نہیں ہوئے کیونکہ ہم نے
اس حالت پر پہلے سے نظر نہیں کی نہ اُس کے لیے تیار ہوئے۔

یہ تجربہ آیندہ ہمارے واسطے سبق ہونا چاہیے۔ ہم کو چھوٹی چھوٹی فکروں اور بروقت ضروریات
کی خاطر وسیع معاملات کی طرف سے آنکھوں میں پٹی باندھ لینا چاہیے۔ خصوصاً اُن معاملات کی
طرف سے جو ہماری عالمگیر پالسی کے لیے فیصلہ کن ہیں۔

ہم کو وقت پر وہ تدابیر اختیار کرنا چاہییں جو آیندہ کے لیے ضروری معلوم ہوں اگرچہ ان سے
ہمارے وسائل پر سخت بار پڑیگا۔ لیکن ہم پر اسکا مردانہ وار مقابلہ فرض ہے۔

اپنی بحری فوج کے متعلق یہ خیال پیش نظر رکھنا چاہیے۔ حتیٰ کہ آخر وقت میں بھی ہم ضائع شدہ
وقت کی کچھ تلافی کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اس کام کو تن دہی سے انجام نہ دیں تو سخت غلطی ہو گی۔

باب سیزدہم

فوج اور عام تعلیم

امن اور روک کی پالسی نے ہم کو اس درجہ پر پہنچا دیا ہے کہ ہم کو دول عظمیٰ میں اب اپنی
جگہ لینا اور آیندہ کے لیے زندگی کے حالات کو دولت کے نہایت کثیر صرف اور جہاں تک
انسان کا قیاس کام کر سکے خون بہا کر حاصل کرنا لازم ہے۔ اس لیے ہم مجبوراً بلا توقف
وہ خاص تدابیر عمل میں لائیں گے جس سے ہم کم و بیش اپنے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے
قابل ہو جائیں۔ یعنی یہ کہ تیزی کے ساتھ جہاز تعمیر کریں اور فوج کو بڑھائیں۔ زمانہ موجودہ
ہیں ہم کو یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہمیں آیندہ کا انتظام کرنا ہے۔ قطع نظر وقت کی
ضرورتوں کے ہم کو اُن عناصر کی ترقی کی طرف توجہ چاہیے جن پر نہ صرف سلطنت کی فوجی
قوت بلکہ سیاسی قوت کا انحصار ہے۔ ہم کو قوم کی جسمانی اور دماغی صحت قائم رکھنا
لازم ہے اور یہ صرف اُس حالت میں ہو سکتا ہے کہ ہمارا مقصد نہایت وسیع
معنوں میں عام تعلیم کی تدریجی ترقی و مطالبات زندگانی کی خارجی تبدیلیوں کے
موافق ہو۔

اگرچہ ایک طرف سلطنت کا یہ فرض ہے کہ اپنی رعایا کو اعلیٰ اخلاقی و دماغی ترقی کی طرف
رہنما کرے لیکن دوسری طرف اس کے برخلاف قوت کے عناصر جو خود لوگوں کے اندر
ہوتے ہیں سلطنت کی قابلیت پر اثر کرتے ہیں۔ سلطنت صرف اُسی صورت میں عظیم الشان
نتائج حاصل کر سکتی ہے جبکہ اُس کی تائید قوم کے زبردست متفقہ ارادہ سے ہو۔ لہٰذا قوم
کی جسمانی و دماغی ترقی سے اُسکا دہرا تعلق ہے۔ اُس کا اور اُس کے وجود کا جواز اس ترقی

کی کوشش میں ہو کیونکہ اس فرض کے پورا کرنے سے اُسکو وہ قوت اور قابلیت حاصل ہوسکتی ہو کہ وہ نہایت وسیع معنی میں اُسکا حق ادا کر سکے۔

موجودہ حالتوں میں محض فوجی نقطۂ خیال سے صرف یہی ضروری نہیں ہو کہ موجودہ نسل کی جسمانی ترقی کا ہی انتظام کیا جائے بلکہ اُسکی دماغی حالت کا مرتبہ بھی بڑھایا جائے۔ کیونکہ اگرچہ آجکل کی جنگ کی وجہ سے ہر شعبہ میں کام بڑھ گئے ہیں مگر مدت ملازمت کم کردی گئی ہو تاکہ کثرت سے لوگ بھرتی ہوسکیں۔ اس صورت سے فوجی تعلیم تکمیل کے ساتھ ممکن نہیں تاوقتیکہ جسمانی و دماغی اعتبار سے خوب تیار رنگروٹ فوج میں نہ داخل ہوں اور معزز فوجی پیشہ کے لائق اپنے ساتھ حب الوطنی کے خیالات نہ لائیں۔ زمانۂ حال کی جنگ میں ہر متنفس کے لیے بہت سی خود مختارانہ جانچ ٹھنڈے دل سے واقعات کی پوری گرفت اور قوی ارادہ کے ساتھ ظاہر کرنے کی ضرورت ہو۔ جدال کے کھلے ہوے طریقوں کی وجہ سے پیدل سپاہی کو اپنے مقررہ کام پر متعین کیے جانے کے بعد زیادہ تر اپنی ذات پر بھروسہ کرنا پڑتا ہو اُس کو اکثر اپنے ٹکڑے کی کمان اس وقت جبکہ اُس کے افسروں کی اموات میں کثرت ہوجاتی ہو لینا پڑتی ہے۔ توپچی کو تن تنہا توپ پر کام کرنا پڑتا ہو دراں حالیکہ سیکشن کے سردار اور توپ خانہ کے کپتان شرانیل کے فیر کا شکار ہوجاتے ہیں۔ ہر دل اور مراسلہ کے سوار دشمن کے ملک میں اکثر اپنے ہی بل پر رہ جاتی ہیں۔ اور سرنگ لگانے والا جو دشمن کی سرنگ کے خلاف کام کررہا ہے بعض اوقات اتفاقاً دشمن سے دوبدو ہوجاتا ہے اور سوائے اپنے فوجی علم اور ہمت کے کوئی سہارا نہیں رکھتا۔

آجکل کی جنگ میں متنفس کی ذمہ داری پر صرف زیادہ کاموں کا ہی بار نہیں ہوتا بلکہ بمقابلہ سابق جنگوں کے اُس کی جسمانی قوتوں پر بھی بڑا اثر پڑتا ہے۔ اِس تبدیلی کی وجہ کچھ تو بڑی بڑی فوجین اور کچھ آلات حرب کی زیادہ مار ہو۔ کل نقل وحرکت کثیر تعداد کے ساتھ بذات خود بہت زور ڈالنے والی چیز ہو۔ بمقابلہ ایسی نقل وحرکت کے جو چھوٹے چھوٹے دستوں میں ہو۔ بڑی بڑی فوجوں کی پناہ اور کھانا ایسا اچھا نہیں ہوسکتا جتنا کہ تھوڑی فوج کا۔ کوچ کرنے والے کالموں کے عمق سے جو فوج کی تعداد کیساتھ بڑھتا ہو ہر ایک

نقل و حرکت کی دشواریاں بڑھ جاتی ہیں۔ رات کو آرام کم ملتا ہے۔ کھانا بوقت میسر آتا ہے کوچ کے اوقات غیر معین ہوتے ہیں زمانۂ حال کے آلاتِ حرب کی دور رکی مار سے جنگ کا رقبہ وسیع ہوتا جاتا ہے اور بڑے بڑے لشکروں کے ساتھ وسیع پیچ و خم کی وجہ کبھی کر سپاہی کثین کی نقل و حرکت کی کوشش کرتے ہیں یا میدان جنگ میں کوئی اور تبدیلیاں پوزیشن میں ہوتی ہیں ضرورت ہوتی ہے

ان اتفاق فرائض کے باوجود فوج میں کام کی مقدار بھی کثرت سے بڑھ گئی ہے مگر سلطنت نے ہمارے نوجوانوں کو فوجی خدمت کے واسطے تیار کرنے کی کم کوشش کی ہے اور لوگوں کی طرزِ معاشرت میں ایسی باتیں داخل ہو گئی ہیں جن کا اُن کی تعلیم پر بہت مضر اثر پڑتا ہے۔ یہاں پر میری مراد خاص کر سوشل جمہوریانہ اور حب الوطنی کے خلاف احساس سے ہے اور اسی کے ساتھ لوگوں کا جوق جوق جا کر بڑے شہروں میں آباد ہونا بھی ہے جو جسمانی ترقی کے لیے مضر ہے۔ نتیجہ بھرتی کے اعداد و شمار سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔

آج کل جرمن نژاد فوجی سپاہیوں میں ۴۰ء۶ سے زیادہ فیصدی تو بڑے شہروں کے ہوتے ہیں ۲۷ء۲ فی صدی متوسط شہروں کے ۴۳ء۲۲ فی صدی چھوٹے شہروں یا قصبوں کے اور ۱۵ء۴۶ فی صدی اضلاع کے اور آبادی کی تقسیم شہر اور گاؤں کے درمیان بالکل مختلف ہے سنہ ۱۹۰۵ء کی مردم شماری کے مطابق گاؤں کی آبادی (کل آبادی کی) ۵ء۴۲ فی صدی چھوٹے یا دیہاتی قصبوں کی ۵ء۲۵ فی صدی اوسط درجہ کے شہروں کی ۹ء۱۲ اور بڑے شہروں کی ۱۰ء۱۹ فی صدی تھی۔ دیہاتی آبادی کی نسبت غالباً اُس سال سے اور بھی کم ہو گئی ہے اور بڑے شہروں کی آبادی بڑھ گئی ہے ان اعداد سے شہری آبادی کا تنزل ظاہر ہوتا ہے اور یہ ہماری قومی زندگی کے لیے خطرناک ہے نہ صرف جسمانی قوت کے اعتبار سے بلکہ دماغی اور قوم کے اتفاق کے اعتبار سے۔ دیہاتی آبادی فوج کا جزو لاینفک ہے۔ ہزاروں تعلقات سپاہیوں اور ان کے خاندان کے لوگوں کو وابستہ کرتے ہیں جہاں تک کہ ان کا تعلق دیہات سے ہے۔ ہر شخص جو ہماری فوج کی اندرونی

معاشرت سے واقف ہو اس کو جانتا ہے۔ سپاہی کی زندگی کے ساتھ بیحد دلچسپی ہوتی ہے۔ یہی اسپرٹ ایک سے دوسرے کو منتقل ہوتی ہے۔ فوج کا تعلق بڑے شہری آبادی سے جو بہت کم حصہ اپنے باشندوں کا فوج میں بھیجتے ہیں بالکل مختلف ہوتا ہے۔ بڑے شہروں کی آبادی اور گانوں کے لوگوں میں ایک خاص مخالفت ہوتی ہے گانوں کے لوگ فوجی اعتبار سے قوم کے اعضائے رئیسہ میں سے ہیں۔ علیٰ ہذالقیاس فوج اور بڑے شہروں کے تعلقات کشیدہ ہو گئے ہیں اور باشندوں کے بڑے بڑے فرقے فوجی خدمت کے بالکل خلاف ہیں۔

اُس میں سلطنت کا اتنا ہی فائدہ ہے کہ وہ شہری آبادی کے جسمانی صحت کو ہر ممکن بتصور ذریعہ سے ترقی دے نہ صرف اس لیے کہ بہت سے سپاہی بھرتی ہوں۔ بلکہ اس لئے کہ فوجی تعلیم کا فائدہ کل شہری آبادی کو پہونچے جس سے ہماری معاشرتی حالتوں کے اور زیادہ صحیح ہونے میں مدد ملے۔ فوجی ملازمت کی رفاقت سے زیادہ وسعت کے ساتھ کوئی چیز اتحاد اسپرٹ اور جذبہ کی بڑھانے والی نہیں ہے جہانتک میرا اندازہ ہے صرف کارخانوں کے کام ہی کا جسمانی ترقی پر اور اُس کے ہمیشہ ایک ہی ڈھرے پر چلے جانے کی وجہ سے دماغی ترقی پر بُرا اثر نہیں ہوتا بلکہ عام حالاتِ معاشرت جو اس کام سے وابستہ ہیں اُس کے لیے مفید نہیں قطع نظر بہت سے کارخانوں کے کاموں کے جو صحت کے لیے مضر ہیں وہ باتیں جو جسمانی ترقی کی نمو کو روک دیتی ہیں مسکنی حالتوں عیش و عشرت کی شہری معاشرت اور میخواری میں پائی جاتی ہیں۔ زراعتی اصلاع کے بہ نسبت میخواری کا عیب بڑے شہروں میں زیادہ عام ہے۔ اور بڑے شہروں کے دیگر اثرات کے ساتھ نہایت مضر نتائج پیدا کرتا ہے۔ لہذا سلطنت کا لازمی فرض ہے کہ پہلے میخواری کے ساتھ ہر ہتھیار سے لڑے اگر ضرورت ہو ہر قسم کی کشید کی شراب پر سختی کے ساتھ محصول لگائے اور اُس کی فروخت کے حق کو محدود کر دے۔ دوسرے کاریگروں کے مسکنی حالات کی اصلاح کی کوششوں میں مدد دے اور شہر کے نوجوانوں کو عیش و عشرت کے تباہ کن اثرات سے بچائے میونخ (   ) میں بویریا کے افسروں نے حال میں اُن

نوجوانوں کے لیے جن کی عمر اسکول میں پڑھنے کی نہیں ہی مفید صحت فوجی ورزشوں کا انتظام کیا ہی جس میں وہ اپنا خالی وقت گذارتے ہیں - یہ کوششیں قابل تعریف ہیں نوجوانوں کے کلب بھی جو فیلڈ مارشل وی - ڈی گولٹشرد (   ) قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اسی غرض کے لیے ہیں - ایسے کام ہر بڑے شہر میں دل سے کیے جائیں اور محض جسمانی و معاشرتی اعتبارات سے سلطنت اُن میں مدد دے اسکولوں اور جمناسٹک کے کلبوں میں جتنا جنگ کی تعلیم سے جسمانی ترقی پر مفید اثر ہوتا ہی اور ہر طرح مستحق امداد ہی خلاصہ یہ کہ ان وجوہ سے عام فوجی خدمت کا پورا انتظام ہونا چاہیے تھا - رنگروٹوں کی ترقی جسمانی پر فوجی خدمت کا حیرت انگیز اثر ہوتا ہی اُن حکام کو جن کے پاس رزروہ کا انتظام ہی ہدایت ہونی چاہیے تھی کہ بڑے شہروں کے زیادہ لوگوں کو فوجی خدمت کی ترغیب دیں -

مگر میری رائے میں اُن دو باتوں کے متعلق ہدایت ہونا چاہیے - اول کاریگروں اور کارخانہ والوں کی محنت کے اوقات میں کمی نہ کیجائے - دوسرے فوجی تندرستی کے لیے کھیل کو جیسا پہلے بتایا گیا ہی ضرورت سے زیادہ اہمیت نہ دیجائے - کام بذات خود مضر چیز نہیں ہی بلکہ زیادہ تعداد میں اکٹھا کام کرنے سے جو حالتیں پیدا ہوتی ہیں اُن کا اثر خراب ہوتا ہی - اوقات کار کے اصولاً تخفیف کرنے کی خواہش میری رائے میں خلاف اخلاق کوشش ہی - اور کام کی حقیقی منزلت سے لاعلمی ظاہر کرتی ہی - اگر تخفیف معمولی مقدار میں ہو اور کام کی نہایت ہی ناموافق حالتیں پیش ہوں تو اور بات ہی - انسان کے لیے وہ سب سے بڑی نعمت ہی اور اُس قوم کا بُرا ہو جو اُس کو اخلاقی فرض نہ سمجھے بلکہ تحصیل معاش اور عیش و عشرت کے لیے روپیہ کمانے کا ذریعہ جانے سخت محنت ہی سے کارآمد اور اچھے خصائل کے لوگ پیدا ہوتے ہیں اور اُن قوموں نے جنھیں سخت موسم کی وجہ سے حصول معاش کے لیے سخت دقتیں اُٹھانا پڑیں ہیں بڑے کارہائے نمایاں کیے ہیں اور سب سے زیادہ حیاتی قوت کا ثبوت دیا ہی - جب تک ڈچ لوگوں کی قوت سمندر کی متواتر جنگ سے مضبوط تھی جب تک وہ مذہبی آزادی کے واسطے

فرانسیسی فضیلت کے خلاف لڑے وہ تاریخ میں ممتاز قوم رہے۔ لیکن اب جبکہ اُن کی معاشرت کا انحصار محض تحصیل زر و تفریح پر رہ گیا ہے اور وہ سیاسی حیثیت سے غیر جانب دار قوم بن گئے ہیں اور جنگ کے حوصلے اُن کے دلوں سے نکل گئے اُن کی اہمیت گر گئی ہے اور وہ کبھی ترقی نہیں کرسکتے تا وقتیکہ مہذب قوموں کی جنگ میں حصہ نہ لیں۔ جرمنی میں وہ نسل جو ہمارے ملک کو تنزل سے نکال کر تواریخی اہمیت کے درجہ پر پہونچانے والی تھی رائن یا ڈینیوب کے زرخیز کناروں سے پیدا نہیں ہوئی بلکہ مارچ کے بنجر ریگستان نے نکلی۔

ہم کو درشت محنتی قدیم پرشیا کے جذبات قائم رکھنا چاہئیں اور باقی جرمنی کو ٹ کے خیال زندگی کے موافق چلانا چاہیے۔ ہم کو ہمیشہ اپنی قوت کو بڑی سیاسی اور مالی قوت و کوششوں سے مضبوط کرنا چاہیئے۔ اور جو کچھ حاصل ہو گیا ہے اُس پر قانع رہنا یا کاہلی سے عیش پرستی کی زندگی بسر کرنا لازم نہیں ہے اس صورت سے ہم دماغی و جسمانی حیثیت سے تندرست رہ سکتے ہیں اور دنیا میں اپنی جگہ قائم رکھ سکتے ہیں۔

اُن مقامات پر جہاں قدرتی اسباب کی وجہ سے لوگ سخت محنت کے لیے مجبور نہیں ہیں جہاں دولت و مال کی زیادتی کے ساتھ لوگ بجائے محنت کے عیش و عشرت کی طرف مائل ہیں سوسائٹی۔ اور سلطنت اس کا انتظام کرے کہ کام کھیل نہ ہو جائے نہ کھیل کام۔ صرف کام ہی سے جو فرض نہ کہ محض کھیل سمجھ کر کیا جائے انسان انسان بنتا ہے۔ کھیل کو دکو جو آج کل ہم میں بھی پھیلتا جاتا ہے ہمیں محض ذریعہ تفریح سمجھ کر کہ اُس کو بجائے خود مقصود ماننا کر اختیار کرنا چاہیئے۔ صرف ایسا ہی کھیل جائز ہو سکتا ہے اور اسے ہم کو ہرگز نہ بھولنا چاہئے سخت محنتوں ہی نے جرمنی کو زبردست بنایا ہے گو اس کے برخلاف انگلستان میں کھیل کود ہی سے کام کی جسمانی صحت کے قیام میں کامیابی ہوئی ہے لیکن اس میں زیادہ انہاک کے بڑھ جانے پر یہاں تک کہ خود کاروبار کے بھی پس پست پڑ جانے سے انگریزوں کو من حیث القوم سخت نقصان پہونچا ہے۔

انگریزی قوم اپنی روز افزوں ثروت و نیز کم محنت اور اس کے گرے ہوئے معیار کے زیر اثر (جو انگریزی تجارتی لیگوں کا کھلم کھلا مقصود ہے) بتدریج ایک عیش پسند فرقہ

اور کھیل کود کے شوقینوں کی قوم ہوتی جاتی ہے۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا ان حالات کو دیکھتے ہوئے انگلستان ان عظیم الشان فرائض کی جن کو اس نے بزمانہ آیندہ اپنے اوپر عاید کیا ہے انجام دہی کے قابل ہے یا نہیں۔ مزید براں اگر حریص و نوخیز امریکائی جمہوری سلطنت سے دیرینہ سیاسی رقابت بذریعہ ثالثی عہدنامہ ہٹا دی جائے تو پھر بآسانی ایک ایسی حدفاصل قائم ہو سکتی ہے جہاں باوجود ان تمام ورزشی کھیلوں کے جو جسمانی ترقی کے مدد ہیں ترقی و تنزل کی شاہرا ہیں تقسیم ہوتی ہیں۔

قوم کی فقط جسمانی صحت سے تاوقتیکہ اس کا خود دنیوی محنت اور روحانی ترقی کے ساتھ ساتھ نہ ہوا ہو کوئی مستقل فائدہ متصور نہیں لیکن اگر روحانیت مادی ترقی سے مغلوب کر دی جائے تو آیندہ چل کر اس کے بہت خراب نتائج پیدا ہوں گے۔ ان وجوہ کی بنا پر ہم کو فوج کے لیے صرف انھیں نوجوانوں کی تعلیم پر جو لحاظ صحت بدنی مضبوط ہیں قانع نہ ہونا چاہیے بلکہ ہم کو اس کے ساتھ ساتھ ان کی روحانی ترقی میں بھی کوشش کرنا چاہیے۔ اس کا ذریعہ صرف مدارس ہی ہو سکتے ہیں فوجی تعلیم بھی موجودہ حالت کے لحاظ سے جو روز بروز سخت ہوتی جاتی ہے اپنے صحیح مقاصد اسی وقت پورے کر سکتی ہے جبکہ اس کی کوئی مضبوط بنا پہلے ہی سے اسکولوں میں رکھدی گئی ہو اور ایک عمدہ ابتدائی تربیت ان نوخیز بچوں کو دیجا چکی ہو۔ قومی مدارس اس ضرورت کے لیے کافی نہیں ہیں۔ عام قواعد کی بنا جن سے پرشیا میں قومی مدرسوں کے اصول طے پائے ۱۸۷۲ء میں پڑی یعنی اب اس کو چالیس برس گذر چکے لہذا جدید ترقیات کا جو گذشتہ چند سالوں سے بہت سرعت کے ساتھ پھیلتی گئی ہیں انھیں کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا اس بنا پر قدرتاً ایک اصولی مخالفت ان میں اور جنگی تعلیم میں برابر چلی آئی ہے۔

موجودہ جنگی تعلیم کی رو سے ایک مکمل شخصیت کی جس میں مردانہ احساس کی تمیزی ترقی کا خیال ہو ضرورت ہے لیکن قومی اسکولوں میں ہر چیز کا انحصار کلاس کی

تعلیم پر ہے جہاں لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کو ایک ساتھ سبق دیا جاتا ہے اور یہ مجبوراً قواعد کے مطابق ہے۔

رنگروٹوں کی تعلیم خود ان کے بزرگوں کی زیر نگرانی بذریعہ مخصوص علیحدہ افسروں اور تجربہ کار چیدہ غیر کمیشن یافتہ کمانیروں کے ہوتی ہے۔ ان کو بالکل چھوٹے چھوٹے دستوں میں بنا کر سبق دیا جاتا ہے اور اس طرح دستے کے ایک ایک فرد پر اُن کے افسروں اور بزرگوں کی پوری توجہ رہتی ہے۔ برخلاف اس کے اسکول میں اُستاد زیادہ سے زیادہ اسی طلبہ کو ایک وقت میں سبق دے سکتا ہے اور جس اسکول میں دو اُستاد ہوں اُس میں بھی زیادہ سے زیادہ ۱۲۰ طلبہ کے دو کلاس فی ۶۰ کے حساب سے بن سکتے ہیں۔ لڑکوں اور لڑکیوں کی علیحدگی چونکہ صرف ایسے ہی مدرسہ میں ممکن ہے جہاں متعدد درجے ہوں اس لیے عموماً دونوں کو تعلیم ایک ساتھ دی جاتی ہے اور بنا برین ہر طالب علم کی اندرونی حالت اور رجحان کا اندازہ فرداً فرداً ہونا ناممکن ہے۔ صرف اتنا ہوتا ہے کہ معمولی علم اور کسی خاص مضمون کی بابت عام اطلاع بغیر ان کے مذاق اور فطری رجحان کا لحاظ کیے ان کے دماغوں میں ٹھونس دی جاتی ہے۔ اس طرح نہ تو من حیثیت النوع ان کی دماغی قابلیت نہ فرداً فرداً ان کے مذاق میں امتیاز کیا جا سکتا ہے لہذا ایسے قومی مدرسے میں ظاہراً کسی فوجی تعلیم کی توقع نہیں ہوسکتی۔ نیز وہ اصول جو ان دو متضاد تعلیموں کو باقاعدہ بناتے ہیں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں فوجی تعلیم کا مقصد اسے اعلےٰ اخلاقی تربیت دے کر اسے ان کو آزادی فعل اور آزادی خیالی کے ساتھ ساتھ اس کے احساس حب قومی کو انتعاش دینا ہے اس لیے تعلیم بحیثیت ایک فرض کے ہماری قومی تاریخ میں پیشہ ورعلمی کے پہلو بہ پہلو سب سے آگے جگہ لیتی ہے۔ بڑی توجہ ہر فرد کو منطقی تعلیم دینے کی طرف کی جاتی ہے تاکہ اس کے دلائل زوردار ہوں اور اس کو اپنے خیالات کے اظہار میں اُلجھن نہ ہو۔

قومی مدرسہ میں یہ باتیں بالکل پس پشت ڈال دی جاتی ہیں گو میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ خدانخواستہ قصداً یا اصولاً ایسا کیا جاتا ہے بلکہ اُن حالات ہی سے عملاً ایسے نتائج پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان اسکولوں کی تمام تر توجہ فقط سطحی مذہبی تعلیم۔ معمولی لکھنے پڑھنے اور صرف اس قدر قابلیت پیدا کرانے پر کہ لڑکا حساب کے معمولی سوال نکال لے منعطف کی جاتی ہے۔ علوم تاریخ۔ جغرافیہ۔ طبیعات۔ حکمت وغیرہ بالکل پس پشت پڑ جاتے ہیں یعنی منجملہ تیس گھنٹوں کے صرف ۵ گھنٹے فی ہفتہ ان علوم کی تعلیم میں ٹمل اور اس سے اوپر کے طلاب پر صرف کیے جاتے ہیں لیکن نیچے کے درجوں میں یہ بھی ندارد ہے حالانکہ ۴ یا ۵ گھنٹے ہر کلاس کی مذہبی تعلیم پر خرچ کیے جاتے ہیں اس کے علاوہ حب قومی کو جگانے اور بالقصد ترغیب دینے کا کوئی خیال نہیں رکھا گیا ہے چنانچہ قواعد و قوانین میں اس کے متعلق ایک لفظ بھی صراحتاً یا کنایتاً ایسا درج نہیں ہے جس سے اس کی اہمیت معلوم ہو۔ کیا یہ افسوس کا مقام نہیں ہے کہ دو صفحے سے زیادہ مذہبی تعلیم کی تفصیل سے بھرے ہوئے ہیں لیکن تاریخ کے متعلق جس سے احساس قومی کا نہایت بیش قیمت سبق ملتا ہے صرف دس سرسری سطروں میں ذکر کر دیا گیا ہے۔ طویل کلاسوں میں طلاب کی اخلاقی حالت اور قوت استدلالیہ کو ترقی دینے کے متعلق کسی خاص امتیازی بات کا تو کیا ذکر وہاں سرے سے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

گھنٹوں کی تقسیم بلحاظ مضامین بالکل یک طرفہ ہے۔ مذہبی تعلیم کا طریقہ بھی بالکل ناقابل اطمینان ہے

ابتدائی درجوں سے لے کر آگے تک (یعنی ۸ برس تک کے لڑکوں کو شامل کر کے) نئی اور پرانی بائبل کے قصے طالب علموں کے دماغوں میں ٹھونس دیئے جاتے ہیں اسی طرح ہر ہفتہ کے روز بائبل کا اگلا سبق جو آئندہ اتوار کے لیے مقرر ہوتا ہے ان کے سامنے پڑھ دیا جاتا ہے اور اس کی تشریح کر دی جاتی ہے۔

سوال و جواب کے طریقہ سے تعلیم نیچے کے درجوں ہی سے شروع ہو جاتی ہے اور

لڑکیوں کو علاوہ مختلف ارکان مذہب کے بجا لانے کے ۲۰ مذہبی گیت بھی زبانی یاد
کرنا ہوتے ہیں اس قسم کی تعلیم کو جگہ دینا نہایت شرم اور افسوس کا مقام ہے کہ
تمام دیگر اعلیٰ مضامین جن سے دل اور روح دونوں میں تازگی آئے اور جوش خیز
واقعات کے سامنے ایک اعلیٰ معیار پیش کریں (خصوصاً ہمارے ملک کی تاریخ)
ان کو بالکل نظر انداز کیا جاتا ہے۔ تاہم صحیح مذہبی اور قومی جوش انسان کی زندگی
کے لیے عموماً اور سپاہی کے لیے خصوصاً نہایت بیش قیمت چیزیں ہیں لیکن یہ
امر اور بھی زیادہ قابل افسوس ہے کہ قومی مدرسوں کی تعلیم جو مقررہ قوانین کے مطابق
رکھی گئی ہے اور جو عملاً اس سے بھی زیادہ بے توجہی سے دی جاتی ہے مذکورۂ بالا
احساسات کو جگانے کے لیے بالکل ناموزون اور ناکارہ ہے اور اس سے ملک
کو کوئی فائدہ نہیں پہونچتا۔ مڈل اسکولوں کے لیے جو نئے قوانین ۱۰ فروری سنہ ۱۹۱۰ء کو
بنے ہیں ان میں یہ پڑھ کر کہ مذہبی تعلیم سے لڑکوں کی اخلاقی و دینداری حالت میں استقلال
اور استحکام پیدا ہونا مقصود ہے اور یہ کہ تاریخ کے پڑھانے کا بھی یہی مقصد ہونا چاہیے
کہ طالب علم کی قوت ذہنی اپنے آبائی ملک کی عظمت کی پوری قدر کرے ضرور
دل خوش کن ہے۔

مذہبی تعلیم کا جو طریقہ قومی اسکولوں میں مروج ہے وہ میری رائے میں سخت ناکارہ
ہے اس لیے کہ مذہبی تعلیم صرف اسی وقت اپنے صحیح معنوں میں مفید ہو سکتی ہے جبکہ لڑکے میں
کچھ سمجھ اور ادراک کی قوت پیدا ہو جائے۔

مذہبی تعلیم پر دماغی ترقی کا انحصار کر دینا جیسا کہ ظاہرا قومی اسکولوں کا منشا ہے
کبھی مفید اور کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس کو سمجھ اور قوائے استدلالیہ کی طرف منعطف
نہ کرنا چاہیے بلکہ روحانیت کی غیر عقلی گرفت میں چھوڑ دینا چاہیے۔ ان وجوہ کی بنا پر
اگر مذہبی تعلیم بچپن ہی میں شروع ہو جائے تو اس سے قوائے دماغی میں ایک پریشان
کن اثر پیدا ہو جائے گا جس سے اس کی صحیح نمو رک جائیگی حتیٰ کہ پادری بھی جو فی الحقیقت
مذہبی تعلیم سے مفید نتائج پیدا کرانا چاہتے ہیں سب سے پہلے اپنے شاگردوں کو دنیوی

علوم کی تعلیم دیتے ہیں اور اس کے بعد مذہب کے نازک مسائل ان تک منتقل کرتے ہیں لیکن پھر بھی چھ برس کے بچوں کے سامنے ہر ہفتہ کے روز بائبل کے مقررہ مقامات کی تشریح کی جاتی ہے۔

اصلی مذہبی تعلیم کی ابتدا اڈل کلاسوں سے ہونا چاہیئے۔ وجود باری کے متعلق اُستاد کو سیدھے سادے خیالات کا اظہار بچوں کی عقل اور سمجھ کے مطابق کرنا چاہیئے اور جہانتک ہوسکے اس کے قوائے دماغی کو جگانے کی کوشش کرنا چاہیئے تاکہ اس میں اعلیٰ اور نازک ترین مسائل کے گرفت کی صلاحیت پیدا ہو۔ قومی مدرسوں میں دماغی ترقی کے اس اصول کے بالکل خلاف عمل کیا جاتا ہے۔ یہ مرتبہ قوانین کے مطابق ہے کیونکہ جو لڑکے اپنے گھروں پر انجیل پڑھتے ہیں ان کو قوانین قدرت کے ان مظاہر کا جو روزمرہ ان کے گرد و پیش منکشف ہوتے رہتے ہیں کم و بیش ادراک ہوجاتا ہے۔ آٹھ برس کے سن میں وہ کچھ لکھنا پڑھنا اور حساب بھی سیکھ لیتے ہیں۔ اب ذرا اسکول سے اس کا موازنہ کیجیے جہاں ہماری قومی تاریخ کا سبق دیا جاتا ہے اور اس کا یہ حال ہے کہ ۶۰ طلبہ کی جماعت میں سے یہ سوال پوچھا گیا تھا کہ وون بسمارک ؟ کون تھا ایک بھی جواب نہ دے سکا رہا یہ امر کہ وہاں طلبا اپنے فرائض ملکی وسیاسی سے کسقدر آگاہ ہوجاتے ہیں خارج از بحث ہے۔

فقط تاریخ کے سبقوں سے لڑکوں کے احساس حب وطن اور خیال میں بیداری پیدا ہونا ناممکن ہے کیونکہ وہاں دونوں فریق یعنی عورت و مرد متحدہ تعلیم پاتے ہیں اگر ایک چیز لڑکوں پر اثر کرتی ہے تو دوسری لڑکیوں پر اور گو میری رائے میں یہ مفید ہے کہ جذبات قومی لڑکیوں کے اندر پھیلائے جائیں کیونکہ وہ مائیں بنکر ان خیالات کو بچوں میں منتقل کرینگی تاہم میں اس سے اتفاق کرتا ہوں کہ لڑکیوں کو لڑکوں سے جداگانہ تعلیم دیجائے۔ جب دونوں کا سبق ایک ہوتا ہے تو اُستاد کو اس میں حسب موقع رنگ آمیزی کی مطلق گنجایش نہیں رہتی۔ نیز یہ بالکل سمجھ میں نہیں آتا کہ مذہبی دنیا میں کیونکر اہم نتائج کی اُمید کی جاتی ہے جبکہ دوسرے میدانوں میں اس قدر کم کامیابی ہوتی ہے۔ یہ پرانی وضع کے اسکول درحقیقت اس معیار سے جو فریڈرک اعظم نے قائم کیا تھا بہت کچھ دور جا پڑے ہیں۔ وہ

کہتا تھا کہ سلطنت کا فرض یہ ہے کہ نئی پود کو آزادی خیال اور صحیح حب الوطنی کی تعلیم دیجائے۔

ہمیں موجودہ قومی اسکول میں اگر ہم اس کو فوجی اور وطنی درجے کی عام تعلیم کا ذریعہ بنانا چاہتے ہیں پوری اصلاح کرنا چاہیے۔ جو فارغ التحصیل طلبا ان میں سے نکلتے ہیں ان کے نہ صرف قوائے جسمانیہ غیر مکمل حالت میں ہوتے ہیں بلکہ ان کی نظر علوم پر محض سطحی ہوتی ہے اس لیے وہ خود اعتمادی کی اعلیٰ صفت سے فقط محروم ہی نہیں ہوتے بلکہ مکروہات دنیا کے بآسانی شکار ہو جاتے ہیں یہاں پر ظاہر ہے کہ اصلاح کے راستے بتلانا میرا کام نہیں۔ میں صرف ان نکات کی طرف جن کو بحیثیت ایک رعیت اور سپاہی ہونے کے میں نہایت ضروری سمجھتا ہوں اشارہ کر دوں گا۔ سب سے پہلے میری رائے میں تعلیم زیادہ افرادانہ ہو جانا چاہیے یعنی استادوں کی تعداد بڑھنا اور لڑکوں کی تعداد گھٹنا چاہیے۔ اس کے ذیل میں یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ اسکول کی تعلیم آٹھ برس کے سن سے شروع ہو۔ اس کے بعد بہ نسبت زمانۂ حال کے بہت زیادہ کوشش لڑکوں کے قوائے دماغی میں بالیدگی اور صلاحیت پیدا کرنے کی طرف صرف ہونا چاہیے۔ باضابطہ مذہبی تعلیم وسعت دماغی کے ساتھ ساتھ ہو۔ نیز علوم تاریخ۔ جغرافیہ۔ اور طبیعات وغیرہ خصوصاً ہماری ملکی تاریخ پر زیادہ توجہ ہونا چاہیے اور جذبات قومی ہر ایک ممکن ذریعہ سے جگائے جائیں۔ قومی اسکول کے استادوں کی تعلیم نئے اصول پر ہونا چاہیے۔ لیکن بزمانۂ موجودہ چونکہ یہ اسکول کے محدود اور یکطرفہ نقطۂ خیال پر مبنی ہے اس لیے استاد اپنے شاگردوں کے دماغ اور جذبات کو ترقی نہیں دے سکتے نیز یہ اصول کہ کل تعلیم چودہ ہی برس کے سن میں ختم ہو جایا کرے نوخیز نسل کے لیے بہت نقصان رساں ہے۔ اسکول کی زندگی اور فوجی خدمت میں جو وقفہ پڑتا ہے اس میں نوجوان طالب علم نہ صرف اپنا پڑھا ہوا بھول جاتے ہیں بلکہ خود اپنی زندگی کے متعلق خراب خیالات پیدا کر لیتے ہیں جن سے (اس وسیع النظری کی عدم موجودگی میں جو اوہام باطلہ کو رد کر سکے) وہ بہت سی صورتوں میں جانوروں کے مثل ہو جاتے ہیں۔

ان وجوہ کی بنا پر اسکول کا برابر جاری رہنا اشد ضروری ہے اور فوجی نقطۂ خیال

سے بھی اس کی بڑی اہمیت ہے - ایسا اسکول طالب علم کو نہ صرف اپنے پڑھے ہوئے سبقوں کو
فراموش کرنے سے روک سکے گا بلکہ اس بنا پر حب قومی اور حب وطنی کے لئے اعلیٰ اوصاف
کو بھی ترقی دے گا - اس کے ساتھ ساتھ طالب علم کسی خاص مضمون میں اپنے کو ممتاز بھی
کر سکتا ہے - ان امور کے لیے یہ ضروری ہے کہ گورنمنٹ اور رعایا کے تعلقات فرادی
حیثیت سے اس پر واضح کر دیئے جائیں - نیز ہماری قومی تاریخ کے حوالے سے اس کے
یہ بھی ذہن نشین کر دیا جائے کہ خود افراد کی سرسبزی حکومت کی محبت اور اس میں اپنے
آپ کو غرق کر دینے سے کس قدر وابستہ ہے - رعایا کے ہر ایک فرد پر حکومت کے جو
فرائض ہیں ان کو سب سے آگے رکھنا چاہیئے تو بھی اس پاک جوش سے مملو ہونا چاہیے
جس کا زندگی بخش اثر شلیر یا جر کے خطوں میں تھا بلکہ وہ وقت پرشیا کے اور بہت
ہی مصیبت کا تھا - اس کی تعلیم کے سب سے اعلیٰ اصول یہ سمجھے کہ انسان کی تمام قدر و
قیمت اس کے ارادہ کی پاکی اور قوت میں مضمر ہے کہ جان و مال صرف امانتیں ہیں جن کو
اعلیٰ ترین مقاصد کے حصول میں صرف کرنا چاہیئے یہ کہ دماغ جو صرف اپنا ہی خیال
رکھتا ہو کمزور سے کمزور ٹکر کا تحمل نہ ہو کر نیست و نابود ہو جاتا ہے لیکن سچا اخلاقی جوش
حمیدہ صرف حب وطن اور سلطنت سے پوری وفاداری ہی تک ترقی کرتا ہے - حکومت
واصل ہر ایک مذہب کے لیے بہشت ہے - وہ عدل و انصاف اور بہادرانہ آزادی
فعل کی جائے پناہ ہے - اگر قومی اسکول میں یہ خاص لحاظ رکھ کر تعلیم دیا کرے تو وہ
بہت جلد ایسے سپاہی پیدا کرے گا جو ہماری اُن فوجوں میں جن کو باقاعدہ طور پر ہتھیاروں
کی تعلیم دی گئی ہے داخل ہو سکیں گے - نیز وہ اپنے ساتھ ایسا سپاہیانہ جوش
لائیں گے جن سے بڑے بڑے کارناموں کی ابتدا ہوتی ہے - ایسی قوم کی اسپرٹ
سے کیا ہو سکتا ہے جس کو ہم نے جنگ حریت کی تاریخ سے جانا ہے - یہ حب قومی کا وہ
غیر مسدود منبع ہے جس کو قومی اور سپاہیوں کے لیے برابر جاری رہنے دا سے
اسکولوں میں تاریخی تعلیم کا ستون اور اصل مرکز بنا چاہیئے - اس کا مطالعہ ہم حال کی روسی
جاپانی جنگ میں بھی کر سکتے ہیں - کل جاپانی رعایا کی تعلیم جس کی ابتدا گھر ہی میں اسکولوں کے

ذریعہ سے ہوئی حب قومی اور جنگی اسپرٹ پر مبنی تھی - اس تعلیم نے دیگر علوم اور جنگی کامیابیوں سے ملکر جاپانیوں میں خود اعتمادی اور اپنی طاقت پر بھروسہ کرنے کی حیرت انگیز صفت پیدا کر دی - انھوں نے فوجی خدمت نہایت فخر کے ساتھ کی اور بڑے بڑے کارناموں کے خواب دیکھے - قوم کا تمام غور و خوض اسی آنے والی جنگ کی طرف تھا اور چند ہی برس میں وہ اپنی آخری پائی تک ایک زبردست فوج اور ایک مضبوط بیڑے کی طیاری پر صرف کر چکی تھی - یہی وہ اسپرٹ تھی جس سے جاپانی فتحیاب ہوئے - ایک نوجوان جاپانی کا فوج میں بھرتی ہونا اس کے خاندان کے لیے یوم عید تھا - لیکن روس میں اس کے برخلاف یہ وعظ دیا جاتا تھا کہ حب قومی ایک منسوخ شدہ کہنہ خیال ہے اور جنگ ایک سنگین جرم ہے نیز جنگی امور قابل توجہ نہیں اور فوجی خدمت ایک ذلیل پیشہ ہے اس طرح روسی فوج زبردستی بغیر کسی جوش یا اس کو اہم قومی جنگ خیال کیے مجبوراً لڑائی پر روانہ ہوئی - اس فوج کے افراد میں خود غرضی کے سوا قومی جوش اور انقلابی اسپرٹ نہ تھی - وہ بڑھنے اور از خود کام کرنے کی جرأت سے بے بہرہ تھی - پوری فوج اپنے غیر جوشیلے افسروں کی ماتحتی میں ایک مشین تھی اور اسی لیے ایک چھوٹے اور کمزور حریف سے پالتو جانور کی طرح پٹ گئی -

میں نے ان حالات پر خوب غور کر لیا ہے کیونکہ میں خود قومی اور سپاہ کے لیے برابر جاری رہنے والے اسکولوں کی اہمیت کو اپنی فوج کی جنگی تعلیم کے واسطے اچھی طرح سمجھتا ہوں - میرا یقین ہے کہ صرف وہی فوج جس میں حب قومی اور جنگی اسپرٹ ہو کوئی بڑا کار نمایاں کر سکتی ہے - میں خوب جانتا ہوں کہ فقط اسکول کے ذریعہ سے لوگوں میں وہ جوش پیدا ہونا ناممکن ہے جس کو کہ ہمیں اس عظیم الشان امر کا لحاظ کرکے جو ہماری نگاہ میں ہے) اگر ہماری اصلی خواہش یہی ہے کہ ہم حقیقتاً کوئی کارنمایاں کریں) ہر ممکن ذرائع سے اپنے آپ میں جگانا چاہیئے - اسکول کی تعلیم کا اثر اس وقت جبکہ نوخیز نسل زندگی میں قدم رکھتی ہے ختم ہو جاتا ہے - آنے والی نسلیں البتہ اس کی محنت کا پھل کھائیں گی - اس کی عمدہ تعلیم کو دیگر اثرات کے امداد کی بھی نہایت ضرورت ہے جو نہ صرف موجودہ جوانوں

پر سرسری اثر ڈالیں بلکہ ان کی تمام زندگی میں سرایت کر جائیں ۔ اب فقط دو ذریعہ ایسے ہیں جو عام رائے اور قوم کی روحانی و اخلاقی تعلیم پر اپنا کام کر سکتے ہیں ایک اخبار دوسرا تدبر فعل ۔

اگر گورنمنٹ چاہتی ہے کہ لوگوں پر اپنا خوشگوار اثر قائم کرے نہ اس لیے کہ اس کی کسی تنگ خیال یا وقتی پالسی کی تائید ہو جائے بلکہ اس لیے کہ اس کی عظیم الشان پولیٹکل ۔ سوشل اور اخلاقی فرائض کی ترقی ہو تو اس کو ایک باثر قومی پریس کو اپنے قابو میں کر لینا چاہیے جس کے ذریعہ سے وہ اپنے اغراض و مقاصد کھلم کھلا اور مضبوطی کے ساتھ پیش کرتی رہے ۔ گورنمنٹ کبھی صاحب ایثار اور مسلح آدمیوں پر خطرہ یا ضرورت کے وقت بھروسہ کرنے کے قابل نہو سکے گی اگر وہ خاموشی کے ساتھ جنگجویانہ جوش کو اخباروں کے ذریعہ سے کچلے جاتے یا ایک کمزور صلح جویانہ پالسی کے وعظ کو جو لوگوں میں دیا جاتا ہو بیٹھی دیکھتی رہیگی ۔ اس کو ضرور بہر ممکن ذرائع سے جنگی اسپرٹ کی پرورش اور اس بات کی کوشش کرنا چاہیے کہ قوم شاہانہ پالسی کے فرائض و مقاصد کو سمجھ لے ۔ اس کو برابر جنگ کی ضرورت اور اس کی اہمیت کو تمدن اور پالسی کا ایک نہایت ضروری جزو سمجھ کر (مع ایثار کے فرض اور ملک و حکومت پر جان نثاری کے) بتلاتے رہنا چاہیے ۔

مجلسی حکومت جو صرف ایک وقتی کثرت تعداد کو ظاہر کرتی ہے فریقانہ پریس پر اپنی رایوں کی تائید اور تحفظ کو چھوڑ سکتی ہے لیکن جرمن گورنمنٹ کی طرح کوئی حکومت جس نے اپنے آپ کو تمام فریقوں سے برتر اور افضل ثابت کر دیا ہو کبھی ایسا کرنا گوارا نہ کرے گی ۔ اس کا نقطہ خیال کسی فریق کی رائے سے منطبق نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک درمیانی راستہ تمام قوم کے فوائد کا لحاظ رکھکر اختیار کرتی ہے لہذا اس کو اپنی پالسی کا اظہار عام اور خاص باتوں پر خود مختارانہ طور سے کرنا لازم ہے نیز اس پر یہ کوشش بھی کہ اس کے مقاصد جہاں تک ہو سکے عمومیت کے ساتھ سمجھے جائیں فرض ہے ۔ اس لیے میں اس کو اپنی جیسی حکومت کے لیے ایک اہم ترین فرض خیال کرتا ہوں کہ پریس کا استعمال آزادی اور عقلمندی کے ساتھ

رعایا کو روشن خیال بنانے کے لیے کیا جائے۔ اس سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ صرف متعدد ووسے چند سیاسی رسالے کسی وقتی فوائد کو مدنظر رکھکر خبروں سے بھر دیئے جائیں بلکہ گورنمنٹ کے مقاصد و آرا کا بذریعہ کل پریس اچھی طرح اظہار ہو جائے۔

علاوہ بریں میری رائے میں یہ مفید ہوگا اگر تمام اخبار گورنمنٹ کے خاص خاص اعلانات کو چھاپنے پر مجبور کیے جائیں تاکہ ناظرین پبلک معاملات کے فقط یکطرفہ بیان کو جو فریق مخالف مہیا کرتا ہے اپنے پیش نظر نہ رکھیں یہ طریقہ پبلک کے اخلاقی و دماغی صفائی کا ہوگا اور یہ اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ حفظان صحت کے لازمی اصول ہو سکتے ہیں۔

خیال اور آرا کے امراض قدیم یورپ میں جسمانی امراض سے زیادہ خطرناک اور تباہ کن ہیں اور یہ حکومت کا فرض ہے کہ قوم اخلاقی تندرستی کا جلد سے جلد تحفظ کرے۔

وہ شخص حقیقی مدبر نہیں ہے جس کو ان باتوں پر لحاظ نہیں ہے۔ بسمارک میں یہ صفت تھی اور اس نے نہایت قابلیت کے ساتھ اس سے کام لیا۔ اس میں شک نہیں کہ اس کو ایک خیال جو سب میں مشترک تھا تیار مل گیا یعنی دلی خواہش جرمن اتحاد و جرمن سلطنت کی موجود تھی۔ مگر جرمن قوم اپنے نزاعات کی وجہ سے اُن طریقوں سے واقف نہ تھی جن سے یہ خیال پورا ہوتا ہے جبر سے اور سخت جھگڑے کے بعد وہ کامیابی کی شاہراہ پر آئی۔ مگر کل قوم میں جوش کی آگ لگ گئی جب آخر میں اُس نے اس منزل مقصود کو پہچانا جس کی طرف یہ اولوالعزم مدبر اُن کو لیے جا رہا تھا۔ کامیابی کی بنیاد پر بسمارک نے جرمن سلطنت کی زبردست عمارت قائم کی تھی کہ سالہائے امن میں اُس کو معلوم تھا کہ کس طرح لوگوں کے تصور کو حوصلہ مندانہ اور عالمانہ پالسی سے قایم کرنا چاہیے اور کس طرح باوجود مخالفت عوام کو اپنی رائے کیموافق بنانا اور اپنے عظیم الشان مقاصد میں اُن سے مدد لینا چاہیے

اُس سے بھی بہ حیثیت انسان و بہ حیثیت سیاست داں غلطیاں ہوئیں۔ مگر وسیع پہلوؤں میں اُس کی پالیسی ہمیشہ شاہی اور عالم کی وسعت رکھنے والی رہی۔ اور اُس نے اُس اصول کو کبھی نظر انداز نہیں کیا کہ کوئی مدبر مستقل طور پر بڑے نتائج ہرگز حاصل نہیں کر سکتا تا وقتیکہ وہ رعایا کے دلوں پر حاوی نہ ہو۔

یہی خیال زمانۂ ماضیہ کے بڑے لوگوں کا تھا۔ مثلاً الیگزنڈر اعظم فریڈرک ثانی شارلمین اور نپولین۔ کیونکہ بوڑھا بلوشر بھی ایک سیاسی طور پر تھا۔

قوت اور سیاسی خیال کا مجسمہ تھا۔ وہ قوت اور خیال جو اٹالی کو کانگریس کے سامنے نمائش کے لیے نہیں آیا۔ اُس مدبر کو جو تاریخ سے سبق حاصل کرنا چاہیے سب سے پہلے اس بات کو جاننا چاہیے کہ عوام پر اثر حاصل کرنے کے لیے کامیابی ضروری ہے اور یہ صرف اس طرح حاصل ہو سکتا ہے کہ ہمیشہ قومی تصور کی طرف رجوع کیا جائے اور عام خیالات اور عظیم الشان قومی حوصلوں میں اُس تصور کے لیے دلچسپی حاصل کی جائے۔

ایسی پالیسی سب سے بہتر اسکول ہے جس میں عظیم الشان قومی کاموں کے لیے تعلیم دی جا سکتی ہے۔ جب افراد قوم کی توجہیں اعلیٰ مقاصد کی طرف رجوع ہوتی ہیں تو وہ جنگ کا دلاوری کے ساتھ خیال کرنے اور اپنے ارادوں کو اس کے واسطے تیار کرنے کے لیے مجبور ہوتے ہیں۔

آدمی مردانگی کے اولوالعزمانہ مقاصد سے نشوونما پاتا ہے

اس بارہ میں جاپان سے ہم تھوڑا سبق لے سکتے ہیں۔ اُسکی آنکھیں نہایت بلند مقاصد پر لگی ہوئی تھیں۔ وہ لوگوں پر نہایت سخت فرائض عاید کرنے سے نہ جھجکا بلکہ وہ یہ جانتا تھا کہ رعایا کے دلوں میں اپنے اعلیٰ خیالات کا جوش کس طرح بھرنا چاہیے اور اس صورت سے مردان جنگی کی قوم کو تعلیم دی گئی جس سے فوج کے لیے نہایت اعلیٰ سپاہی نکلے جو بڑی بڑی قربانیوں کے لیے تیار تھے۔

ہم جرمن لوگوں کو مقابلہ بڑی ایشیائی سلطنت جاپان کے تہذیب کا زیادہ عظیم الشان

اور ضروری فرض ادا کرنا ہے ہم مثل جاپانیوں کے اسکو تلوار سے پورا کر سکتے ہیں۔

پھر کیا ہم ایک جری اور عاقلانہ پالسی کے اختیار کرنے سے انکار کر دیں ؟ یہ درحقیقت نہایت اچھا ذریعہ اپنی قوم کے لیے فوجی فرض کی تیاری کا ہوگا۔ یہ نصیحت صرف اُن لوگوں کے واسطے ہو سکتی ہے۔ جو جرمن قوم کی قوت اور ناموری کے لیے کوئی جذبہ نہیں رکھتے۔
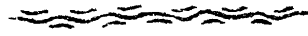
باب چہار دہم

مالی و سیاسی تیاری جنگ

اس سے پہلے باب میں جو بحث ہوئی ہے اُس سے لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ سلطنت کا سیاسی طرز عمل دران حالیکہ اُس کا تعلق قوم کی دماغی حالت سے ہے جنگ کی تیاری پر بالواسطہ مگر ناگزیر اثر رکھتا ہے اور ایک حد تک جنگ کے لیے بذات خود تیار بھی ہے۔

مگر علاوہ اس دوہرے کام کے کہ اُس کا دماغی اثر اور اخلاقی ہوتا ہے اور فوجی حکام کے لیے فوج کے رکھنے کے واسطے ذرائع فراہم کرتا ہے اور فرائض بھی اُن لوگوں کے ذمہ ہیں جن کے ہاتھ میں سلطنت کی عنان حکومت ہوتی ہے - اول وہ مالی جنگی تیاریاں جو فوج کے رائج الوقت مصارف سے بالکل جدا ہونی چاہئیں - قومی خزانہ سے اتنا کام لیا جائے کہ سلطنت زمانہ حال کے بڑے بھاری بوجھ کو بلا اس کے کہ کفایت شعاری جواب دیجائے برداشت کر سکے - علاوہ برین جیسا پہلے کسی جگہ بیان ہو چکا ہے تجارتی سیاسیات کے بارہ میں ایک قسم کا موبلائیزیشن ہونا چاہیئے - تاکہ کل حالتوں میں ملک کی مادی و حرفتی ضرورتوں کے لیے ضروری مال کا توڑا نہ ہو جائے - آخر میں یہ کہ جنگ کی تیاریاں سیاسی اعتبار سے بھی ہونا چاہئیں یعنی یہ کہ ایسی کوششیں کی جائیں کہ موافق سیاسی موقع مل جائے اور جہاں تک ممکن ہو پہلے دشمن کو جس سے جنگ لازمی ہے اکیلا کر لیا جائے - جب یہ ممکن نہ ہو سکے تو اتحادیوں کے شریک کرنے کی کوشش کی جائے جو قابل اعتماد ہوں اگر جنگ چھڑ جائے -

میں ایسا ماہر نہیں ہوں کہ اس مسئلہ کے تجارتی و مالی پہلو پر کوئی قطعی رائے
دے سکوں۔ بالخصوص تجارتی پالسی کے حلقہ میں ہیں وہ طریقہ بھی نہیں تبلا سکتا کہ جس
سے غرض مطلوبہ حاصل ہو سکتی ہے البتہ گورنمنٹ اور ٹری درآمدی کوٹھیوں کا متحد
عمل تبا سکتا ہوں۔ محض غیر پیشہ ورانہ نقطۂ خیال سے خزانہ کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے
کہ قومی خانہ داری کی تنظیم پر ہی ضروری نہیں ہے بلکہ سلطنت کا اعتبار بھی قائم رکھنا لازمی
ہے تاکہ جب جنگ چھڑ جائے تو اُس کے جاری رکھنے کے لیے کثیر روپیہ جمع کیا جا سکے
سلطنت کا اعتبار اصل میں منتظم مالی کفایت شعاری پر ہے جس سے اس بات کا
اطمینان ہو جاتا ہے کہ موجودہ مصارف موجودہ آمدنی سے پورے ہو جاتے ہیں
دیگر چیزیں قومی دولت سلطنت کی قرضداری اور اُس کی بار آور فوجی قابلتیں ہیں۔
پہلی بات کے متعلق میں بتا چکا ہوں کہ کسی بڑی مہذب عالم کی سلطنت میں حسابات
کی مساویت ضروری احتیاجوں کے اخراجات کو کاٹ کر ذلیل طریقہ سے عمل میں نہ
لانا چاہیے بالخصوص اخراجات فوج جس کا قیام قابل اطمینان عام ترقی کی بنا رہے برخلاف
ازیں حقیقی ضروریات کی نسبت سے آمدنی کو بھی بڑھایا جائے لیکن بالخصوص جرمنی جیسی سلطنت
میں جس کی بنا بالکل جنگ پر ہے پرانہ مردانہ اصول کل قوتوں کے تیار رکھنے کا
اس زمانہ کے زنانہ فلسفہ کے احترام سے نہ چھوڑا جائے ۔ پخ (   )
نے ہم کو یہ بات سکھلائی ہے کہ نیکی صرف ایک ہے۔ ذاتی ضروریات کو بھول جانا۔ اور
بدی صرف ایک۔ اپنی ذات کا خیال کرنا۔ آخر کار سلطنت کل شائستگی کی دینے والی
ہے۔ اور اس وجہ سے فرد کی کل قوتوں پر حق رکھتی ہے۔ ان خیالات کو جنھوں نے
ہمیں سخت تاریکی سے نکال کر کامیابی کی روشن اونچائیوں پر پہونچایا ہے اسی زمانہ میں
ہمارا قطب تارا رہنا چاہیے جو کئی اعتبارات سے پچھلی صدی کے ابتدائی سالوں سے
متشابہ ہے۔ اتنی قناعت جو پرشیا میں اُس وقت اس حد تک پھیلی ہوئی تھی گویا کہ دائمی
امن کا زمانہ آگیا ہے۔ ابھی تک ہماری قوم کے بہت سے فرقوں کو ہلا رہی ہے اور
گورنمنٹ پر بھی محسوسانہ اثر رکھتی ہے۔ امن پسند قوم میں (جس نے کہ اپنے خط حد بندی

کے شہر پناہ کے پیچھے سے فلسفیانہ سکوت کے ساتھ دو زبردست قوموں کو دنیا کے تنہا قبضہ کے واسطے لڑتے دیکھا) کسی شخص نے زمانہ کی بڑی تبدیلی پر ذرا بھی خیال نہیں کیا اسی طرح آج کل بہت سے جرمن قناعت کے ساتھ اور فلسفیانہ انداز سے دنیا کی تقسیم کو دیکھ رہے ہیں اور انھوں نے عالم کی تاریخ کے زور سے بہتے ہوئے چشموں اور اُن فرائض کی طرف سے جو اُس نے عائد کیے ہیں۔ اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں حتے کہ آج کل بھی ہم میں وہی نخوت و عدم استقلال پھیلا ہوا ہے

موجودہ جیسی صورتوں میں سلطنت کو صرف حق ہی نہیں بلکہ اُس کا فرض ہے کہ شہریوں کی مالی قوتوں پر انتہائی بار ڈالے۔ کیونکہ نہایت اہم معاملات کی بازی لگی ہوئی ہے۔ مگر ہر ممکن ذریعہ سے قومی جائداد کا پیدا کرنا اور اس طرح سے مالی صلاحیتوں کو ترقی دینا بھی انتہائی ضروری ہے۔ اس جائداد کا اندازہ ملک کی قدرتی زرخیزی اور معدنی دولت سے ہوتا ہے۔ اگر ان مقبوضات کو کارآمد بنانا اور ان کی قیمت بڑھانا ملک کے لوگوں کی محنت سے ہوتا ہے۔ اور یہ وہ بڑا سرمایہ ہے جو اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ اس معاملہ میں بھی سلطنت کا پاؤں مفید طور پر بیچ میں آسکتا ہے۔ وہ مزدوری کے شرائط مقرر کر کے اُسکو ناجائز مداخلت سے بچا سکتی ہے۔ موافق تجارتی معاہدوں کے ذریعہ سے درآمد و برآمد کیلئے مفید شرائط کر سکتی ہے۔ غیر ممالک میں جرمن اغراض کی زبردست وکالت سے وہ جرمن تجارت کو مدد پہونچا سکتی اور اس کے لیے سہولتیں پیدا کر سکتی ہے۔ وہ جہازی تجارت کو ترقی دے سکتی ہے جس کو بین الاقوامی تجارت سے بڑے منافعات حاصل ہوتے ہیں۔ خانگی نوآبادیوں بنجر زمین کی کاشت اور مناسب تحفظی تدابیر سے زراعتی پیداوار کو بڑھا سکتی ہے اور اس صورت سے ہم ایک حد تک اشیائے خوردنی کے لیے خارجی ممالک کی محتاجی سے بچ جائینگے۔ گہرے سمندر کی ماہی گیری کی ترقی سے اس میں اور اضافہ ہو سکتا ہے۔ فوجی نقطۂ خیال سے غلہ اور گوشت کی مستقل ترقی بہت زیادہ مفید ہے تاکہ باوجود زیادتی آبادی داخلی ضرورتیں اسی حد تک پوری ہوتی رہیں جیسے اب ہوتی ہیں۔ یہ ممکن معلوم ہوتا ہے۔ داخلی پیداوار سے اس وقت ۸۷ فی صدی آبادی کی پرورش ہوتی ہے۔ اور ۹۵ فی صدی کے لیے

پرورش کفایت کرتا ہے - اس نسب کے قائم رکھنے کے لیے آئندہ دس سال میں فی ہیکٹر زیادہ
سے زیادہ دو ٹن پیداوار بڑھ جانا چاہیے اور یہ اچھی طرح ممکن ہے کیونکہ صرف رائی کی پیداوار
پچھلے تین سال میں دو ملین ٹن بڑھ گئی ہے - ایک زبردست نوآبادیانی پالیسی سے بھی قومی
خوشحالی کو ترقی ہو سکتی ہے - اول تو ہماری آبادیوں میں اشیائے خام پیدا کی جائیں جو کثیر
تعداد میں غیر ممالک سے آتی ہیں اس طور سے ہم بتدریج غیر ممالک کے دست نگر نہ رہیں گے -
دوم بستیوں ریلوں کی سڑکوں و کاشت کو بھی ترقی دے کر اپنی آبادیوں کو ایسا بنانا
چاہیے کہ مال نکاسی اُن میں ہو جائے - غیر ممالک کے جتنے کم ہم محتاج ہوں گے اتنی ہی
زیادہ ہماری قومی دولت اور سلطنت کی مالی قابلیت ترقی کریگی جس قدر کہ سلطنت اس
طور سے قومی پیداوار کے بڑھانے میں کرتی ہے اتنا ہی اُس کا اعتبار قومی قرضہ کی
تخفیف سے زیادہ ہوتا ہے اور اُس کی مالی حالت کو ترقی ہوتی ہے - مگر قرضہ کی ادائگی
سیاسی تنقید کی حیثیت سے [illegible] کو ضروری مصارف
بند کر کے ادا کیا جائے - ایک طرف قرضہ کی بیباقی کا فائدہ دوسری طرف سے
نقصان سے برابر ہو جائے گا - سچ ہے کہ مالی لحاظ سے بھی بری و بحری فوج کے
مصارف میں یا مالی حالت کی بہتری کے لیے کفایت شعاری کرنا عیب میں داخل ہے -
تاریخی تجربات سے اس بات میں شبہ کی گنجایش نہیں رہی - فوجی قوت قوم کے قرضہ
کا مضبوط ترین ستون ہے - اگر یہ کمزور ہو گیا تو مالی حفاظت کو فوراً جنبش ہو جاتی ہے -
ناکامیاب جنگ ایسا مالی نقصان ہے کہ سلطنت کے قرضخواہ آسانی سے گھاٹے میں
آجاتے ہیں - لیکن وہ سلطنت جس کی فوج سے جنگ کے فیروز مند ہونے کی امید
ہوتی ہے اپنے قرضخواہوں کے مقابلہ کمزور تر فوجی قوت کی بہترین ضامن ہوتی ہے - اگر آج
کل ہمارا اعتبار بہت اچھا نہیں ہے تو اُس کا الزام خاص کر ہماری تہدید شدہ سیاسی
حالت پر ہے - اگر ہم اپنی بری و بحری فوج کی طرف سے غفلت کریں گے تو ہمارا اعتبار
اور بھی گر جائے گا - چاہے ہم قرضہ کے بار سے ہلکے ہو جائیں - ہمارے ذمہ دوہرا
فرض ہے - اول اپنی آراستہ فوج کی اصلاح - دوسری قومی حرفت کی ترقی اور

اپنے قرض کی ادائگی جہاں تک کہ ہماری استطاعت اجازت دے۔

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس دھرے کام کو ہم انجام دے سکتے ہیں۔

یہ خیال ہی نہیں ہوتا کہ اہل جرمن کے محصولات انتہا کو پہنچ گئے ہیں۔ درحقیقت برطانیہ کے محصولات ۱۸۹۳ء و ۱۹۱۰ء کے درمیان فی کس ۵۰ فی صدی بڑھ گئے ہیں۔ یعنی محصولات جنگی ملاکر ۶۲-۲۰ سے ۲۵، ۲۲ مارک تک اور یہی نسبت باقی اندرونی تک ہو سکتی ہے۔ مگر قومی دولت میں بڑا اضافہ ہوا ہے۔ یہ اضافہ جرمن سلطنت میں ۲۰۰ سے ۳۰۰ ہزار ملین مارک ہوا ہے یا فی کس ۵۰۰۰ سے ۲۰۰۰ ملین مارک تک۔ فرانس میں اگر دولت کا اندازہ اسی لحاظ سے کیا جائے تو اس سے زیادہ نہیں ہے۔ تاہم فرانس میں ۲۰ مارک اور جرمنی میں ۱۶ مارک فی کس بری و بحری فوج پر خرچ کیے جاتے ہیں۔ برخلاف اس کے انگلستان میں جہاں کہ دولت کا اوسط فی کس جرمنی اور فرانس کے مقابلہ میں ایک ہزار مارک زیادہ ہے بری و بحری فوج کا خرچ فی کس ۳۲ مارک بیٹھتا ہے تو کیا ہم یہ کہ ہمارے حریف ہمارے مقابلہ میں اپنی فوج پر زیادہ خرچ کرسکتے ہیں۔ باوجودیکہ سیاسی عقبات سے دو ایسے خطرے کی نسبت ہیں۔

یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ جرمنی کی دولت روز افزوں ترقی کر رہی ہے۔ تجارتیں اور حرفتیں خوب سرسبز ہوئی ہیں اور اگرچہ ۱۹۰۸ء ترقی معکوس ظاہر کرتا ہے مگر ترقی کی طرف پھر میلان شروع ہو گیا ہے تجارت اور حرفت کی تیز رفتاری جو سلطنت کی بنیاد پڑنے سے شروع ہوئی غیر معمولی ہے درآمدوں و برآمدوں کا مجموعہ ۱۹۰۸ء میں ۲۲ ملین ٹن سے ۶۰ ملین ٹن ہو گیا ہے یا ۲۳۲ فی صدی ترقی ہوئی ہے اور قیمت میں (۶۰۰۰) ملین سے ۱۲ ½ و ۱۲ ہزار ملین مارک پچھلے سالوں میں۔ ان میں درآمدوں کی مالیت تین سے آٹھ و نو ہزار ملین مارک ہو گئی ہے اور برآمدوں کی ۳ ½ ۶ ½ و کچے مال کی درآمدگی مالیت ۵۰۰ ملین سے ۱ ½ ہزار ملین۔ درآمدی سامان تیار شدہ کی مالیت ۱۸۷۹ء میں ۵۰۰ ملین مارک تھی۔ ور ۱۹۰۸ء میں ۱ ½ ہزار ملین۔ اور برآمدی تیار شدہ کی مالیت ایک ہزار ملین سے ۴ ہزار ملین ہو گئی برآمدی اشیاء خوردنی ولذائذ کی مالیت ایک ہزار ملین سے

۲ ۱/۴ ، ۳ ۱/۲ ہزار مارک ہوگئی۔ مگر برآمدی اشیائے خوردنی کی مالیت قریب قریب وہی رہی معدنی سرمایہ میں بھی جرمنی میں پچھلے ۳۰ سال کے اندر ایسی ہی توسیع ہوئی ہے۔

۱۸۷۹ء میں کوئلہ کی مقدار صرف ۴۲ ملین ٹن تھی ۱۹۰۸ء تک وہ بڑھکر ۱ ۱/۲ ۱۴۸ ملین ٹن ہوگئی ہے اور مالیت میں اس نے سو ملین سے ڈیڑھ ہزار ملین مارک تک ترقی کی ہے۔ بھورے کوئلہ کی مقدار ۱۸۷۹ء میں صرف ۱ ۱/۲ ملین ٹن تھی ۱۹۰۸ء میں ۶۰ ۳/۴ ملین ٹن ہوگئی اور مالیت میں ۳۵ ملین مارک سے ۱۷۰ ملین مارک۔ لوہے کی کچی دھات ۶ ملین ٹن سے ۲۷ ملین ٹن ہوگئی اور قیمت میں ۶۲ ملین مارک سے ۱۱۹ ملین مارک ترقی کر گئی۔ ۱۸۸۸ء سے ۱۹۰۸ء تک کوئلہ کی مقدار جرمنی میں ۱۲۷ فی صدی بڑھ گئی ہے۔ انگلستان میں صرف ۲۹ فی صدی ۱۸۸۸ء سے ۱۹۰۸ء تک کچا لوہا ۲۸۷ فی صدی نکالا گیا ہے۔ انگلستان میں صرف ۲۷ فی صدی ترقی ہوئی ہے۔

ایسے ہی اعداد اور حلقوں میں بھی بتائے جا سکتے ہیں۔ ۱۹۰۹ء کی شاہی مالگزاری کی ترمیم کے زمانہ سے جرمنی کی مالی حالت بہت ترقی کر گئی ہے۔ اس لیے یہ امید کی جاتی ہے کہ بجٹ بغیر قرضہ کے پورا ہو جائے گا۔ بشرطیکہ کوئی نئے مصارف نہ پیش آ جائیں۔

یہ ظاہر ہے کہ ایسی بڑی ترقی سے مالگزاری متواتر بڑھتی رہے اور اس کے ساتھ ساتھ سرمایہ میں ترقی ہو ایسا ہی واقعی ہوا بھی ہے اور بہت بڑے پیمانہ پر۔ ۱۸۹۲ء سے ۱۹۰۵ء تک صرف پرشیا میں قومی دولت میں دو ہزار ملین مارک کا سالانہ اضافہ ہوا ہے۔ ادا کنندگان محصولات جائداد کی تعداد جو قابل ٹیکس ہے ان ۱۴ سال میں ۶۰۰۰ مارک سے ایک لاکھ تک کے بیچ میں پرشیا میں ۲۹ فی صدی بڑھ گئی ہے۔ ۱۸۹۵ء سے ۱۹۰۸ء تک ۱۱ فی صدی۔ اس لیے پہلے زمانہ میں ۲ فی صدی اور آخر زمانوں میں ۲ فی صدی۔

لہٰذا ان طبقات میں خوشحالی بڑھ رہی ہے۔ مگر کثیر دولتوں میں یہ بہت زیادہ ہے جائدادی ٹیکس میں ایک لاکھ سے پانچ لاکھ مارک تک ۴۰ فی صدی اضافہ ہوا ہے

یعنی اوسط سالانہ تین فی صدی - اور پچھلے تین سالوں میں ۲ء۴ فی صدی ہوا ہے - پانچ لاکھ مارک اور اس سے زیادہ کے طبقوں میں ۱۴ سال میں ۵۴ فی صدی محصول والوں میں اضافہ ہوا ہے - اور ۶۷ فی صدی جائداد میں اور دوران حالیکہ ۱۴ سال میں ۴ء۵ فی صدی سالانہ اضافہ ہوا ہے تین سال میں ۸-۱۹۰۵ء تک ۶ء۸ فی صدی ہوگیا ہے - تو گویا ۲۰۰ سے ایک لاکھ کی آمدنی والوں کی تعداد میں فی کس ۶۵۰ مارک کی بیشی ہوئی ہے ایک لاکھ سے پانچ لاکھ تک ۴۰۰ مارک کی اور پانچ لاکھ اور اس کے اوپر والوں میں ۷۴۰۸۰ مارک کی فی کس سالانہ -

تو ہر سال معتد بہ اضافہ ہوتا ہے بالخصوص بڑے علاقوں میں - اِس کا تخمینہ پرشیا کے وزیر مال نے صرف پرشیا میں آئندہ تین سال کے اندر تین ہزار ملین سالانہ کیا ہے - اِس صورت سے کل سلطنت کا اضافہ تین سال میں یقینی پانچ ہزار ملین سالانہ ہو سکتا ہے - ہر جگہ مزدوری کی شرح بڑھ گئی ہے - ایسن (   ) میں کرپ (   ) کے کارخانے میں کاریگروں کی روزانہ آمدنی ۱۸۷۵ء سے ۱۹۰۶ء تک ۷۷ فی صدی بڑھ گئی ہے معماروں کی اُجرت فی گھنٹہ ۱۸۸۵ء سے ۱۹۰۵ء تک ۴۲ فی صدی زیادہ ہوگئی ہے اور ضلع ڈارٹ منڈ (   ) میں خاص کانوں کے دفتر کے محاصل میں ۱۸۸۶ء سے ۱۹۰۷ء تک ۱۲۱ فی صدی اضافہ ہوا ہے اس محاصل کا ثبوت نیز سیونگ بنکوں کی جمع کی ہوئی رقموں سے بھی ملتا ہے - جن کی تعداد ۱۹۰۶ء سے چار ہزار ملین تک پہونچ گئی ہے - جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ادنےٰ طبقے کے لوگوں میں بھی خوشحالی بڑھ گئی ہے - نیز یہ صحیح ترقی کی علامت ہے کہ جرمنی میں تارک الوطنی اور بیکاری کم ہوگئی ہے - ۱۹۰۸ء میں صرف ۲۰۰۰۰ آدمیوں نے ترک وطن کیا - علاوہ برین کاریگروں کے اتحادات کے اعداد و شمار کی رُو سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ۴ء۴ بیکار رہے - اِس کے مقابلہ میں اِسی سال ۳۶۰۰۰ آدمیوں نے برطانیہ عظمےٰ سے ترک وطن کیا - اور دس فی صدی اتحادات

کے کاریگر بیکار رہے فرانس میں ان کاریگروں کی تعداد ۴ر۱۱ فیصدی تھی - اِس شاندار خوشحالی کے مقابلہ میں سلطنت اور علیحدہ علیحدہ ریاستوں کا بڑا قومی قرضہ بھی ہے- سلطنت جرمن کے ذمہ سنہ ۱۹۱۰ء میں ۵۔۱۶۶۵۵۵۰۰ مارک قرضہ تھا - علاوہ ازیں جدا جدا ریاستوں کے قومی قرضہ کی مقدار حسب ذیل تھی -

	مارک
پرشیا	۹۴۲۱۷۷۰۸۰۰
بویریا	۲۱۶۵۹۴۲۹۰۰
سیکسنی	۸۹۳۰۴۴۶۰۰
وورٹیم برگ	۶۰۶۰۴۲۸۰۰
بیڈن	۵۵۷۸۵۹۰۰۰
ہیسی	۴۲۸۶۶۴۴۰۰
السس لارین	۳۱۷۵۸۱۰۰
ہیم برگ	۶۸۴۸۹۱۲۰۰
لیوبک	۸۶۸۸۸۴۰۰
بریمن	۲۶۳۴۳۱۴۰۰

ان قرضوں کے مقابلہ میں بڑے علاقے - جنگلات - کانیں اور ریلیں ہیں سلطنت کے ریلوں کا سرمایہ ۳۱ر مارچ سنہ ۱۹۰۸ء کو مندرجہ ذیل ریاستوں میں اتنے ملین مارک تھا-

پرشیا (ہیسی)	۹۸۸۸ مارک
بویریا	۱۶۹۴ ″
سیکسنی	۱۰۳۵ ″
وورٹیم برگ	۶۸۵ ″
بیڈن	۷۲۷ ″
السس لارین	۷۲۴ ″

اس کا کل مجموعہ مع چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے ۱۵۰۶۲ مارک ہے - یہ رقم جب سے بڑھ گئی ہے - اور ۱۹۱۱ء سے صرف پرشیا کی تعداد ۱۰۵۰ ملین تک پہونچ گئی ہے تاہم قومی قرضہ بھاری بوجھ ہے جو اس وجہ سے نقصان دہ ہے کہ کل قریب قریب اپنے ہی ملک کا ہے - اور زیادہ گراں گذرتا ہے کیونکہ اضلاع زیادہ تر زیر بار قرضہ ہیں صرف پرشیا کے شہروں اور اضلاع زراعتی کے دس ہزار اور اس سے اوپر کی تعداد کے باشندوں کا قرضہ تین ہزار ملین مارک ہے - اور کل سلطنت میں پانچ ہزار ملین مارک ان کا سود ایک سو پچاس ملین مارک سالانہ دیا جاتا ہے - اس صورت سے بہت سے اضلاع نے بالخصوص مشرقی و مغربی تجارتی حصوں میں مجبور ہو کر ۲۰۰ - ۳۰۰ سے لے کر ۴۰۰ مارک فی صدی محصول زائد بڑھا دیا ہے - نیز محصولات کی تقسیم حیثیت کے موافق مساوی نہیں ہے خاص بار متوسط الحال لوگوں پر ہے - بڑے دولتمندوں پر بہت کم اثر ہے - دولت کی بعض آمدنیوں پر بالکل محصول نہیں ہے - مثلاً شرط یا جوئے کی آمدنی جو کسی کاروبار سے حاصل نہیں ہوتی - بلکہ اسٹاک ایکسچنج اس کا ذریعہ ہے جس پر کوئی ٹکس قائم نہیں کیا جا سکتا تا وقتیکہ وہ جائداد کی صورت میں نہ آجائے - تاہم جرمن قوم فوجی تیاریوں کے لیے آسانی سے روپیہ دے سکتی ہے جن کی اس کو حفاظت و دائمی فرائض پالسی و تہذیب کے لیے اُس وقت ضرورت ہے کہ مناسب اور وسیع تدابیر اختیار کی جائیں - اور فریقین مخالف یہ ارادہ کرلیں کہ اصولوں کے جذبات کو حب الوطنی کے قربانگاہ پر تصدق کر دینگے -

شاہی مالی اصلاح کے مباحثہ سے معلوم ہوگیا کہ فرقہ بندی کے اغراض و خود غرضی کے ہاتھ میں ہے قومی وکالت کی باگ - مالی قربانیوں سے بچنے کے لیئے ہر شخص اپنے پڑوسی کے کندھے پر بوجھ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے - اس لیے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ہر شخص آئندہ کے لیے ایسی ہی کوششیں کریگا - لیکن ہم اگر چاہتے ہیں کہ موجودہ حالت کا مقابلہ کریں اور اپنے ملک کے مستقبل کو بغیر جنگ نچھوڑیں تو شاہی مالگذاری میں کثیر اور تیز رفتاری کے ساتھ ترقی کریں -

ان حالات میں کوئی اور کارگر تدبیر سوائے اس کے نظر نہیں آتی کہ اس شدید ضرورت کو رفع کرنے کے لیے بادشاہی استحقاق وراثت جاری کیا جائے۔ یہ ذریعہ آمدنی کسی خاص جماعت پر بار نہ ہوگا بلکہ اس کا اثر سب پر یکساں پڑے گا۔ اور ہماری جنگی تیاری کی تکمیل اور ہمارے قرضہ میں کمی کا سرمایہ اس سے بہم پہونچ سکیگا۔

اگر یکجدی عزیزاں (باستثناے برادران وہمشیرگان) کا استحقاق وراثت صرف وصیت پر منحصر کردیا جاوے یعنی وہ صرف اُسی حالت میں کہ وصیت میں ان کو حصہ دلایا گیا ہو مستحق وراثت ہوسکیں ورنہ سلطنت کو وارث تسلیم کیا جاوے تو اندرین صورت پانسو ملین سالانہ آمدنی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے جو سرکاری اعداد پر مبنی ہے۔ اِس اندازہ کو زیادہ غور سے جانچنے کا یہ موقعہ نہیں ہے۔ اگر وہ بہت زیادہ بھی تصور کیا جاوے جس میں مجھے شک ہے تاہم اس قسم کے ٹیکس سے جو آمدنی ہوسکتی ہے وہ بہرصورت بہت بڑی ہوگی۔

چونکہ مثل تمام اقسام ٹیکس کے جو وراثت پر قائم کیے گئے ہیں یہ ٹیکس بھی سرمایہ پر ہے یعنی اس سرمایہ پر جو منافعہ کے کاروبار میں لگا ہوا ہے لہذا اسی نوعیت کے اعتبار سے ضروری ہے کہ اس کی آمدی سب سے بیشتر مالی حالت کی بہتری واصلاح پر علی الخصوص قرضوں کی ادائیگی میں صرف کیجاوے ورنہ اس شخص کی سی خطرناک حالت ہوگی جو اپنے سرمایہ پر زندگی بسر کرتا ہو۔ اس خیال کی تائید یوں اور بھی ہوسکتی ہے کہ اس ٹیکس کی آمدنی مستقل نہ ہوگی بلکہ کم وبیش ہوتی رہے گی لہذا آمدنی کا اس طور پر صرف کرنا اور اُس کے ایک حصہ کو اضلاع کے (جن کی مالی فلاح حد درجہ ضروری واہم ہے) قرضوں کو پاک کرنے میں لگانا۔ قرین مصلحت ہوگا۔ یہ اصولی قاعدہ اس کے مخالف نہ ہوگا کہ کسی قومی جوکھوں کے وقت یہ ٹیکس دیگر اہم مقاصد پر خاص طور پر صرف میں لایا جاسکے مثلاً ہماری بری اور بحری جنگی آراستگی پر اس کا صرف اصول کے خلاف نہ ہوگا۔

صرف دو اعتراض ہیں ایک اقتصادی دوسرا اخلاقی جو ریاست یا سلطنت کے اس استحقاق وراثت کے خلاف پیش کیے جاسکتے ہیں۔ بحث کی جاتی ہے کہ ٹیکس کی آمدنی

قومی دولت سے فراہم ہوگی اور یہ کہ ریاست متمول تر اور رعایا مفلس تر ہوتی جائے گی اور یہ کہ کچھ عرصہ میں تمام سرمایہ ریاست کے قبضہ میں جمع ہو جائے گا اور منافعہ پر روپیہ لگانے والے آزاد شخصوں کے بجائے سرکار قائم مقام ہو جائے گی اور اس طرح گویا سوشیلزم کا مقصود و مدعا حاصل ہو جائے گا۔

ثانیاً یہ شرط کہ استحقاق وراثت مسلم ہونے کے لیے عزیزوں کا وصیت میں خاص طور پر نام ہونا خاندان کی یک جہتی پر حملہ ہے "ہمارے موجودہ قانون کی رو سے جو شخص اپنے خاندان کو اپنی دولت سے محروم کرنا چاہے اوسے کوئی خاص اشارہ اس بارے میں کرنا لازم ہے یعنی اسے وصیت لکھنا اور اس میں دیگر اشخاص یا رفاہ عام یا دیگر مقاصد کے نام جائداد چھوڑنا لازم ہے اس طور پر شخص کے سامنے یہ خیال خاص طور پر آتا ہے کہ اوس کے قدرتی وارث اُس کے رشتہ دار و اقارب ہیں اور یہ کہ اگر اپنی قانونی ورثار کو محروم کرنا چاہے تو اسے وصیت کرنی لازم ہے۔ اس سے یہ بات تحقیق و ثابت ہوتی ہے کہ وصیت کے ذریعہ وہ معاملات کے طبیعی رفتار میں مخل ہو رہا ہے اور زبردستی اُس کو بدلتا ہے شاہی حق وراثت اس خیال پر کہ قوم انسان کے عزیزوں سے اقرب اور احق ہے مبنی ہے اور یہ امر غور سے دیکھیے تو اس میں سوشیلسٹ خیال کا رنگ موجود ہے ایک سوشیلسٹ عقیدہ کی ریاست جس کو ایک ایسی سوسائٹی یا بالمثل مجموعہ ذات سے سروکار ہے جس میں ہر فرد جماعت خاندانی علائق سے آزاد ہے اور سب مجموعی طور پر ایک ہی رشتۂ تعلق میں بندھے ہوئے ہیں اس قسم کا اوعا پیش کرسکتی ہے۔

دونوں اعتراضات غیر شافی ہیں۔

جب تک کہ ریاست ان وراثتوں کی آمدنی قرضوں اور دیگر خارجی ذمہ داریوں کے ادا کرنے میں صرف کرتی ہے ورنہ دوسرے طور پر اون کا سرانجام ناگریز ہوتا اُس وقت تک اس قسم کی وراثتوں کا ریاست پر منتقل ہونا تمام رعایا کے حق میں براہ راست مفید ہے کیونکہ ان کو ٹیکس کم ادا کرنے پڑیں گے۔ قانون کے ذریعہ بآسانی تمام اس کی احتیاط مہیا کی جاسکتی ہے کہ سرمایہ ریاست کے قبضہ میں مجتمع نہ ہونے پائے۔

کیونکہ اگر یہ نتائج برابر پیدا ہونے لگے تو ممکن ہے کہ یہ حق وراثت محدود کر دیا جائے یا سلطنت
کا سوشیلزم کسی اور طریقے پر مڑ جائے علم سیاسیہ و مالیہ لامحالہ طور پر اس کا انتظام کر سکتا ہے
غرض اس بحث کو خواہ مخواہ طول دینے کی ضرورت نہیں

نیز جن کو اخلاقی اعتراض کہا جاتا ہے۔ وہ اس سے بھی گئے گزرے ہیں
اگر خاندانی تعلق کا حقیقی احساس موجود ہے تو مالک جائداد ہرگز وصیت کرنے میں دریغ
نہ کرے گا اور وصیت کرنا قانون موجودہ کے تحت ایک نہایت ہی سادہ و آسان چیز ہے
بصورت دیگر خاندانی تعلق کمزور رہے تو اس میں کسی عزیز بعید کے استحقاق وراثت سے
ایک ایسے شخص کے جس کو زندگی میں اس نے کبھی سونگھا تک نہ تھا یقیناً کوئی قوت نہیں
پہونچ سکتی۔ قوم جرمن کے آغاز طفولیت سے اس خیال نے جو وراثت کے موجودہ
قانون کی صورت اختیار کیے ہوئے ہے اور جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ریاست کی بہ نسبت
اس کا خاندان اس سے قریب رہے اب تک نہایت خراب نتائج پیدا کیے ہیں۔
جرمنی کے تین لفرقہ ہونے کی بھی بنیاد اور یہی کی گانٹھ رہی ہے اور ہماری قوم میں
جو ایک سیاسی اور حب قومی کا نقص ہے یہیں سے شروع ہوتا ہے۔ خوب ہو کہ آئندہ
نسلوں کے لیے اس تحریک پر کوئی بندش مقرر ہو اور لوگوں پر ریاست کے
حقوق و احسانات خانداں کے حقوق سے کم ثابت و منکشف نہ رہیں۔

یہ اعتراض جو کم و بیش لفظی قسم کے ہیں یقیناً اتنے اہم نہیں کہ شاہی حق وراثت
ایسی اہم تجویز کو مسترد کر سکیں خصوصاً جبکہ قومی خطرہ صریح و فوری اعانت کا مباح ہے
اور جرمنی کا تمام مستقبل جوکھوں میں ہے۔

لہذا اگر کوئی اور تجاویز ایسی جن سے اسی قدر گراں آمدنی و سرمایہ فراہم ہو سکے
پیش نہیں کی جائیں تو اس قسم کے قانون وراثت کا فوری نفاذ ضروری معلوم ہوتا ہے
اور ہمارے زیر بار مجروح ملک کے لیے نہایت فائدہ مند ہوگا۔ امداد کی اشد ضرورت
اور اگر گورنمنٹ سیاسی حالت کی اصل کیفیت کو پوشیدہ نہ رکھے تو اس قسم کے کانفرنس کے
مجلس حکومت میں پاس ہو جانے کا اچھا خاصہ قرینہ و امید ہے

ملی تیاریوں سے پولیٹیکل تیاریاں کچھ کم ضروری نہیں ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کی تمام قومیں اتحادوں اور اتیلافیوں کے ذریعہ اپنی ہستی کو قوی تر دشمنوں کے حملہ سے محفوظ کرنے میں منہمک ہیں اور اپنے مقاصد کے لیے دوستدار پر دوستدار حاصل کر رہے ہیں۔ اکثر دیگر ریاستوں کے درمیان رنجشیں بھڑکانے کی تحریک کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ ذاتی اغراض اور منصوبوں کے لیے آزادی سے فرصت ملے۔ اسی اصول پر انگلستان نے یورپ میں اپنی قوت کی بنیاد رکھی ہے تاکہ اپنی عالمگیر پالسی کو بلاخوف مداخلت جاری رکھتے۔ انصاف یہ ہے کہ اس بارے میں الزام نہیں دیا جا سکتا کیونکہ اُس نے اپنے طرز عمل میں سیاسی اخلاق کو مطلقاً بر سر طاق کیوں نہ رکھ دیا تاہم اس نے ایک عظیم الشان سلطنت پیدا کر لی ہے۔ جو تمام پالیسیوں کا مقصود و مدعا ہے اور انگریزوں کے لیے نہایت ہی بلند حوصلہ کاموں کا میدان حاصل کر لیا ہے۔ اس انگلش پالیسی کے اصولوں سے ہم کو اپنے تیئں غافل نہ رکھنا چاہیئے۔ ہم کو خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ اس پالیسی کی لگام اپنی ہی ایک نہایت بے لاگ خود غرضی کے ہاتھ میں ہے اور اپنے مقصد کو حاصل کرنے کی کسی تدبیر سے اُسے عار نہیں پس اس میں ایک قابل داد سیاسی تجربہ و ذہانت مضمر ہے؟"

سیاسی معاہدات کی قدر و قیمت صرف شروط و محدود ہے اس میں کسی کو دھوکا نہ کھانا چاہیئے۔ ایسے معاملات ہمیشہ ایک پوشیدہ انکار کیساتھ قبول کیے جاتے ہیں۔

تمام معاہدات اتحاد کی خود غرضی پر مبنی ہوتے ہیں کیونکہ معاہدہ میں ہر دو فریق کے مفاد کا اطمینان لازم ہے پس ظاہر ہے کہ معاہدہ جب ہی تک سلامت رہے گا۔ کہ جب تک کہ دونوں فریق کے فوائد اس سے متمتع ہیں۔ یہ ایک سیاسی امر ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی سلطنت اپنے اُن معاد کے خلاف جن پر اس کی رعایا کے فوائد کا انحصار ہی عمل کرنے پر خود مجبور نہیں ہو سکتی۔ لیکن ایک ایماندار ملک پر اس خیال سے یہ فرض ہوتا ہے کہ سیاسی معاہدہ کرتے وقت حد درجہ احتیاط سے کام لے اور وقت اور زمانہ کی تعین کر دے تاکہ کبھی نقص عہد لازم نہ آسکے۔ ایسی صورتیں پیش آسکتی ہیں جو

ایمانداری کے بڑے بڑے منشا پر غالب آسکیں - اخلاق کی بلند ترین نظر سے دیکھئے تو ملک کے فوائد کا لحاظ ایسی صورت میں فیصلہ کن ہوگا فریڈرک اعظم کو اس کی عمر بھر دغا بازی کا الزام دیا گیا کیونکہ کوئی عہد یا معاہدہ درستی کبھی اس کو اپنے حصہ میں استحقاق آزادی سے باز نہیں رکھ سکا۔

لہٰذا ایک بڑا مدبر سیاسی ائتلاف و اتحاد کے صرف ایسے معاہدات کا مرتکب ہوگا جن کی بقا پر اس کو اعتبار ہو سکے اور وہ یقین کر سکے کہ ہر دو فریق اس معاہدہ کو حقیقی طور پر مفید مطلب پائیں گے۔ ایسا معاہدہ آسٹریا اور جرمنی کے اتحاد کا معاہدہ ہے جیسا کہ میں قبل ازیں کسی دوسری جگہ ظاہر کر چکا ہوں - دونوں حکومتیں جنگی اور سیاسی دونوں خیال سے یکساں ایک دوسرے کی انتہا درجہ لطف کے ساتھ مدد و معاون ہیں۔ جرمن کے کارزار مشرقی کا جنوب میں درہم برہم کرنے کی کوشش سے بچانے کا آسٹریا نگہبان ہوگا دوسری جانب ہم آسٹریا کی شمال سرحد کی حفاظت کر سکتے ہیں اور گلیشیا پر اس کے حملہ کو رد کر سکتے ہیں۔

اس بارے میں جنگ روس و جاپان کی مثال ہمارے سامنے ایک صاف نمونہ پیش کرتی ہے جاپان جنگ کے واسطے ہر قسم کی سیاسی اور جنگی تیاریاں پیش بینی کے ساتھ مکمل کر چکا تھا جب انگلستان کے ساتھ اس کا معاہدہ ہوا اور اس نے اپنے آپ کو امریکہ اور چین کی طرف سے اس بارے میں کہ وہ غیر جانبدار رہیں گے بالکل مطمئن کر لیا - اس کی پالیسی تحفظانہ ہونے کے ساتھ ساتھ دلیرانہ تھی - وہ اس جنگ کے افتتاح سے جو اس کے سیاسی اغراض کے لیے ضروری تھی بالکل نہ جھجکا - روس اس کے لیے کسی حالت میں تیار نہ تھا - اسے جرمنی کی طرف سے دشمنی کا خوف تھا کیونکہ اس کا اتحاد فرانس کے ساتھ ہوگیا تھا - بنا بریں اس نے مشرق کی طرف کافی فوجیں نہ رکھیں اور اپنے مغربی سرحدوں کو غیر محفوظ چھوڑنے کی جرأت نہ کی -

اندرونی حالت نے اسے ملک کے مغربی حصص میں فوجوں کی کثیر تعداد چھوڑنے

پر مجبور کر دیا اور اس لیے جو فوجیں جاپان کے مقابلہ میں روس کی جانب سے میدان کارزار میں لائی گئیں وہ ادنےٰ درجہ کی محفوظ فوجیں تھیں۔

اگرچہ یہ جنگ بہت پہلے سے یقینی نظر آتی تھی تاہم کسی قسم کی سیاسی تیاری اس کی طرف سے وقوع میں نہیں آئی تھی اس لیے جنگ کے آغاز ہی میں روس کو نہایت تباہ کن پسپائیاں ہوئیں بلا شبہ اگر روس نے اس ضروری جنگ کے لیے مستقل تیاریاں کی ہوتیں اور حملہ آورانہ پالیسی سے جنگ کا آغاز کیا ہوتا تو نتیجہ اُن واقعات کے جو پیش آئے بالکل برعکس ہوتا۔

انگلستان بھی جنگ بوئر کے یکایک چھڑ جانے سے پولٹیکل بنا پر تحیر رہ گیا۔ اس نے کسی قسم کی جنگی تیاریاں اپنے سیاسی اور پولٹیکل مقاصد کے لحاظات سے نہیں کی تھیں۔

اس سے دو باتیں پایۂ ثبوت کو پہونچتی ہیں۔ سب سے اول یہ کہ سیاسی اور جنگی تیاریوں میں باہمی رشتہ اور تعلق ہے۔ مناسب پولٹیکل تیاریاں صرف اسی وقت کی جاتی ہیں جبکہ مدبر کی پشت پناہی کے لیے کافی جنگی طاقت موجود ہو تاکہ اس کی خواہش اس کو عمدہ پورا کر سکے۔ اسی کے ساتھ ساتھ فوج کو اس معیار اور پیمانہ پر تیار کرنا چاہیے تاکہ سیاسی تجاویز کا پورا پورا لحاظ رکھا جا سکے۔

یہ فرض جو فوج کے ایک جنرل پر عائد کیا جاتا ہے کہ اس کو زمانۂ امن میں پالٹیکس سے علیحدہ رہنا چاہیئے صرف ایک محدود حد تک درست ہے۔

وزیر جنگ اور جنرل اسٹاف کے سردار کو جلد جلد بدلنے والی پالیسی کے ہر پہلو پر نظر رکھنا چاہیئے بلکہ پالیسی اور سیاست پر اُن کا ایک خاص اثر مانا جائے تاکہ اگر کوئی حالت اُن کو جنگی پیشقدمی یا اس کے متعلق مناسب نظر پڑے تو وہ فوراً مدبران سلطنت کی توجہ اس طرف منعطف کرا سکیں۔

جنگ کی کھلی یا مبہم دھمکی ایک مدبر کے تکمیل مقاصد کا ذریعہ ہی کیونکہ آخر حالت پر پہونچکر جنگ کے خوفناک اور ممکن الوقوع نتائج کا احساس ہی ایسے امور ہیں جو دشمن کو اطاعت قبول کرنے پر راغب کر دیتے ہیں۔

دوسری بات جو نمایاں طور سے ہمارے سامنے ہی یہ ہی کہ کمزور اور مذبذب پالیسی جو حریف کو ابتدائی کارروائی کرنے کا موقع دیتی ہے اور خود اپنے حصول مقاصد کے لیے جنگی وسائل استعمال کرنے سے جھجکتی ہی وہ ایک بالکل ناموافق جنگی حالت پیدا کر دیتی ہے تاریخ کی بیشمار مثالوں سے و نیز اصولاً یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ایک دوربین پالیسی جس کی بنیاد جرأت اور دلیری پر ہوتی ہے اور جو باوجود مخالفت اور دشمنی کو سامنے دیکھنے کے ثابت قدم رہتی ہے اس کا اثر ہمیشہ جنگی حالت پر موافق پڑتا ہے۔ اس لحاظ سے جنگ اور پالیسی ایک ہی قانون کے زیر اثر ہیں۔ بڑے نتائج صرف اسی وقت نکلتے ہیں جبکہ سیاسی پیش بینی اور فوجی تدبر ساتھ ساتھ قدم اٹھائیں۔ اگر اس نقطہ نگاہ سے آیندہ کی سیاسی تیاری پر جو جرمن کو لڑنی پڑے گی نظر ڈالی جائے تو ہم اس نتیجہ پر پہونچیں گے کہ جتنا زیادہ پولٹیکل مطلع غیر موافق ہوگا اتنا ہی زیادہ ہماری طرف سے شجاعانہ اور پر زور پالیسی کی ضرورت ہے بشرطیکہ اس ضروری اور سر پر آنے والی جنگ کے لیے موافق صورت حالات پیدا کرنے ہوں۔

جب تک جنگ کا امکان صرف دو محاذوں پر روس اور فرانس کے خلاف تھا اور اتحاد ثلاثہ کی مدد پر بھروسہ تھا اسوقت تک صورت معاملات نسبتاً غیر پیچیدہ تھی۔ اُس وقت مختلف سیاسی تدابیر کا امکان تھا بلکہ یہ مسئلہ ہمارے لیے اس طور پر بالکل آسان اور محدود ہو سکتا تھا کہ ایک محاذ پر ہم حملہ شروع کرتے اور دوسرے پر نقطہ مدافعت کی پالیسی برتی جاتی نیز اگر آسٹرین فوج کو بھی ہم شمار کر لیں تو اُس وقت دونوں طرف ہم حملہ آورانہ پالیسی سے کام لیتے۔ مگر آج صورت حالات بالکل برعکس ہے۔

ہمیں فرانس اور روس کی معیت میں انگلستان کا بھی لحاظ رکھنا چاہیئے۔ ہمیں اپنے شمالی ساحل پر سمندر کی جانب سے حملہ کی نہ صرف توقع کرنی چاہیئے بلکہ اس امر کو بھی ممکن الوقوع خیال کرنا چاہیئے کہ انگریزی فوجیں ساحل یورپ پر اتر کر ہالینڈ اور بلجیم کی غیر جانبداری کو توڑ دے گیں۔ یہ بھی بعید نہیں کہ انگریز ڈنمارک میں سے ہو کر ہم پر

حملہ آور ہوں گے اور اس کو بھی اپنے ہمراہ ہمارے مخالف کھڑا کرنے کی کوشش کریں گے یہ بھی دغلب ہے کہ فرانس سوئٹزرلینڈ میں سے ہو کر ہم پر حملہ آور ہو۔ بحیرۂ بالٹک کی طرف سے سخت خطرہ ہی اگر روس کو بیڑہ تعمیر کرنے کا وقت مل گیا۔ گو یہ سب غیر یقینی حالات یقینی طور پر واقع نہ ہوں گے مگر ان کا ممکن العمل ہونا بعید نہیں۔ اس طرح جنگی حالت ہمارے ناموافق ہو سکتی ہے۔

اگر ان غیر یقینی صورتوں میں فوج کو جنگی پیمانہ پر لانے کی حاجت پڑی تو اس کے لیے صرف ایک راستہ باقی ہے ہمیں اس صورت کا مقابلہ محفوظ فوج کو طلب کر کے کرنا ہوگا۔ محفوظ فوج بہت زیادہ طاقتور ہونا چاہیے اس لیے کہ سیاسی حالات ایسے پیچیدہ اور بعید الفہم ہیں اور ہمارے حریف بھی ایسے قوی ہیں کہ ان کے شریک اور یکجا ہونے کا ہمیں یقین رکھنا چاہیے۔ بہرحال ہمیں حفاظتی کارروائیاں فی الفور شروع کر دینی چاہییں مگر اصل فوج اس وقت تک خاص موقع پر نہیں بھیجی جائے گی۔ جب تک کہ مطلع صاف نہ ہو جائے اور ضروری کارروائیاں مکمل نہ ہو جائیں۔ اسی اصول پر منقولہ اسٹاک بھی لائنوں پر تیار رہنا چاہیے اور ذخائر بھی کوچ کی تمام مختلف لائنوں کے محفوظ مقامات پر حتی الامکان رہنے چاہییں اور ان ذخائر کے اتروانے کا انتظام بھی پہلے سے ہر اسٹیشن پر مختلف سیاسی حالات کے لحاظ سے ہونا چاہیے بہرحال ہمیں انتظار کرنے کی پالیسی پر مجبوراً عمل کرنا پڑے گا جو نہایت ہی غیر مفید ہے ہم اپنے کسی دشمن کے حملہ کو روکنے کے قابل نہ ہونگے۔ اس امر کے اظہار کے لیے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں کہ جنگ جو ایسے حالات میں شروع ہو اس میں ہمیں کامیابی کی توقعات نہیں ہو سکتیں۔ بہادر سے بہادر فوج بھی یقیناً سر تسلیم خم کر دے گی اگر نہایت غیر مفید حالات میں اس کو نہایت طاقتور قوت کے خلاف لڑنے کے لیے بھیج دیا گیا۔

جنگی حالت پر تجسسانہ نظر ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنگ کا خاکہ جس کی اندرونی حالت کے لحاظ سے غالباً آیندہ ضرورت پڑے گی آج کل کی ٹڈی دل فوجوں کے

طریقہ جنگ کے زیر اثر نہایت زیادہ مشکلات پیدا کرتا ہے اور اس کو بے شبہ بہت زیادہ ناموافق سیاسی حالتوں کا مقابلہ کرنا ہوگا۔

ایسی صورت حالات کے نقصانات صرف ایک ایسی پالیسی سے رفع کیے جا سکتے ہیں جس کی رو سے جارحانہ کارروائی قابل عمل ہو اور بشرط امکان ایک دشمن کو کچل دیا جائے قبل اس کے کہ دوسرا تیار ہو کر دخل دینے کے قابل ہو سکے۔ صرف اسی ابتدائی کارروائی پر ہماری سلامتی مبنی ہے۔ جیسا کہ فریڈرک اعظم کے وقت میں تھی۔ ہمیں اس حقیقت کو اس حالت میں دیکھنا چاہیے۔

اگر ہم نے فرانس یا روس پر حملہ کیا تو اس کا حلیف اس کی مدد کرنے کے لیے مجبور ہوگا اور ہماری حالت بہ نسبت اس کے کہ ہم ایک دشمن کا مقابلہ کرتے اور بھی زیادہ خراب ہو جائے گی۔ اس لیے یہ ہماری پالیسی کا جزو ہونا چاہیے کہ وہ سیاست کے پتوں کو اس طرح سے تقسیم کرے کہ ہم پر خود فرانس حملہ کر دے کیونکہ اس وقت یہ توقع ہوگی کہ روس کچھ عرصہ کے لیے غیر جانبدار رہے۔

یہ حالت بیشک ہماری توجہ کی مستحق ہے لیکن اسی کے ساتھ ہمیں ہرگز دشمنوں کے حملوں کی اُمید میں بیٹھا رہنا نہ چاہیے۔ فرانس۔ انگلستان اور روس کو حملہ میں پیش قدمی کی مطلق ضرورت نہیں کیونکہ اس میں آیندہ اُن کا زیادہ فائدہ متصور ہے جب تک ہم اُن پر حملہ کرنے سے جھجکتے رہیں گے وہ ہر وقت ہم پر اپنی مرضی کے موافق دباو ڈال سکتے ہیں جیسا کہ مراکش کی خط و کتابت کے نتیجہ سے ظاہر ہے۔

اگر ہم اپنے دشمنوں کے حملہ کو وقوع میں لانا چاہتے ہیں تو ہم کو ایک ایسی مستعد پالیسی اختیار کر کے پیش قدمی کرنا چاہیے جو بغیر فرانس پر حملہ آور ہوئے انگلستان اور فرانس دونوں کو اس بات پر مجبور کر دے کہ وہ خود ہم پر حملہ کریں۔ افریقہ اور یورپ میں ایسے طریقۂ عمل کے موقع برابر ملتے رہے ہیں اور جس کسی نے بھی غور

کے ساتھ پولیٹکل اہم گفت و شنید کا مطالعہ کیا ہے وہ بآسانی اس امر کی نسبت اپنا اطمینان کر سکتا ہے۔

ان خیالات کے برخلاف یہ رائے بسا اوقات پیش کی جاتی ہے کہ ہمیں خاموشی کے ساتھ انتظار کرنا چاہیئے اور معاملات کو واقعات کے سپرد کر دینا چاہیے۔ وقت خود ہماری طرف سے لڑے گا یعنی یہ کہ بغیر جنگ کے فقط معاملات کی پیچیدگیوں کی وجہ سے ایسی بیش قیمت چیزیں خود بخود ہماری گودوں میں گریں گی جن کے لیے ہمیں اس وقت سخت جنگ کرنا ہوگی۔

لیکن ایسا کہنے والے مدبر ہمیشہ بھول جایا کرتے ہیں اور کبھی صاف طور سے اس کا اظہار نہیں کرتے کہ کیا امور ان کے فوائد کے مطابق عمل پذیر ہو رہے ہیں اور کون سے فوائد اس سے ہمارے لیے نکلیں گے ایسی سیاسی تدبیر قابل عمل نہیں کیونکہ وہ کسی مضبوط بنیاد پر قائم نہیں۔ ہم کو یقیناً خیالی دنیا سے علیحدہ ہو کر صرف موجودہ حالتوں کو نگاہ میں رکھنا چاہیے اور اس بات کو سمجھ لینا چاہیے کہ بزدلی اور کاہلی نے کبھی بڑے نتیجوں تک نہیں پہونچایا ہے۔

اس شخص کے واسطے جو یہاں قریب موجود نہیں ہے یہ فیصلہ کرنا محال ہے کہ کونسی تدابیر اور طریقے ہماری خارجی پالیسی پر عائد ہوتے ہیں جن سے سیاسی حالت (اس وقت میں جبکہ خود جرمنی کی ہستی کے اہم مسائل کا آخر فیصلہ بذریعہ ہتھیاروں کے طے ہونا قرار پائے) ہمارے موافق ہو جائے۔ اس کے لیے پورے طور پر بالکل صحیح پولیٹکل و سیاسی حالات سے واقفیت ضروری ہے اور افسوس ہے کہ میں اس سے خالی ہوں صرف ایک بات اتفاقاً کہی جا سکتی ہے اور وہ یہ ہے موجودہ حالت کے الجھاؤ اور تخالف آرا سے قطع نظر ہم کو وہ بڑے نتائج اپنے پیش نظر رکھنا چاہئیں جن کی اہمیت وقت کے گذرنے سے بھی کم نہ ہوگی۔

اٹلی جس نے موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنی سرعت کے ساتھ بڑھتی ہوئی آبادی کے لیے قطعات حاصل کرنے کی کوشش کی ہے دہ لاکھ ستاسی ہزار نفوس

نے ۱۹۰۸ء میں ہجرت کی) بحر قلزم میں بغرض حصول فوقیت کبھی انگلستان اور روس کے
ساتھ متحد نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ یہ دونوں سلطنتیں خود اس جگہ کی دعویدار ہیں۔
اتحاد ثلاثہ سے توڑ دینے کی کوشش اٹلی کی توسیعانہ پالیسی کی محض وقتی ضرورت
ہے۔ اس واقعہ سے درحقیقت اس بات میں ذرا بھی تبدیلی نہیں ہو سکتی کہ اٹلی کا
حقیقی نفع اسی میں ہے کہ وہ اتحاد ثلاثہ کے ساتھ منسلک رہے۔ صرف اسی سے اُسکو نونس
اور تبرٹامل سکتے ہیں۔

ٹرکی بھی روس۔ فرانس۔ اور انگلستان کے ساتھ نہیں مل سکتی جن کی پالیسی براہ
راست یہ ہے کہ موجودہ ٹرکی کو نیست و نابود کردیں۔ اسلام کے اب سب سے بڑے
دشمن (جیسا کہ ہمیشہ سے ہے) انگلستان اور روس ہیں لہذا یہ وسطی یورپین اتحاد
(یعنی جرمنی اور آسٹریا) کے ساتھ جلد یا دیر میں مجبوراً شامل ہوگا گو ہم نے بہت بڑی غلطی
کی کہ مراکش میں اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔

انگلستان اور روس کے درمیان کوئی حقیقی موافقت نہیں ہے۔ ایران۔ بحر قلزم
اور وسط ایشیا میں ان دونوں کے مقاصد باوجود باہمی اتحاد کے ایک دوسرے
سے ٹکر کھاتے ہیں اور جاپان اور چین کے معاملات روسی فوائد و اغراض کے لیے
خطرناک ہوتے جاتے ہیں بلکہ انھوں نے ایک حد تک اس کے ہاتھ باندھ
دیے ہیں

ان تمام واقعات سے جرمن سیاست کے لیے ایک وسیع میدان کھل جاتا ہے
اور عام مطلع حال کے پولٹیکل واقعات کی نسبت سے بہت کم تاریک نظر آتا ہے۔

ایسی حالت میں ہماری پالیسی کا مدار ایسی قوت پر ہو سکتا ہے جس کی نظیر کوئی
دوسری سلطنت پیش نہیں کر سکتی یعنی ایک ایسی قوی فوج پر جس کی جنگی قابلیت کا
مجھے پورا یقین ہے اور جس کی قدر و قیمت پوری طرح نہیں سمجھی گئی۔ یہ اس لیے نہیں کہ وہ تمام
فروع اور اصول میں مکمل ہے کیونکہ میں اس کے خلاف گذشتہ باب میں تذکرہ کر چکا
ہوں بلکہ اس لیے کہ ہمارے سپاہیوں میں زندہ دلی کی جو روح موجود ہے۔ حملہ آوری کا

جو شوق اور بہادری اور وفاداری ان میں موجزن ہے اُس سے ہماری ان تمام اعلیٰ امیدوں کا ثبوت ملتا ہے۔

مجھے پورا یقین ہے کہ اگر وہ ابھی ہتھیار اُٹھانے کے لیے طلب کی جائے گی تو دنیا اپنے کارناموں سے محو حیرت کر دے گی بشرطیکہ قابلیت اور پورے عزم کے ساتھ ایک اعلیٰ افسر کی زیر کمان دی جائے۔

جرمن قوم بھی مجھے یقین ہے کہ اپنے اعلیٰ فرض کا احساس کرے گی ایک بڑی طاقت جو ہنوز طلب کیے جانے کی منتظر ہو اُس کی روح ابھی سو رہی ہے۔

جو کوئی آج اس قوم کی سوتی ہوئی اعلیٰ امیدوں اور قومی جوش کو اس کی آنکھوں کے سامنے اُس کے قابل حصول اعلیٰ حوصلوں کو پیش کر کے بیدار کر سکے وہ بے شک ان لوگوں کو متفقہ قوت کے ساتھ نہایت اعلیٰ قربانیوں اور جد و جہد کے لیے آگے بڑھانے کے قابل ہوگا اور اس طرح ایک عظیم بالشان نتیجہ حاصل کریگا۔

اس بات کے یقین سے کہ وہ ان فوجوں کو حسب ضرورت کسی وقت طلب کر سکتا ہے اور اس کامل وثوق سے کہ وہ کبھی خطرہ کے وقت منحرف نہ ہونگی ہماری گورنمنٹ بالکل مطمئن مزاجی کے ساتھ اُس راستہ پر چل سکتی ہے جو ایک عظیم الشان مستقبل کو جاتا ہے لیکن وہ جرمنی کی تمام فوجوں کو نہ دے سکے گی جب تک کہ کامیاب طریقہ عمل سے اس کا پورا اعتماد حاصل نہ ہو جائے اور جب تک کہ وہ گوئٹے کے ان بہادرانہ الفاظ کو اپنا نصب العین قرار نہ دے۔

ہر ایک طاقت کو جنگ کا پیغام دے\
ہمیشہ بہادر رہ۔ کبھی بزدل نہ بن\
بہادر سپاہی کے لیے بہشت کا\
سنہرا دروازہ ہمیشہ کھلا ہوا ہے

خاتمہ

صفحات ماسبق کے عملاً ختم ہو جانیکے بعد فرانسیسی جرمن معاہدہ متعلق مراکش و معاوضۂ کانگو شائع ہوا۔ ٹرکی اطالوی جنگ چھڑ گئی۔ انقلاب چین نے ایسی صورت اختیار کرلی جس سے مشرقی ایشیا میں تازہ شورشوں کا احتمال پیدا ہوگیا اور یہ معلوم ہوا کہ مابین فرانس و انگلستان ہمارے ساتھ نہ صرف دوستانہ ائتلاف بلکہ حقیقی مجارحانہ مدافعانہ اتحاد ہے

یہ اتحاد ان دو سلطنتوں مین دوامی نہین معلوم ہوتا۔ مگر جنگ کے ہر ارکان کی پیش بینی و انتظام صاف نظر آرہا ہے۔ میں نے پہلے دو واقعات کے متعلق کل ضروری اشارات اپنی کتاب مین کر دیے ہین۔ مگر وہ روشنی جو حال مین فرانسیسی معاہدات پر ڈالی گئی ہے مجھے مجبور کرتی ہے کہ چند آخری باتیں گذارش کرون۔

جرمن گورنمنٹ نے اہم اسباب سے جو بحث مین نہین آسکتے موجودہ صورتون مین انگلستان یا فرانس سے ہر طرح سے بھڑنے سے احتراز کرنا قرین مصلحت سمجھا ہے اس نے اس مقصد کو فرانس سے بات چیت کرکے پورا کرلیا ہے اور یقیناً یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ اور زیادہ مراعات قابل حصول نہ تھے کیونکہ ابتدا ہی سے جنگ کا سر دست ارادہ نہ تھا صرف اس پہلو سے جرمن گورنمنٹ کی روش بجانب فرانس و انگلستان صحیح خیال کی جاسکتی ہے۔ برطانیہ عظمیٰ کی کل طرز رفتار سے ظاہر ہے کہ وہ جنگ کا موقع اختیار کرنے پر تلا ہوا ہے۔ اسکی فوری جنگی تیاریاں اس کے جہازونکی نقل و حرکت اور انگریزی اعلیٰ حکام کی سب سے زیادہ ممتاز جرمن بینک پر حملہ سے جو اس نازک موقع پر وقوع مین آیا اس بارہ مین کسی شبہ کی گنجایش نہین رہتی۔ فرانس نے ہمارے ساتھ مراعات صرف اس وجہ سے کردیے ہین کہ اس جنگ کیلیے جس کا عرصہ دراز سے اسکو خیال ہے ابھی اچھا موقع نہین آیا ہے۔ غالباً وہ اسوقت تک ٹھہریگا جب تک ایکطرف تو اتحاد ثلاثہ کمزور ہو جاے اور دوسری طرف اس کی بحری و بری قابلیت اور مکمل ہو جاے اور علاوہ بریں جب تک کہ اسکی افریقائی فوج کی تعداد اسقدر زیادہ ہو جائے کہ وہ اچھی طرح رائن کی فوج کو مدد دیسکے۔ یہ خیال گورنمنٹ کی مراکش پالیسی کو اچھی طرح ظاہر کرتا ہے مگر اسمین کوئی شبہ نہین ہے کہ اگر فرانس کے معاہدہ کو بغور دیکھا جاے تو اس سے ہماری جائز

خواہشات پوری نہیں ہوتیں -

یہ امر باعث نزاع نہیں ہے کہ مراکش کے تجارتی وسیاسی معاہدات نے ہمارے کاریگروں اور تاجروں کے لیے اچھے موقع پیدا کر دیے ہیں نہ یہ کہ تحصیل علاقہ کی آیندہ فرانسیسی کانگو میں یقینی اور بڑی امید ہے بالخصوص اگر ساحل پر ہسپانوی علاقہ ہم کو ملگیا اور صرف اسی سے مقبوضہ کر نقد روپیہ سکتا ہے برخلاف ازین جو کچھ بھی ہم کو ملا ہے اس سے اس کا کافی معاوضہ ہرگز نہیں ہو سکتا جو ہمکو چھوڑنا پڑا ہے میں نے کسی اور جگہ اس بات پر زور دیا ہے کہ تجارتی مراعات عطا کردہ فرانس صرف اسوقت تک قابل قدر ہو سکتے ہیں جب تک کہ ہماری مسلح فوج اُنکے عملدرآمد کی ضامن ہے علاقہ کانگو کی تحصیلات پر جیسا کہ شاہی چانسلر نے اپنی تقریر مورخہ ۹ نومبر ۱۹۱۱ء میں اعلان کیا ہے اِن کے موجودہ نقطہ خیال سے لحاظ نہ کرنا چاہیے بلکہ آیندہ مفاد کے اعتبار سے بھی ان پر غور کرنا واجب ہے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس نقطہ خیال سے مراکش کے مقابلہ میں وہ بہت حقیر ہیں کیونکہ اسمیں شبہ نہیں کہ زمانہ آیندہ میں - بہ مقابلہ کانگو جرمنی کے لیے مراکش کہیں زیادہ بیش قیمت مقبوضہ ثابت ہوگا بالخصوص اگر ہسپانوی علاقہ ہاتھ نہ لگا سردست ابانگی اور کانگو تک دسترس ابھی کم و بیش اصولی قیمت رکھتی ہے اور اس کا دروازہ سنگالیون کی چند کمپنیاں بحالت جنگ ہم پر بند کر سکتی ہیں -

اگر ہم اس نوآبادیانہ معاہدہ سے جو ہم نے فرانس کیساتھ کیا ہے یہ سمجھیں کہ بہترین سمجھوتہ کیلیے راستہ ہموار ہوگیا ہے تو یہ اپنے کو دھوکا دینا ہے - فرانس کبھی اپنی (   ) کی پالیسی کو جسپر وہ غیر متزلزل استقلال کے ساتھ قرنون سے عامل رہا ہے ایسے وقت میں نہ چھوڑے گا جب کہ اسکو انگلستان سے مدد ملنے کا یقین ہے محض اسوجہ سے کہ اس نے مصلحتاً ہم سے معاہدات کر لیے ہیں اس خیال کو باوجود شاہی چانسلر کی تقریر مورخہ ۹ نومبر ۱۹۱۱ء کے کوئی اہمیت نہیں دیجا سکتی اِس لیے اس معاہدہ کو معینہ نہ سمجھنا چاہیے - اسمیں مثل الجزائر کے معاہدہ کی ترمیم ممکن ہے اور درحقیقت اس اعتبار سے اسمیں یہ فائدہ ہے کہ فرانس سے تصادم کے نئے مواقع پیدا ہو جائینگے -

کانگو کی سرزمین میں حصول علاقہ سے اول تو جرمنی کی قوت گھٹیگی - کثیر روپیہ خرچ کرنے

کے بعد البتہ اس سے فائدہ پہونچنے کی امید ہوسکتی ہے - ہر پائی جو بری و بحری فوج سے بچا کر اسمین صرف کی جاے گی گویا اس سے ہماری سیاسی حیثیت کمزور ہوگی - مگر میرے نزدیک اس مسئلہ کی مجموعی حالت پر غور کرنے مین ان چیزون کو جو بدلے مین ملین گی مادی قیمت پر بھی لحاظ کر لینا چاہیے - بلکہ ابتداءً اسکی سیاسی وسعت پر اور ہماری مجموعی پالیسی کے لیے اسکے نتائج پر بھی غور کرنا لازم ہو - اس نقطہ خیال سے ظاہر ہے کہ ایسے انتظام کے معنے دنیا مین ہمارے اقتدار کا تنزل ہے کیونکہ ہم نے مراکو کی فرمانروائی کی تائید مین اپنے دعوون سے ستبرداری اختیار کر لی ہے جس کا کسیقدر فخر ہے ہم نے اعلان کیا تھا اور فرانس کی الجیرس کی سخت خلاف ورزی کو ٹھنڈے دل سے مان لیا ہو باوجودیکہ وزنی اغراض کی بازی لگی تھی - معاہدہ مراکش کے مضمون مین اس فعل کو ۱۹۰۹ء کے معاہدہ کی تشریح کہا گیا ہے اور اس صورت مین یہ خیال پھیل گیا کہ ہماری پالسی ایک ہی طرز عمل پر چلتی رہی -

علاوہ ازین ایک اور سیاسی نقصان یہ ہو کہ مراکش کے چھوڑ دینے سے ہمارے اسلامی تعلقات زیادہ خراب ہوگئے ہین - مگر مین اس کا اندازہ نہین کر سکتا کہ آیا ہمارے اُن تعلقات کو نقصان پہونچا ہے جو ٹرکی کے ساتھ متعلق بہ حکمت عملی ہین - مگر اسمین ذرا بھی شبہ نہین ہو سکتا کہ کل اسلامی دنیا مین ہمارا اقتدار جاتا رہا ہے اور یہ بات ہمارے لیے اعلیٰ درجہ کی اہمیت رکھتی ہو - یہ بھی ایک معقول خیال ہے کہ مراکش کے معاہدہ کی وجہ سے اٹلی نے طرابلس پر حملہ کیا اور اس صورت سے اتحاد ثلاثہ کے استحکام کو ہلا دیا - تسخیر مراکش کی وجہ سے فرانس کی قوت بڑھ گئی اور اطالویون کو یہ بات محسوس ہوئی کہ بحر روم مین اپنی قوت کے مضبوط کرنے مین توقف نہ کیا جاے - مگر ہماری مراکشی پالسی کا بدترین نتیجہ یہ ہو کہ گورنمنٹ اور قومی فرقے کے درمیان ایک گہرا شگاف ہوگیا ہے اور قوم کے بہت سے فرقون کے دلون سے گورنمنٹ کا اعتبار اُٹھ گیا ہے حتی کہ انمین وہ فرقہ بھی شامل ہین جو گورنمنٹ کی مستقل مخالفت کے باوجود دل سے اس کو خارجی سلطنت کا وکیل سمجھنے مین مؤید ہین - عام اعتماد کی اس کمزوری مین جو علانیہ طور پر اخبارون مین ظاہر کیا گیا ہے (اگرچہ گورنمنٹ کے اعلانات سے اسمین خفیف تبدیلی ہوئی ہو) فرانسیسی جرمن معاہدہ کا نقصان عظیم مضمر ہو کیونکہ نازک

وقت مین جن کا ہمکو سامنا ہوگا جرمنی کی گورنمنٹ کو کل رعایا کے اتفاق راے پر اگر اسکو
اس طوفان کے مقابلہ پر آنا ہی پڑے تو ایسا کرنا لازم ہوگا انگریزی فرانسیسی اتحاد کی ... دوری
سے جرمنی کے متعلق ... شبہ باقی نہین رہتا۔

یہ تعلقات انگلستان و فرانس سیاسی موقف کے اس خیال کو تقویت دیتے ہین
جس کو ہم نے اس کتاب کے مختلف بابون مین ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے ان سے معلوم ہوتا
ہے کہ ہم ایسے مقابلہ کی تیاریون کے شغل مین ہین جو فی الحال اس بات پر تلے ہوے ہین کہ
جرمنی کی قوت کو اور زیادہ نہ پھیلنے دیا جاے اسی غرض کیلئے انھون نے کامیابی کے ساتھ اتحاد
ثلاثہ کے توڑنے کی پوری کوشش کی ہے انگریزی وزرا نے اس معاملہ مین کسی شک کی گنجایش باقی نہین
چھوڑی ہے مسٹر ... گرے کی تقریر مورخہ (۲۷) نومبر ۱۹۱۱ء پڑھو) انگریزی مدبرین کے سرکاری
اقوال سے باوجود اسکے اطمینانون کے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ انگریزی پالیسی کا رخ ان
اطراف کی جانب ہے جو ہم نے بتائے ہین۔ وہ تنبیہ جو جرمنون کو حملہ آورانہ ارادون کے متعلق
کی گئی ہے اور جو یقین انگلستان نے دلایا ہے کہ اپنے اتحادیون کی پشت پناہی بحالت ضرورت
تلوار سے کرے گا۔ یہ سب اُن حدود کو بتلاتے ہین جن کے باہر جرمنی قدم نہین رکھ سکتا اگر یہ
منظور ہے کہ انگلستان سے جنگ نہ چھڑے انگریزی وزیر کے اقوال کا مفہوم اسکے اس کہنے
سے نہین بدلتا کہ انگلستان جرمنی کے افریقہ مین نیا علاقہ حاصل کرنے کے متعلق کوئی صداے
مخالفت نہ بلند کرے گا۔ انگلستان خوب جانتا ہے کہ ہر نوآبادیانہ تحصیل کے معنے جرمنی کا مالی
نقصان ہے اور یہ کہ ہم بحالت جنگ عرصہ تک اپنی نوآبادیون کی حفاظت نہین کر سکتے مگر
... کی تقریر کی صاف شرح یہ ہے کہ ایک بار بجٹ کے بحری تخمینون مین بڑا اضافہ کیا گیا ہے۔

مصالحت کی اس حالت مین انگریزی تبدیلی پر بھروسا کرنا پہلے سے بھی زیادہ حماقت
ہوگی حتی کہ انگریزون کی مصالحانہ کوششون سے اصلی حالت کی طرف سے ہمین اپنی آنکھین بند نہ کرلینا
چاہیئین زیادہ سے زیادہ ہم اُن سے یہ کام لے سکتے ہین کہ ضروری اور اٹل جنگ مین توقف
کرین حتی کہ خاص طور پر یہ سمجھ لین کہ اب ہمین کامیابی کی توقع ہے۔ شاہی گورنمنٹ کی یہ راے
تھی کہ حالات موجودہ مین جنگ سے احتراز ضروری ہے۔ مگر دنیا کی حالت بتا رہی ہے کہ اسکے

مختصر مہلت ہو سکتی ہی قبل از ین کہ یہ سوال ہمارے سامنے آئے کہ اپنی دنیوی حیثیت کیلیے تلوار اُٹھائینگے یا ہمیشہ کے لیے حیثیت کو چھوڑ بیٹھین گے۔ ہم کو کسی حالت مین اس کا انتظار نہ کرنا چاہیئے کہ ہمارے دشمن اپنی فوجی تیاریان مکمل کرلین بلکہ اس بات کا فیصلہ کرنا لازم ہی کہ جنگ کا وقت آگیا ہے۔

اِن اصولون کے مطابق جو مین نے بتائے ہین ہم کو اس مہلت کے اندر سرگرمی سے جنگی تیاریان کرنا لازم ہین۔ کل قومی فرقون کو گورنمنٹ کے گرد مجتمع ہو جانا چاہیئے جو ہمارے عزیز ترین خارجی اغراض کی وکیل ہی۔ لوگون کی انہماک سے اس دلیرانہ عزم مین اعانت کرین اور فوجی و سیاسی کامیابی کے لیے راستہ ہموار کرنے مین مدد پہونچائین اور مراکش کی پالیسی کے افسوسناک نتائج پر اور زیادہ بے سود اور ناجائز نکتہ چینی سے گورنمنٹ اور قوم کے درمیان خلیج کو چوڑا نہ کرین ہمین گورنمنٹ سے اُمید ہی کہ جنگی و سیاسی تیاری اِس سرگرمی سے کرے گی جسکی حالت موجودہ مقتضی ہے اور صاف طور سے اُس کو اُن خطرات کا ادراک ہوگا جو ہمارے لیے باعث تہدید ہین۔ اور نیز ہماری قومی ضرورتون اور ہماری قوم کی جنگی قوت کا صحیح احساس کرے گی اور ہمین توقع ہی کہ وہ کسی معاہدانہ پس و پیش سے اپنے آپ کو مضطرب نہ ہونے دے گی۔

قانون پنجسالہ کی تنسیخ وسیع پیمانہ پر فوج کی آراستگی۔ بحری فوج کی تیز رفتار ترقی کا فہم مالی وسایل کی تیاری۔ یہ وہ ضرورتین ہین جن کی حالت موجودہ متقاضی ہی۔ نئے اور اخلاقی خیالات سے اپنی پالسی کو بازآور ہونا چاہیئے اور اسکو کامیابی سے منزل مقصود پر پہونچایا جائے سیاسی حالت مین بہت سی باتین ہین جنپر توجہ درکار ہے۔ انگلستان بھی سخت مشکل مین ہی اس کے اغراض کا ایران اور نوخیز درِ دانیال کے معاملہ مین روس سے تصادم اور اپنی نوآبادیات سلطنت کے اہم حصون مین اسلام کی قوت برطانیہ عظمی کے لیے مستقل تشویش کا باعث ہین۔ شمالی امریکہ سے جو اسکے تعلقات ہین ان کی اہمیت اور وقت کی طرف سابق مین توجہ دلائی گئی ہی۔ فرانس کو بھی ابھی اپنی افریقائی سلطنت مین پورا فائدہ اُٹھانے سے پہلے بھاری رکاوٹین سر کرنا ہین۔ مشرق بعید کی شورشین غالباً روس کی فوجون کو پابہ زنجیر

رکھین گی اور انگلستان کے اغراض کو باعتبار ہمدردی نقصان اُٹھانا پڑے گا - یہ کُل وہ قوتین
ہین جن سے سرگرم اور زوردار ہین جرمنی پالسی عام سیاسی حالت پر اپنے وطن کے اغراض
کی خاطر اثر ڈالنے کے لیے کام لے سکتی ہی -

اگر قوم اور گورنمنٹ متفق رہین اور جرمنی کے ناموس کی تحفظ کی دل مین ٹھان لین اور
اپنے مُلک و سلطنت کے مستقبل کی قابل اطمینان حالت کرنے کے لیے خون اور دولت
کی ہر قربانی کے واسطے آمادہ ہو جائین تو اپنے حقوق اور قوت کے لیے ہم آنے والے
واقعات کا بھروسے کے ساتھ مقابلہ کر سکتے ہین اُس حالت مین اپنی دنیوی حیثیت کے
واسطے لڑنے مین ہمین خوف کی ضرورت نہین بلکہ ہم انسٹ بارنیٹر انڈ (
) کے ساتھ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا سکتے ہین اور خدا سے پکار کر
کہہ سکتے ہین ستارون بھرے آسمان کی بلندی سے تیری جھنکار والی تلوار با آب و تاب چلے
ہر بُزدل آواز تیری قوت سے دب جائے -

تحقیق محکم۔ اردو مین تصوف کے دقیق مسائل کو آسانی سے حل کرکے ثابت کیا ہی کہ طریقت و شریعت کس قدر باہم
لازم و ملزوم ہین اور اس باب مین مسلمانون کو کیا اعتقاد رکھنا چاہیے اور کس روش پر چلنا چاہیے قیمت (۲/ر)

فتوحات غوثیہ۔ باضافہ نسخہ **فضائل الابدال** (اردو) شروع مین نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کچھ
فضائل بیان کیے ہین بعد ازان حضرت محبوب سبحانی کے حالات و مناقب ہین طرز بیان عمدہ ہی ----- (۴/ر)

تقریر العینین عن مناقب الحسنین (اردو) اس کتاب کے دو حصہ ہین پہلے حصہ مین خلیفۂ پنجم حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ
کے حالات ہین جو اردو کی اور کتابون مین نادر الوجود اور کمیاب ہین۔ دوسرے حصہ مین مناقب و فضائل حضرات خلفای راشدین
رضی اللہ عنہم بیان کیے گئے ہین۔ زبان شستہ اور پاکیزہ ہی۔ قیمت صرف ----- (۳/ر)

تاریخ فقہ یعنی مفید المفتی (اردو) مدت سے ملک کو ضرورت تھی کہ فقہای حنفیہ کے تاریخی حالات اور فقہ حنفی
کی تالیفات سے قوم کو اطلاع دیجائے اسلیے کہ کسی مذہب کے محامد سے اُسی وقت بحث کیجا سکتی ہی جبکہ بزرگان قوم کی
تحقیقات علمیہ سے پوری واقفیت ہو اور مذہبی کتابون پر کافی عبور ہو۔ حضرت اس ضرورت کو محسوس کرکے یہ کتاب جدید طرز
مین تالیف کی گئی ہی جو فتوی نویسون کے لیے دستور العمل اور اہل نظر کے لیے سرمایۂ تاریخ ہی اس کتاب مین نہایت جانفشانی
سے تمام لوازم افتا و تاریخ و توالیف کا استفتا کیا ہی اور نیز اُن کتابون کا ذکر کیا ہی جو غیر معتبر ہین اور جن سے فتوے
درست نہین۔ پھر فقہ حنفی کی تمام مستند کتابون کے حالات حروف تہجی کی ترتیب سے درج کیے ہین کتاب کا مقدمہ صرف
۱۴۸ صفحون مین ہی کمال حسن و خوبی کے ساتھ چکنے خشک کاغذ پر چھپی ہی۔ قیمت .... (ع)

مطلع آفتاب رسالت (اردو) یہ جدید التالیف کتاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے واقعات مین ہی ابتدای
ولادت سے ایام وفات تک تمام حالات درج ہین حضرت امام حسین کے واقعات شہادت بھی ضمناً لکھے ہین در اصل
یہ مولود کی کتاب ہی جستہ جستہ نعتیہ غزلین اور قصائد بھی ہین قیمت ----- (۴/ر)

کتاب المعارف ابن ابی قتیبہ۔ جلد اول (اردو) ابتدای آفرینش عالم سے زمانۂ اسلام تک کی تاریخ
جس مین حضرت آدم علیہ السلام سے جناب رسالت مآب ختم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم تک انبیا علیہم السلام و دیگر صنادید
عرب اور صحابۂ کرام کے مکمل حالات و سوانح عمریان اور ضروری تذکرے بروایات صحیحہ بیان کیے گئے ہین اسکے مصنف
علامۂ ابو محمد عبد اللہ بن مسلم ابن ابی قتیبۃ الکاتب الدینوری روح اللہ روحہ متوفی ۲۷۶ھ ہین یہ کتاب عربی سے
اردو مین ترجمہ ہوئی ہی۔ عبارت سلیس عام فہم شستہ ہی کاغذ گندہ۔ قیمت صرف ----- (عہ)

جلستان تعریب گلستان مع ترجمہ سنبلستان۔ علامۂ ابن مخلع اسرائیلی نے کتاب گلستان سعدی
کا ترجمہ عربی زبان مین کیا ہی عبارت بالکل مرصع و مسجع ہی نثر کا ترجمہ نثر مین اور نظم کا ترجمہ نظم مین ہی۔ فن ادب مین
اس سے اچھی اور عمدہ کتاب آجتک تالیف نہین ہوئی لفظی ترجمہ اردو بھی دوسرے کالم مین بنام سنبلستان
درج ہی لفظی رعایت کے ساتھ طلبہ کے سمجھنے کا زیادہ خیال کیا گیا ہی یہ ترجمہ تعلق لفظی کے ساتھ مطلب خیز

ملنے کا پتہ محمد عبد العلی مالک اصح المطابع آسی پریس لکھنؤ

بامحاورہ [illegible] قاعدہ کے موافق ہے عربی زباندانی ملکی اور اخلاقی معاملات مین اسکے سوا دوسری کتاب سے ایسی مدد نہین مل سکتی ۔ عربی علم ادب اور زباندانی کے شائقین کو اس نایاب کتاب سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیے قیمت (۱۲/)

جوامع الکلم ۔ اُن مختصر کلمات طیبات کا مجموعہ جو تمام دینی و دنیاوی امور کے دستور العمل اور سعادت دارین کے وسائل ہین ۔ (۴/)

الدر النضید فی غرر القصید ۔ عربی زبان کے وہ قصائد غرا جو طلبہ و کملہ سب کے لیے سرمایۂ ناز ہین ۔ قیمت (۴/)

تمرین الطلاب بحصول الآداب ۔ علم ادب حاصل کرنے مین طلبہ کو اس سے بڑی مدد مل سکتی ہے قیمت (۱/)

اصلاح ترجمۂ دہلویہ (اردو) مولانا نذیر احمد صاحب دہلوی نے ترجمۂ قرآن مجید مین جو غلطیان کی ہین ان سب کی اصلاح جناب مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے کی ہے ۔ قیمت ---------- (۴/)

الحزب الاعظم ۔ اس رسالہ کا حاجیون اور عازمان منازل مقدسہ کے پاس ہونا بہت ضروری ہے اسمین شروع سے آخر تک ہر متبرک مقام سے مشرف ہونے اور وہان مناسب دعائون کے پڑھنے کا طریقہ درج ہے ---- (۱/)

الغزالی ۔ مع لائف ۔ شمس العلما علامہ شبلی مرحوم ۔ جو نہایت عمدہ کاغذ اور چھپائی اور صحت کے ساتھ چھپی ہے قیمت ---------- (۱۲/)

معارج الدین ۔ مولوی سید نواب علی صاحب ایم اے ۔ پروفیسر بڑودہ کالج نے زمانہ کا یہ رنگ دیکھکر کہ علم دین کی طرف سے لوگ کیسے غافل ہین ارادہ کیا کہ علوم جدیدہ کے طیارون سے جو شکوک اور اعتراضات کے گولے دشمنان دین برسا رہے ہین ان کی شر سے حرم اسلام کو محفوظ رکھنے کی غرض سے اپنے فرض کو ادا کیا ہے ۔ شکر ہے کہ حصۂ اول پورا ہو گیا ۔ چونکہ معرفت نفس معرفت الٰہی کا ذریعہ ہے اسلیے پہلے روح اور معاد سے بحث کی ہے باب اول مین مسائل سائنس کا ایک مختصر مگر مسلسل خاکہ کھینچ دیا ہے قیمت (۱۲/)

مقالات شبلی ۔ شمس العلما علامہ شبلی مرحوم کی تصنیف ہے اسمین مختلف علوم و فنون پر مضامین علمای دین اور عہد حکومت اسلام مین مسلمانون کے دوسری قومون کے ساتھ تعلقات اور رفاہ عام اسلام پر خاص طور پر تفصیلی بحث کی گئی ہے ۔ قیمت ---------- (۱۸/)

مواعظ قرآنی ۔ خردسال مسلمان بچون کے لیے ابتدائی تعلیم کے واسطے نہایت مفید ہے ۔ اولاً سورۂ فاتحہ اور چند سورتین سورۂ فیل تک نماز سیکھنے کو اور بعد ازان قرآن مجید کے مختلف مقامات سے منتخب آیات پند و نصائح یکجا جمع کر کے اخلاقی تعلیم دینے کو مع ترجمہ درج کی گئین ہین ---------- (۶/)

اوراد مرشد ۔ مؤلفہ مولانا مولوی عبد الاول صاحب جونپوری ۔ اسمین مولانا نے مجرب تیر بہدف وظائف جمع کر دیے ہین جسکے ورد سے ہزارون مسلمان دولت دنیا و دین سے مالا مال ہو گئے ۔ قیمت (۶/)

ملنے کا پتہ ۔ محمد عبد الولی مالک اصح المطابع آسی پریس ۔ لکھنؤ ۔